عزاداری

اہلِ بیتؑ کی نظر میں

مصنف

شاعرِ آلِ عمرانؑ، ذاکرِ آلِ اطہارؑ

ملک صفدر حسین ڈوگر کربلائی

ناشر

ادارہ منہاج الصالحینؒ

جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور

فون : 5425372

کتاب	:	عزاداری اہلِ بیتؑ کی نظر میں
مصنف	:	ملک صفدر حسین ڈوگر کربلائی
ادبی تعاون	:	رملہ صفدر (بی اے)، عاصمہ ڈوگر (ایم اے انگلش)
تصحیح	:	مولانا ریاض حسین جعفری فاضل قم
پروف ریڈنگ	:	معصومہ بتول جعفری، محمد عمران حیدر جعفری
فنی معاون	:	زہراء بتول جعفری، محدثہ بتول جعفری
کمپوزنگ	:	ایم۔اعجاز احمد
سال اشاعت	:	مارچ 2012ء
ہدیہ	:	200 روپے

ملنے کا پتہ

اِدارہ مِنہاجُ الصّالِحِین ۔ لاہور

الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20۔غزنی سٹریٹ۔اُردو بازار۔لاہور

فون: 042-37225252 ، 0301-4575120

ترتیب

ترتیب

ترتیب

ترتیب

ترتیب

ترتیب

ترتیب

ترتیب

ترتیب

ترتیب

ترتیب

ترتیب

ترتیب

عرضِ ناشر

ملک صفدر ڈوگر کے تحریری و تحقیقی، فکری و ادبی، علمی و عملی، شاعری و نثرائی اور عزائیہ و کربلائی کام کی فہرست طویل ہے۔ صفدر ڈوگر ایک بھرپور زندگی گزار رہے ہیں۔ ہر وقت کچھ کر گزرنے کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔ پڑھتے رہنا ان کا محبوب مشغلہ ہے۔ کتابوں کی ٹوہ میں رہنا اور ہر نئی چھپنے والی کتاب کی جستجو ان کی پرانی عادت ہے۔ کتابوں کے حوالہ جات اُنہیں ازبر ہیں۔ قومی حوالوں کے امین ہیں۔ راہ و رسم کے دلدادہ ہیں۔ کھری بات منہ پر کہنے کی عادت ہے۔ ان کی تقریروں اور تحریروں میں بھی ڈوگری جھلکتی ہوئی نظر آتی ہے۔ ہمیں اس لئے بھی شاید بھلے لگتے ہیں کیونکہ ہماری زمینی قربتیں بھی ہیں "سجو وال" چک ۶۹ قصور سے آٹھ کلومیٹر کے فاصلہ پر تو ہے اور پھر اُنہوں نے بھی تو سقیفائی نظام کو خدا حافظ کہہ کر "گلستانِ آلِ محمدؐ" میں قدم رکھا ہے۔ ہم بھی اسی چمنستانِ آلِ اطہارؑ کے راہی و سالک ٹھہرے ہیں۔

صفدر ڈوگر کی پوری زندگی قرطاس وقلم سے مربوط رہی۔ میں طالب علمی کے زمانہ سے ان کی لوحِ دل کا قاری تھا۔ آپ اس میں جن الفاظ کا چناؤ کرتے، اضافتیں اور تراکیب بناتے، استعارے استعمال کرتے وہ کربلائی ہوتے۔ عزائیہ ادب آپ کو بارگاہِ خداوندی سے ودیعت شدہ ہے۔ علما کی مجالس و محافل میں بیٹھ کر زندگی گزار دی۔ علامہ سید صفدر حسین نجفی مرحوم ان کی آئیڈیل شخصیت تھے۔ آپ ان کو اپنا باپ کہتے ہیں۔ علامہ مرحوم کا اُن کی زندگی پر کافی رنگ چڑھا ہوا ہے۔ علامہ مرحوم نے مکتب کی ترویج و تبلیغ کیلئے ساری زندگی لکھا۔ صفدر ڈوگر کو زمانہ طالب علمی سے آپ کا قرب حاصل تھا۔ علامہ کو دیکھتے رہے اور مستقبل کے پروگرام تشکیل دیتے رہے، اس لئے صفدر ڈوگر نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ صفدر ڈوگر کی مکتب کے ساتھ وابستگی اس قدر والہانہ ہے کہ اُنہوں نے اپنی اولاد کو آلِ محمدؐ کے ابوابِ علم پر لا کھڑا کیا، یہی وجہ ہے کہ عزیزہ رملہ صفدر بی اے اور عاصمہ ڈوگر ایم اے انگلش شاعری،

ذاکری اور تحقیقی میدان میں خوب کام کر رہی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب بھی اُنہی حوالوں کی عکاس ہے۔ اس کتاب "عزاداری اہل بیتؑ کی نظر میں" میں ڈوگر صاحب نے خوب تحقیق کی ہے کہ عزاداری امامِ مظلومؑ کی بنیاد کس نے رکھی؟ اس کا اجر و ثواب کیا ہے؟ اس کے بجا لانے کے آداب کیا ہیں؟ یہ عزاداری مختلف اَدوار سے ہوتی ہوئی ہم تک کیسے پہنچی؟ عزاداری ہم سے کیا تقاضے کر رہی ہے؟ آپ نے کتابوں کے حوالوں سے اس موضوع پر خوب محنت کی ہے۔

عزاداری ہماری شہ رگِ حیات ہے۔ کوئی بھی شیعہ عزاداری امامِ مظلومِ کربلاؑ کے بغیر رہ نہیں سکتا۔ دُنیا کا کونسا گوشہ ہے کہ یہاں اِمامِ مظلومؑ کو پُرسہ نہ دیا جاتا ہو؟ کونسی زبان ہے جس میں مرثیہ خوانی نہ کی جاتی ہو؟ کونسی جگہ ہے یہاں پر ماتمِ حسینؑ کی صدائیں بلند نہ ہوتی ہوں؟ ہر جگہ غریبِ کربلاؑ کو پُرسہ دیا جاتا ہے۔ مکتب آلِ اطہارؑ کی آبیاری کربلا نے کی ہے۔ صفدر ڈوگر لائق صد تحسین ہیں کہ جنہوں نے اس اہم موضوع پر قلم اُٹھایا، اللہ تعالیٰ محمدؐ و آلِ محمدؐ کے وسیلہ سے اُنہیں صحت و سلامتی عطا فرمائے۔ مزید مکتب کی خدمت کرنے کی ہمت دے۔ آپ کی بیٹیوں کو باپ کا ورثہ سنبھالنے اور کام کرنے کی بھرپور توفیق فرمائے۔

والسلام مع الاکرام

طالبِ دُعا!

ریاض حسین جعفری فاضل قم

ناشر اور کتاب شائع کرانے کی سعادت اور ضرورت

اللہ عزوجل نے کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں انہیں جس جمالیاتی حس سے نوازا ہے وہ کم بلکہ ہی کم لوگوں کے نصیب میں ہوتی ہے۔

وہ کئی کئی ٹائٹل بنوا کر بھی مطمئن نہ ہونے پر اُسے فائنل نہیں کرتے۔ وہ کتاب کو جاذبِ نظر بنانے کے ہر قسمی ہنر سے مکمل واقف اور آگاہ ہیں۔

ان کا کتابیں منتخب کرنے، ان کے ترجمہ کیلئے لوگوں کا انتخاب اس پر نظرثانی (جن کیلئے انہیں کتاب خود ہی لکھنا ہوتی ہے) اور پھر اُسے اپنے معیار کے مطابق بلکہ پہلے سے بہتر شائع کرنا، ان تمام مراحل سے گزرنا ہوتا ہے۔

اگر انہیں کوئی مشورہ دینا مقصود ہے تو وہ بات کے انداز سے واقف ہو کر اس کا فوری نتیجہ نکال کر فوری فیصلہ دے کر مخاطب کو مطمئن کر دیتے ہیں۔

دوستی نبھانے کی خاطر وہ ناقابلِ فروخت کتاب کا رِسک بھی لے لیتے ہیں۔ اگر انہی کے ادارے کی کتاب کے مصنف یا مؤلف نے ان کی مصروفیت سے فائدہ اٹھا کر کوئی قلمی خیانت کی ہو تو وہ ناقدوں سے زیادہ اس سے لاتعلق نظر آتے ہیں اور برملا اعتراف کرتے ہیں۔

وہ چونکہ خود علماء کی صنف سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے ان لوگوں سے تراجم کا کام لینا بھی ان کے دل گردے کا کام ہے۔ ایسا ترجمہ جو عام قاری کی دسترس میں ہو، کسی بھی عام مترجم کے بس کا روگ ہی نہیں۔ وہ لوگ ہی نہیں رہے مثلاً سید انوار بلگرامی مرحوم کسی کتاب کا ترجمہ کرتے تو مصنف یا مؤلف سے بہتر انداز میں قاری کیلئے روانی، سادگی اور ادائیگی مفہوم کی صلاحیتیں رکھتے تھے۔

اب اگر کوئی دو چار دور افتادہ علاقوں کے لوگ ان کی دسترس میں ہیں تو وہ غنیمت ہیں۔

کئی کتب شائع ہوئیں انہوں نے اس کے بعد میں ٹائٹل بدلے اور خاطر خواہ نتیجہ حاصل کیا۔

اسلام آباد سے میرے انتہائی کرم فرما سید امیر حسین ترمذی اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ کام کرنے کیلئے ربط، ضبط اور خبط کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ جملہ علامہ ریاض حسین جعفری پر صادر آتا ہے۔

ایک شخص ادارے کا سربراہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا کارکن بھی ہے۔ اچھی کتاب شائع کرنا ان کی ذاتی اَنا کا مسئلہ بن جاتا ہے۔ اپنے معیار کو برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ اسے بہتر، خوب سے خوب تر بنانا اس انسان کی زندگی کا منشور ہے۔

میری کئی کتب کے انہوں نے کئی ایڈیشن شائع کیے اور ہر ایڈیشن کو پہلے سے خوبصورت شائع کیا۔ اب میں اپنی اس کتاب کے بارے میں کچھ گزارشات کر دوں:

اس کتاب میں ہمارے اندر کے لوگ، عزاداری امام حسین علیہ السلام کے بارے میں جو ناقدانہ نظریات اپنی معاشی ضرورتوں کے تحت پھیلاتے ہیں، ان کا ایک مدلل، دفاعی جواب ہے جو میں نے حضرات معصومین علیہم السلام کی وحی آمیز، الہام افزا زبان سے ارشاد فرمائی گئی احادیث سے دیا ہے اور اپنی طرف سے کوئی بات ہی نہیں لکھی۔ شہادت سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کے کائنات پر کیا اثرات مرتب ہوئے؟ عزاداری پر اٹھنے والے اخراجات کے ثواب کی اہمیت اور اجر و ثواب کو بیان کیا ہے۔

کربلا کے جن پہلوؤں پر تنقید کی جا رہی ہے اور ہمارے اندر کے لوگ اپنی ضروریات کو کربلا کا جدید نظریاتی پروگرام قرار دیتے ہیں ان کا جواب دینا ہی اس کتاب کی اصل ضرورت ہے اور یہ دفاعی انداز میں ہمیشہ مجھے یہ سعادت نصیب رہے گی۔

میں نے لکھا تھا: ''کچھ لوگوں کا مذہب شیعہ ہے اور کچھ لوگوں کا پیشہ شیعہ ہے'' آج

وہ مشکل لفظی اصطلاحوں میں چھپا چھپا کر اپنے اپنے ہدف کو پانے میں مصروف ہیں۔

سید الشہداء علیہ السلام نے داخلہ کربلا کے وقت اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا تھا:

''دین لوگوں کی زبان کا چسکا بن چکا ہے اس میں سے وہ اتنا لیتے ہیں جتنا ان کی معاشی ضرورت کیلئے کافی ہوتا ہے''۔

پھر ارشاد فرمایا: ''لوگ مجھے قبروں پر اُگی ہوئی ہریالی کے عوض بیچیں گے''۔

ہم نے اس کتاب میں عزاداری کی ضرورت، اہمیت، اجر و ثواب قدیم و جدید کتب سے مکمل قولوں کے ساتھ لکھا ہے تاکہ خاندانِ تطہیرؑ پر اٹھنے والی قاضی شریح کی قسم کے بدطینت لوگوں سے کربلا کو بچا کر آئندہ نسلوں کے سپرد کیا جا سکے۔

آپ کوفہ کے رہنے والے ہیں
آپ کیا جانیں کربلا کیا ہے

عزاداری حضرت امام حسین علیہ السلام کے بارے میں خود معصومین علیہم السلام کا لائحہ عمل کیا ہوتا تھا؟ جہاں تشریف فرما ہوتے وہیں اصحاب کی آمد و رفت کے دوران ذکرِ کربلا شروع ہو جاتا اور یہی انداز، مجلسِ عزا قرار پاتا۔ باقاعدہ مجلسِ عزا کا انعقاد کرنا کسی بھی آمر حکومت وقت کی طرف سے روا، نہ ہوتا تھا۔ اتنی نگرانی میں رکھا جاتا تھا کہ کسی بھی معصوم امام علیہ السلام کو اپنے خاندانِ تطہیرؑ کے فضائل و مصائب بیان فرمانا آسان نہ ہوتا تھا۔

ہم نے اس کتاب میں معصوم علیہم السلام کے عزاداری کے بارے میں فرمودات، ان کا مجالس عزا کی اہمیت بیان کرنا، اس کے بے انتہا ثواب کے ذکر کو بیان کیا ہے۔ گریہ کرنے، آہ و زاری کرنے کی اہمیت کے بارے میں لکھا ہے۔ زیارت کربلا کی اہمیت اور تاکید کی وجوہات کو نقل کیا ہے۔

اس کتاب میں یقیناً کئی نئے گوشے اور عنوان اور حوالے آپ کو پڑھنے کیلئے ملیں

گے۔اس ایڈیشن کی اشاعت جہاں میرے لئے فخر و عزت ہے وہاں میں اس کا اجر و ثواب اپنے اور علامہ ریاض حسین جعفری کے مرحومین کی نذر کرتا ہوں۔

خصوصاً محسن الملت علامہ سید صفدر حسین نجفی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ سید اعجاز حسین کاظمی کی مقدس ارواح کی نذر ہے۔

علامہ ریاض حسین جعفری کی صحت و سلامتی اور عزت و وقار اور نظر بد سے تحفظ کیلئے قارئین سے تین مرتبہ درود پاک کی تلاوت کی استدعا ہے۔

اللہ تعالیٰ بطفیل معصومینؑ ان کی توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے۔

شاعرآلِ عمرانؑ
صفدر حسین ڈوگر کربلائی
۳۱ دسمبر ۲۰۱۱ء راولپنڈی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ كُنْ لِوَلِيِّكَ الْحُجَّةِ بْنِ الْحَسَنِ

''اے اللہ! تو اپنے ولی حضرت حجت ابن حسن عسکریؑ''

صَلَوَاتُكَ عَلَيْهِ وَعَلٰى آبَائِهِ

''تیری صلوات اُنؑ پر اور اُنؑ کے آباء واجدادؑ پر''

فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ وَفِيْ كُلِّ سَاعَةٍ

''اس گھڑی میں اور ہر آن میں''

سرپرست ونگہبان،

وَلِياً وحَافِظاً وقَائِدًا ونَاصِراً وَدَلِيْلاً وَعَيْناً

''حامی وراہنما، مددگار دیکھنے والی آنکھ اور سرپرست''

حَتّٰى تُسْكِنَهُ اَرْضَكَ طَوْعاً وتُمَتِّعَهُ فِيْهَا طَوِيْلاً

''بنا رہے یہاں تک کہ تو اسے اپنی زمین میں اختیار کے ساتھ سکونت عطا فرما

اور یہ کہ تو اسے اپنی زمین میں لمبی مدت تک فائدہ پہنچا''

اِمام حسینؑ کا شب عاشور حضرت قائمؑ کا تذکرہ

حضرت اِمام محمد باقر علیہ السلام کی حدیث میں ہے کہ اِمام حسین علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے شب عاشور فرمایا:

"آپ سب کو جنت کی بشارت ہو۔ یہ بات جان لو کہ اللہ کی قسم! ہمارے خلاف جو کچھ ہونا ہے جب یہ سب کچھ ہو جائے گا تو جس قدر اللہ تعالیٰ چاہے گا اور جو اس کی مشیت میں ہو گا ہم (برزخ کے) خاص مقام میں ٹھہریں گے پھر اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ سب کو وہاں سے لائے گا۔ ایسی حالت میں ہمارے قائمؑ کا ظہور پرُنور ہو جائے گا...... پس ہمارے قائمؑ سارے ظالموں سے انتقام لیں گے۔ اس وقت میں خود اور آپ سب ان ظالموں کو ہتھکڑیوں، بیڑیوں اور زنجیروں میں جکڑا ہوا اور انہیں مختلف قسموں کے عذاب میں مبتلا دیکھیں گے۔ ان کو طرح طرح کا عذاب دیا جا رہا ہو گا اور ہم سب اس منظر کو دیکھ رہے ہوں گے۔"

"آپؑ سے سوال کیا گیا: یابن رسولؐ اللہ! آپؑ کے قائمؑ کون ہیں؟

اِمام حسین علیہ السلام نے فرمایا: وہ میرے بیٹے محمدؑ بن علی الباقرؑ کے ساتویں فرزند ہمارے قائمؑ ہیں اور وہ حجت ہیں جو حسنؑ بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ ہیں اور محمدؑ میرے بیٹے علیؑ (زین العابدینؑ) کے فرزند ہیں اور وہ (ہمارے قائمؑ) ایک لمبی مدت کے لئے غائب ہوں گے، پھر ظہور فرمائیں گے اور زمین کو عدالت اور انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہو گی۔ (بحوالہ اثبات الرجعۃ و مقتل الحسین للمقرم)

انتساب

- ملکہ تطہیر، فاتح مباہلہ ، مصداق اِنّما، تفسیر سورۂ کوثر، تاویل سورۂ رحمان، مرکز دائرہ عصمت، وقارِ ھل اتی، محور حدیثِ کساء، منبع و مخزنِ طہارت، اُم الآئمہؑ ، خاتونِ جنت، سیدۃ النساء العالمین، حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے بیت الحزن میں گزرنے والے وقت کے نام!
- ثانی فخر النساء، شریکۃ الحسینؑ ، اُم المصائب، کربلا کی شیر دل خاتون، کے زندانِ شام میں گزرنے والے شب و روز، کے نام!
- حضرت سیدہ اُم ربابؑ کے سید الشہداء اِمام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد زیرِ آسمان کٹنے والی زندگی کے نام!
- شامِ غریباں کے گھمبیر سناٹے سے لے کر بازار کوفہ و شام کے اوباش ہجوم کے بے ہنگم شور میں خوفزدہ اور سہمے ہوئے بچوں کے نام!

اس واسطے بھی خواہشیں پوری نہ ہو سکیں
ترجیح زندگی کی میری بس حسینؑ ہے

سید الشہداءؑ کے زندگی کے ان الٰہی لمحوں کے نام!

- جب آپؑ کی نگاہیں حُرؑ ریاحی کی توبہ کی قبولیت کے وقت اُٹھی تھیں۔
- جب آپؑ کی نظروں کے سامنے بنی ہاشمؑ اور اصحاب کی لاشیں گر رہی تھیں۔
- شدت پیاس سے جب آپؑ کو آسمان سیاہ نظر آ رہا تھا۔
- جب وداعِ خیام کے وقت آپؑ بار بار مخدرات عصمت کو مُڑ مُڑ کر دیکھ رہے تھے۔

- آخری نماز ادا فرمانے سے پہلے جب بار بار حسرت و یاس سے دائیں بائیں دیکھ کر فرما رہے تھے: ھل من ناصر ینصرنا۔

اِمام محمد باقر علیہ السلام کی مقدس آنکھوں کے نام!

- جن میں عاشور، کوفہ و شام اور دیگر شہروں کے درباروں، بازاروں کے مناظر ہمیشہ کے لئے ٹھہر گئے تھے۔
- منیٰ میں حج کے دوران دس سال تک اِمام جعفر صادق علیہ السلام کو حسرت و درد بھری وصیت کے نام!
- آپؑ کی اس حسرت کے نام کہ کاش ہماری رہائش کربلا میں ہوتی!
- آپؑ کی اس خواہش کے نام کہ کاش ہر تیں گز کے فاصلے پر ہماری احادیث بیان کرنے والے لوگ ہوتے!

خاندانِ تطہیرؑ کے ان خورد سال بچوں کے نام!

- جو روز عاشور حملہ آور، خونخوار لشکر کی دہشت سے خوفزدہ ہو کر دم توڑ گئے۔
- جو کوفہ و شام کے راستے میں حوادث کی نذر ہو گئے۔
- جو زندانِ شام کی جھلسا دینے والی گرمی سے شہید ہو گئے۔
- سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا کے زخمی وجود اطہر کے نام۔
- جن کے بدن پر خون آلودہ چپکا ہوا کُرتہ ہی کفن ٹھہرا اور آج بھی جن کا بدن اُطہر خون سے تر ہے۔

یا حجت آلِ محمدؑ

آپؑ کے شب و روز کی کیفیت سے آپؑ کے الٰہی خاندان کے علاوہ کون آگاہ ہو سکتا ہے؟

ہر جمعتہ المبارک کی عصر آپؑ کی یاقوتی آنسوؤں سے لبریز آنکھوں میں ٹھہرے ہوئے لمحے شامِ غریباں کو سمیٹے ہوئے، اللہ تعالیٰ سے اذنِ ظہور مانگتے ہوئے یقیناً اُداسیوں

میں گزرتے ہیں اوران لمحوں کے اثرات آپؑ پر ہمیشہ مرتب رہتے ہیں۔

اپنے الٰہی قبیلے کی طرح ہر غم کو برداشت کرتے ہوئے آپؑ اللہ عزوجل کے امر سے نظامِ عالم بھی تو چلا رہے ہیں، آپؑ سے کچھ بھی تو مخفی نہیں ہے۔

میں جس تردّد سے اپنے شب و روز، آپؑ کے خاندان کے لئے وقف کئے ہوئے ہوں اُن کا دُہرانا آپ کے سائل ہونے ناطے زیب ہی نہیں دیتا۔ ذہنی پس منظر میں جو بھی حسرتیں ہیں حضرت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا بنت اسدؑ، حضرت سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا بنت وہبؑ سے لے کر آپؑ کی عصمت نواز والدہ گرامی سیدہ نرجس خاتون سلام اللہ علیہا تک اُمہات معصومینؑ کے واسطے، وسیلے سے انہیں پورا فرما دیں۔

میری اپنی پناہ میں پکارے جانے والے تمام محرر رشتے آپؑ ہی کی پناہ میں تو ہیں۔ انہیں روحانی، دینوی عزت سے سرفراز فرما۔ آپؑ کے عصمت مآب والد گرامی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا ارشاد ہے: ''جو بھی ہم سے پناہ چاہتا ہے ہم اُسے پناہ دیتے ہیں''۔ آپ یقیناً پناہ دیئے ہوئے ہیں۔

مگر سائل فطری طور رجلد باز ہوتے ہیں، آپؑ سے کیا پردہ؟ آپ تو خود نظر رکھتے ہیں کہ سائل کہاں بیٹھا ہے؟

بہت کچھ لکھا نہیں جاتا صرف قلبی اور ذہنی کیفیت تردّد میں ہوتی ہے۔

- اے ناموسِ خاندانِ رسالتؐ و اِمامتؑ! آپؑ جذبے اور احساسات عطا کرنے والے ہیں۔
- اس دربدر بھٹکنے والے خانہ بدوش پر رحم فرماتے ہوئے اپنی الٰہی آنکھ کے گوشوں میں اپنے ہی خاندان کے دیئے ہوئے وسیلوں اور واسطوں کے عوض اس اجرِ رسالت کا یہی صلہ دے دیں کہ میں آپؑ سے آپؑ کے قُرب کی دُعا مانگتا ہوں۔

تپتے سورج کی چلچلاتی سَراب رُت میں، میں آ کھڑا ہوں
اے انتہا کی حسین رُت کے حَسین موسم ظہور کر دے

اے محروم و مظلوم و مسموم و شہید خاندان کی اولاد! روزِ ظہور اپنے انصار میں شامل فرمانا اور موت، قبر، برزخ اور روزِ حساب مجھے اور میرے وابستگان کو اپنی پناہ میں رکھ کر شفاعت فرمانا۔ آپؑ کی کریمی کی توقع ہی پر یہ اُکھڑے، بکھرے آنسوؤں سے اس جسم میں رُوح موجود ہے اور ہاں اس وقت تک ہی سلامت رکھنا جب تک یہ قلم آپ کے حق میں چلتا رہے، ورنہ یہ توفیق، سلب ہونے سے پہلے ہی زندگی چھین لینا۔

شاعرآلِ عمرانؑ
صفدر حسین ڈوگر کربلائی
یکم دسمبر ۲۰۱۱ء بمطابق ۵ محرم الحرام ۱۴۳۳ھ
راولپنڈی

کچھ اس کتاب کے بارے میں

یہ کتاب تاریخی تحقیق کے ساتھ ساتھ ایک واردات قلب بھی ہے۔ مجھے اس سلسلے میں قطعاً کسی سے کچھ نہیں کہنا بلکہ اس کا اندازِ تحریر اتنا سادہ، سہل اور عام فہم ہے کہ آپ محسوس فرمائیں گے کہ میں نے اسے جہاں عام قاری کیلئے لکھا ہے وہاں محقق حضرات اور حوالوں کے متلاشی افراد کیلئے بھی دعوت فکر قرار دیا ہے۔

اس سلسلے میں، میں تفصیلات، جزیات کی طرف گیا ہی نہیں بلکہ اس کتاب کو کم سے کم صفحات میں لکھنے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلے میں، میں اپنے وسیع تر حلقہ احباب کا انتہائی مشکور وممنون ہوں جنہوں نے میرے ساتھ بھرپور تعاون فرما کر احسان فرمایا ہے۔ انہیں یقیناً کائنات کا الٰہی قبیلہ اور کریم خاندان اپنی برکات ونوازشات سے نوازے گا۔

اسلام آباد سے بہت دُور رہنے والے میرے ذہنی اور قلبی قُرب کے نزدیک ترین افراد نے میرے شکستہ، بکھرے ہوئے مزاج کو ٹیلی فون کے ذریعے اپنی رُوحانی توانائیوں سے بحال رکھا۔

یہ کتاب عزاداری امام حسینؑ کا ایک اختصاریہ کہہ لیں میں نے اپنے مؤقف کو کم سے کم صفحات میں واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

ایک وضاحت ضروری ہے کہ میں نے اس کتاب کو کسی عہد، زمانہ اور دور کو مدنظر رکھ کر نہیں لکھا بلکہ اپنے عنوان کے تحت ہر عہد اور ہر دور کی روایات نقل کی ہیں۔ کئی مقامات پر روایات یا تکرار بھی اس عنوان کی ضرورت تھی۔

اس کتاب کے مختلف ایڈیشن مختلف مقامات سے میرے حلقۂ احباب نے بیک وقت شائع کر کے اپنے اپنے علاقوں تک پہنچانے کی بھرپور کوشش کی ہے اور یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔

شاعر آلِ عمرانؑ صفدر حسین ڈوگر کربلائی

ایک معزز سند......میر احمد نوید (کراچی)

میر احمد نوید (کراچی) کے بارے میں راقم الحروف نے بہت لکھا۔ اُنہوں نے میرے بارے میں ایک تحریر میرے غریب خانے میں رونق افروز ہونے پر لکھی جو میرے لئے ایک معزز سند ہے۔ اپنی اس کتاب میں صرف انہی کے تاثرات لکھ رہا ہوں:

"مقناطیس سے لوہے کو جتنی دیر میں رکھا جائے گا لوہے میں اتنی ہی زیادہ مقناطیسیت پیدا ہو جائے گی۔ میرے محترم مفکر و مورّخ، سردار الشعراء، شاعرِ آلِ عمرانؑ صفدر حسین ڈوگر کربلائی کی سادات سے ایسی وابستگی ہے کہ یہ لوہا اب مقناطیس میں تبدیل ہو گیا ہے۔

میں نے انہیں دُنیا و آخرت میں اپنی شاعری کا گواہ قرار دیا ہوا ہے۔

ان کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو ان کے سادات سے عشق کا بین ثبوت ہیں، جنہوں نے اُن پر وہ اسرار کھول دیئے ہیں جو کسی "فقیر" کا خاصہ ہوتے ہیں۔

میرا مالک! مجھ سید زادے کو اُن کے عشق کے سمندر میں سے ایک قطرہ عطا کر دے کہ میں بھی پیشِ امیر المومنین حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ سُرخرو ہو سکوں۔

ہم دونوں ایک دوسرے سے ایک ہی امر کے بیک وقت سائل بھی ہوئے کہ ہمارا حشر نشر ایک ساتھ ہو۔

اس دُعا پر ہم دونوں کے آنسو اور ہچکیاں اس کے گواہ قرار پائے۔"

عزاداری سید الشہداعلیہ السلام کے بارے ہمارا نکتہ نظر

علامہ سید افتخار حسین نقوی النجفی

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عزاداری کا آغاز اباعبداللہ الحسین حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے باوفا ساتھیوں اور دوسرے آئمہ اطہارؑ کی شہادتوں کا نتیجہ ہے اور یہ شیعوں کی طرف سے آئمہؑ کے مصائب وآلام کی وجہ سے برپا کی گئی ہے گویا کہ اس کی رسم شیعوں کی طرف سے ہے۔ حالانکہ عزاداری امام حسین علیہ السلام کا سلسلہ تو حضرت آدمؑ سے شروع ہوتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی عزاداری

پیغمبر اسلامؐ سے بہت پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے غم میں آنسو بہائے اور امامؑ کی عزاداری کی رسم ڈالی لہٰذا اس لحاظ سے عزاداری امامؑ کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ جس کے بانی حضرت آدمؑ تھے، فرق صرف اتنا ہے کہ واقعات کربلا کے بعد عزاداروں نے اسے مذہبی شعار بنایا ہے جو ہمیشہ کے لئے جاری ہے اور دُنیا کے ہر خطہ میں بڑے زور وشور اور عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے اور عزادارانِ امامؑ بڑی عقیدت اور گرم جوشی سے غم حسینؑ میں اشک بہاتے اور امامؑ کے غم میں سینہ کوبی کرتے ہیں۔ ہم ذیل میں اس دعویٰ کی تائید کیلئے چند روایات نقل کرتے ہیں:

سورہ بقرۃ کی آیت ۳۷ ”فتلقی آدم من ربہ کلمات“ کے ذیل میں روایت نقل کی گئی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عرش کے نیچے محمدؐ وآلِ محمدؐ کے لکھے ہوئے ناموں کو دیکھا تو حضرت جبرئیلؑ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مشورہ دیا کہ اے آدمؑ! ان

اسمائے مبارکہ کو مناجات اور توبہ کے موقع پر یوں کہو:

یا حمید بحق محمد یا عالی بحق علی یا فاطر بحق فاطمۃ
یا محسن بحق الحسن یاقدیم الاحسان بحق الحسین
ومنك الاحسان

جب حضرت جبرئیلؑ نے حضرت اِمام حسینؑ کے اسم مبارک کو پڑھا تو حضرت آدمؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور وہ بہت مغموم ہوئے۔ حضرت آدمؑ نے حضرت جبرئیلؑ سے حضرت اِمام حسین علیہ السلام کے ذکر کے ساتھ آنسوؤں کے جاری ہونے کی وجہ پوچھی تو حضرت جبرئیلؑ نے واقعہ کربلا اور حضرت اِمام حسینؑ پر آنے والے مصائب و آلام کو بیان کیا۔ اس وقت حضرت آدمؑ اور حضرت جبرئیلؑ دونوں مظلوم کربلاؑ پر اس طرح روئے کہ جس طرح ایک بوڑھی ماں اپنے جوان سال بچے کی موت پر روتی ہے۔ (نفس المہموم ص ۲۴)

پیغمبر اکرمؐ کا گریہ کرنا

امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں: میں ایک روز بارگاہ رسالتؐ میں موجود تھا کہ آنحضرتؐ نے کھانا کھانے کے بعد وضو کیا اور قبلہ کی طرف رُخ کر کے بیٹھ گئے' پھر آپؐ دُعا و مناجات اور ذکر الٰہی میں مشغول ہوگئے۔ میں نے دیکھا کہ یکا یک آپؐ کی آنکھیں ساون کے بادلوں کی طرح برسنے لگیں یہاں تک کہ آنسو زمین پر بہنے لگے۔ اِمام حسین علیہ السلام اس وقت آپؐ کے کاندھے پر سوار تھے۔ وہ بھی ناناؐ کو دیکھ کر رونے لگے۔ آنحضرتؐ نے حسینؑ کو فرمایا: میرے ماں، باپ آپؐ پر قربان ہوں روئے کیوں ہو؟ حسینؑ عرض کرتے ہیں: ناناجانؐ! میں نے آپؐ کو آج تک اس طرح غمگین و پریشان حال اور گریہ کناں نہیں دیکھا؟

پیغمبرؐ نے فرمایا: بیٹا! میں آج آپؑ کو دیکھ کر نہایت خوش ہوا، اس سے پہلے میں کبھی اس قدر خوش نہ ہوا تھا کہ اس حالت میں حضرت جبرئیلؑ میرے پاس آئے اور اُنہوں نے مجھے خبر دی کہ آپؑ کو قتل کر دیا جائے گا اور تمہاری مقتل گاہ ایک دوسرے سے دور ہوگی اسی خبر

نے مجھے غمزدہ و پریشان حال کیا۔ (وفاء الوفاء ص ۴۶۸)

قبرِ حسینؑ کی زیارت کا ثواب میرے نوے حج اور عمروں کے برابر ہے

حضرت اِمام حسین علیہ السلام کی قبرِ اطہر کی زیارت کا ثواب پیغمبر اکرمؐ نے ان کو گود لیتے ہوئے یوں بیان فرمایا تھا: شیخ صدوقؒ نے حضرت اِمام جعفر صادقؑ سے روایت نقل کی ہے۔ آپؑ اپنے آبائے سند کے سلسلے سے فرماتے ہیں:

ایک دن حضرت اِمام حسینؑ رسولِ خداؐ کی گود میں تھے، آنحضرتؐ اُنہیں بہلانے اور ہنسانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ایسے میں حضرت عائشہ نے عرض کیا، یا رسولؐ اللہ! تعجب ہے آپؐ اس بچہ سے کتنی زیادہ محبت کرتے ہیں؟ رسولؐ اللہ نے جواب دیا: میں کیونکر اس بچہ کو دوست نہ رکھوں اور اس سے اپنے دل کو تسلی نہ دوں کہ یہ میرے دل کا میوہ اور میری آنکھوں کا نور ہے۔

مجھے اللہ تعالیٰ نے آگاہ کیا ہے کہ اُمت کا ایک گروہ بہت جلد اسے قتل کر دے گا۔ اس کے قتل کے بعد بھی جو اس کی قبر کی زیارت کرے گا خداوند عالم میرے بجالائے ہوئے حجوں میں سے ایک حج کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھ دے گا۔

حضرت عائشہ نے تعجب سے پوچھا: یا رسولؐ اللہ! کیا آپؐ کے حجوں میں سے ایک حج؟ آپؐ نے فرمایا: "میرے حجوں میں سے دو حج"۔ پھر حضرت عائشہ نے تعجب سے پوچھا: یا رسولؐ اللہ! کیا آپؐ کے حجوں میں سے دو حج؟ آپؐ نے فرمایا: "ہاں چار حج"۔

حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جیسے جیسے حضرت عائشہ تعجب سے سوال کی تکرار کرتی جاتیں، رسول اکرمؐ حجوں کی تعداد میں دُگنا اضافہ کرتے جاتے، یہاں تک کہ رسالتمابؐ اپنے بجالائے ہوئے نوے (۹۰) حج اور عمروں کی تعداد پر پہنچے۔

امیر المومنین حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی عزاداری

ابنِ عباسؓ کا بیان ہے کہ حضرت علی علیہ السلام جنگ صفین کیلئے جا رہے تھے کہ

آپؑ کا گزر کربلا سے ہوا۔ حضرتؑ سرزمین کربلا پر رُک گئے اور آپؑ نے فرمایا:

اے ابنِ عباسؓ! کیا تم اس سرزمین کو پہچانتے ہو؟ میں نے عرض کیا: مولاؑ! مجھے کوئی پہچان نہیں ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اگر تو میری طرح پہچانتا ہوتا تو بغیر روئے اس سرزمین سے نہ گزرتا۔ پھر آپؑ اس قدر روئے کہ آپؑ کے آنسو زمین پر بہہ گئے اور آپؑ نے ایک عزادار کی طرح کہا: آہ آہ، آلِ ابوسفیان کا ہمارے ساتھ کیا واسطہ؟ آل حرب کے ساتھ ہمارا کیا تعلق؟ اے ابوعبداللہؑ! صبر کرنا، تمہارا باپ ان لوگوں کو اسی آنکھ سے دیکھ رہا ہے جو تم دیکھ رہے ہوگے۔ اس کے بعد امامؑ نے کچھ اور ارشاد فرمایا اور امام حسینؑ کی مقتل گاہ پر سخت گریہ کیا۔ (نفس المہموم ص ۴۴)

حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام کی عزاداری

ابوعمارہ کہتے ہیں کہ جب اِمام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے حضرت اِباعبداللہ الحسینؑ کا نام لیا جاتا تو رات تک آپؑ کو ہنستے مسکراتے ہوئے نہ دیکھا جاتا اور آپؑ فرماتے تھے:

اَلْحُسَيْنُ عِبْرَةُ كُلِّ مُؤمِنٍ

''حسینؑ ہر مومن کیلئے رونے کا سبب ہیں''۔

ابوہارون مکفوف کا اِمام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے مظلوم کربلا اور آپؑ کے یار و انصار کے غم میں مرثیہ پڑھنا اور اِمام جعفر صادق علیہ السلام کا سخت گریہ کرنا۔ اسی طرح روز عاشور اِمام رضا علیہ السلام کا اپنے جد بزرگوار حضرت اِمام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے باوفا ساتھیوں کے غم میں مجلسِ عزا کا اہتمام کرنا اور اس مجلس میں دعبل خزاعی کا مرثیہ پڑھنا اور اِمام رضا علیہ السلام کا پھوٹ پھوٹ کر رونا ...... یہ تمام واقعات دلالت کرتے ہیں کہ پہلی صدی اور دوسری صدی ہی میں سید الشہداءؑ اور دوسرے شہدائے کربلا کی یاد میں...... عزاداری ...... کامل رواج پا چکی تھی اور آغازِ اسلام میں ہی مذہبی شعار کے طور پر منائی جاتی تھی۔

معصومین علیہم السلام کا "امر" کیسے زندہ ہوتا ہے؟ معرفت اور معصومینؑ کے حق سے کیا مراد ہے؟

غمِ اہلِ بیتؑ پر رونے والا حقِ معصومینؑ ادا کرتا ہے

کامل الزیارات ص ۱۶۹ پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

''غمِ حسین علیہ السلام میں بہنے والا آنسو اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔
اس غم میں رونے والا حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے حق کو
ادا کرتا ہے اور غمِ حسینؑ میں رو کر ان کی مدد کرتا ہے اور پیغمبر اکرم صلی
اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حق کو ادا کرتا ہے اور ہم آئمہ طاہرین علیہم السلام
کے حق کو ادا کرتا ہے۔ اگر رونے والے کو اس کے اجر کا علم ہوتا تو خوشی
سے اس کا قلب پھٹ جاتا۔ روزِ محشر عرش کے سائے میں رونے والے
حضرت امام حسینؑ سے باتیں کرتے ہوں گے۔''

حضرت امام علی رضاؑ ارشاد فرماتے ہیں

بحار الانوار، ج ا ص ۱۹۹ پر علی ابنِ حسن فضال، حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص کسی ایسی مجلس میں بیٹھے کہ جس میں ہمارے فضائل اور ہماری
احادیث کا ذکر ہو تو قیامت کے دن اس کا دل زندہ ہوگا، جب کہ اس
دن ہر دل مُردہ ہوگا''۔

ہمارے علوم کو حاصل کر کے پھیلاؤ

عبدالسلام بن صالح حروی حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: ''خدا اپنے اس بندہ پر رحم فرمائے گا جو ہمارے ''امر'' کا احیاء کرتا ہے''۔

راوی نے دریافت کیا: مولاؑ! آپؑ کا ''امر'' کیسے زندہ ہوتا ہے؟

آپؑ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

''ہمارے علوم کو حاصل کرو اور لوگوں کو سکھاؤ یقیناً جب لوگ ہمارے

معصومین علیہم السلام کا "امر" کیسے زندہ ہوتا ہے؟

معرفت اور معصومینؑ کے حق سے کیا مراد ہے؟

حق معصومین علیہم السلام کیا ہے؟

اب ہم ایک مختصر سا جائزہ لیتے ہیں کہ حق معصومؑ کیا ہے؟ ہمارے ہاں یہ المیہ ہے کہ کتب کا ترجمہ کرنے والے اکثر حضرات اپنے قارئین کے لئے ترجمہ کرتے وقت ان کی اکثر ذہنی صلاحیتوں سے ہٹ کر اپنا نکتہ نظر معصومین علیہم السلام کی احادیث کی آڑ میں اتنے مشکل الفاظ میں لکھتے ہیں کہ سادہ قاری مترجم کے علم سے خوفزدہ ہو جاتا ہے اور آگاہی حاصل نہیں کر سکتا۔

کچھ عزاداری پر نکتہ چینی کرنے والے بار بار، ان کی معرفت اور حق کا ذکر کر کر کے ذہنی طور پر تھکا دیتے ہیں مگر یہ نہیں بتاتے کہ معصومینؑ کا حق اور امر کیا ہے؟ ہم اس کی سادہ سی تعریف کرتے ہیں جسے آسانی سے سمجھا جا سکے۔

زیارات و معرفت میں حق معصومینؑ کیا ہے؟

مراجع عظام اور علمائے کرام نے حضرات معصومین علیہم السلام سے جو نقل فرمایا وہ یہ ہے کہ جس معصوم علیہ السلام کی آپ زیارت پر جائیں تو آپ کو یہ آگاہی ہو کہ ان کا اسم مبارک کیا ہے؟ ان کے والد گرامی کون تھے؟ ان کے عہد کے واقعات کیا تھے؟ ان کی زندگی کیسے گزری؟ ان کو اگر شہید کیا گیا تو قاتل کون تھے؟ اُن کے دوست کون تھے؟ ان کے دُشمن کون تھے؟ اُنہوں نے ہمارے لئے کیا ارشاد فرمایا؟ کیا ہم ان کے دوستوں سے محبت اور دُشمنوں سے نفرت کرتے ہیں؟ اور یہ دونوں باتیں ہم پر واجب ہیں۔ اس کے بارے میں ہم واضح طور پر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی حدیث مبارک نقل کرتے ہیں۔

ہمارا ذکر کرنا، ہمارے امر کو زندہ کرنے کے مترادف ہے

حضرت اِمام محمد باقر علیہ السلام کے اس ارشاد مبارک کو آیت اللہ سید عبدالرزاق المقرم النجفیؒ نے مقتل اِمام حسینؑ ص ۹۹ پر لکھا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''جب بھی تم کہیں جمع ہو، ہمارا ذکر کرو، یہ ہمارے امر کو زندہ کرنے کے مترادف ہے۔ ہمارے بعد سب سے بہترین وہ لوگ ہیں جو ہمارا ذکر کرتے ہیں اور لوگوں کو ہمارے ذکر کی دعوت دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحم فرمائے گا جو دوسروں کے ساتھ اکٹھا ہو کر ہمارے ''امر'' کے بارے میں گفتگو کریں۔

جب ایسے دو افراد جمع ہو کر بیٹھتے ہیں تو اس محفل میں تیسری ہستی ایک فرشتہ کی ہوتی ہے جو، ان کے لئے استغفار کرتا ہے اور جب اشخاص اکٹھے ہو کر بیٹھتے ہیں اور ہمارا ذکر کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان دو افراد کے بارے میں فخر و مباہات فرماتا ہے۔''

ہمارے فضائل بیان کرنے میں کوتاہی نہ کرو

اب ہم حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث مبارک لکھنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، جس میں معصومین علیہم السلام کے ''امر'' کے بارے میں آپؑ وضاحت فرماتے ہیں۔

یہ حدیث مبارکہ علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ بحارالانوار، ج ۲ ص ۱۵۱ پر نقل کرتے ہیں کہ حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

''ہمارے فضائل بیان کرو اور اس میں کوتاہی نہ کرو، اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے گا جو ہمارے ''امر'' کو زندہ کرے۔''

غمِ اہلِ بیتؑ پر رونے والا حقِ معصومینؑ ادا کرتا ہے

کامل الزیارات ص ۱۶۹ پر حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

''غمِ حسین علیہ السلام میں بہنے والا آنسو اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ اس غم میں رونے والا حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے حق کو ادا کرتا ہے اور غمِ حسینؑ میں رو کر ان کی مدد کرتا ہے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق کو ادا کرتا ہے اور ہم آئمہ طاہرین علیہم السلام کے حق کو ادا کرتا ہے۔ اگر رونے والے کو اس کے اجر کا علم ہوتا تو خوشی سے اس کا قلب پھٹ جاتا۔ روزِ محشر عرش کے سائے میں رونے والے حضرت اِمام حسینؑ سے باتیں کرتے ہوں گے۔''

حضرت اِمام علی رضاؑ ارشاد فرماتے ہیں

بحارالانوار، ج ۱ص ۱۹۹ پر علی ابنِ حسن فضال، حضرت اِمام علی رضا علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص کسی ایسی مجلس میں بیٹھے کہ جس میں ہمارے فضائل اور ہماری احادیث کا ذکر ہو تو قیامت کے دن اس کا دل زندہ ہوگا، جب کہ اس دن ہر دل مُردہ ہوگا''۔

ہمارے علوم کو حاصل کر کے پھیلاؤ

عبدالسلام بن صالح حروی حضرت اِمام علی رضا علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: ''خدا اپنے اس بندہ پر رحم فرمائے گا جو ہمارے ''امر'' کا احیاء کرتا ہے''۔

راوی نے دریافت کیا: مولاؑ! آپؑ کا ''امر'' کیسے زندہ ہوتا ہے؟

آپؑ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

''ہمارے علوم کو حاصل کرو اور لوگوں کو سکھاؤ یقیناً جب لوگ ہمارے

کلام کی خوبی کو دیکھیں گے اور سمجھیں گے تو ہماری پیروی کریں گے۔" (جامع احادیث شیعہ، ج۱،ص ۲۳۸)

اپنے اشعار سے ہمارے امر کی تائید کرتے رہو

حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام کے دور اور اس کے بعد کے ادوار میں بھی، قصائد والوں اور اِمامؑ کی مصیبت پر مرثیہ کہنے والوں کی خاص حوصلہ افزائی فرمائی جاتی تھی، تا کہ ذکر آئمہ معصومینؑ زندہ رہے۔ چنانچہ حضرت اِمام علی رضا علیہ السلام کمیت اسدی سے فرماتے ہیں:

"جب تک اپنے اشعار سے تم ہماری (ہمارے امر کی) تائید کرتے رہو گے خداوند عالم رُوح القدس کے ذریعہ تمہاری مدد کرتا رہے گا۔" (مقتل حسینؑ از عبدالرزاق مقرم،ص۱۲۰)

ایک اور مقام پر حضرت اِمام علی رضا علیہُ السلام دعبل خزاعی سے فرماتے ہیں:

"تم ہمارے ناصر و مددگار رہو، حضرت اِمام حسین علیہ السلام کے حق میں مرثیہ کہو اور ہماری نصرت میں کوتاہی نہ برتو۔"

حوالوں کیلئے ایک وضاحت

مندرجہ بالا معصومین علیہم السلام کی احادیث کو ہم نے "عزاداری کیوں؟" طبع کراچی کے ص۲۶، ۲۷، ۳۶ سے نقل کیا ہے۔

o......o......o

اِمام حسینؑ کی حُرؒ سے ملاقات اور دو خطبات

حضرت اِمام حسین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ میری لشکرِ حُرؒ سے کی گئی گفتگو کو لوگوں میں عام کرو، اس لئے ہم تبرکاً کتاب کا آغاز ہی اس گفتگو سے کر رہے ہیں:

حُرؒ کو گلے لگا لیا کس اعتماد سے
شبیرؑ ہے کہ داورِ یوم الحساب ہے
(اخترؒ چنیوٹی)

حسینؑ مانگتے ہیں ایک رات کی مہلت
یہ سوچ کر کہ ابھی حُرؒ اضطراب میں ہے
(اثر ترابی)

حُرؒ رِیاحی اور حضرت اِمام حسین علیہ السلام

حضرت اِمام حسینؑ بطنِ عقبہ سے چلے یہاں تک کہ منزلِ شراف میں جا اُترے۔ جب صبح ہوئی تو اپنے نوجوانوں کو زیادہ سے زیادہ پانی بھر لینے کا حکم دیا۔ پھر دوپہر تک وہاں سے چلے، وہ چل ہی رہے تھے کہ آپؑ کے اصحاب میں سے ایک شخص نے تکبیر کی آواز بلند کی۔

اس پر حضرت اِمام حسینؑ نے فرمایا: اللہ بزرگ ہی ہے لیکن تو نے تکبیر کیوں کہی؟ وہ کہنے لگا: مجھے کھجور کے درخت نظر آتے ہیں۔ آپؑ کے دوسرے اصحاب کہنے لگے کہ ہم نے تو یہاں کبھی کھجور کے درخت نہیں دیکھے۔

اس پر اِمام حسینؑ نے ان سے فرمایا: ''تمہیں کیا نظر آتا ہے؟''

انہوں نے عرض کیا: خدا کی قسم! ہم گھوڑوں کے کان دیکھ رہے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں بھی یہی دیکھ رہا ہوں''۔ پھر آپؑ نے دریافت کیا: ''کیا ہمارے لئے پناہ لینے کی کوئی جگہ ہے؟ جسے ہم اپنی پشت کی جانب قرار دیں اور اس قوم کا سامنا صرف ایک جانب سے کریں''۔ ہم نے عرض کیا: آپؑ کے پہلو میں یہ ذوحسم نامی پہاڑ ہے، آپؑ بائیں طرف سے اس کی طرف مڑ جائیں اور اگر آپؑ ان سے پہلے اس تک پہنچ گئے تو آپؑ کی مراد حاصل ہو جائے گی۔ چنانچہ آپؑ بائیں طرف مڑ گئے اور ہم بھی اسی طرف ہو گئے۔ ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ہمیں گھوڑوں کی گردنیں نظر آنے لگیں۔ جب ہم راستہ چھوڑ کر مڑے تو وہ بھی ہماری طرف مڑ گئے۔ (ایسا معلوم ہوتا تھا) گویا ان کے نیزے کھجوروں کے تنے اور ان کے عَلَم، پرندوں کے پَر تھے۔

ہم ان سے پہلے ذوحسم پہاڑ کے پاس پہنچ گئے اور امام حسینؑ کے حکم کے مطابق خیمے نصب کئے گئے اور وہ گروہ جو تقریباً ایک ہزار افراد پر مشتمل تھا حُرؓ بن یزید تمیمی کے ساتھ آیا۔ وہ اور ان کے گھوڑے دوپہر کی گرمی میں امام حسینؑ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ امام حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب نے عمامے پہن رکھے تھے اور تلواریں گلے میں لٹکائے ہوئے تھے۔

حضرت امام حسینؑ نے فرمایا: ''ان لوگوں کو پانی پلاؤ اور سیراب کرو اور ان کے گھوڑوں کو بھی تھوڑا تھوڑا کر کے پانی پلاؤ تا کہ وہ سیر ہو جائیں''۔

حضرت امام حسینؑ کے جوان آگے بڑھے۔ وہ بڑے بڑے پیالے اور طشت پانی سے بھرتے، پھر انہیں گھوڑوں کے قریب لے جاتے۔ جب ایک گھوڑا تین، چار، یا پانچ مرتبہ پانی پی لیتا تو پھر دوسرے گھوڑے کو پلاتے یہاں تک کہ سب گھوڑوں کو پانی پلایا۔

علی بن طعان محاربی کہتا ہے: میں اس دن حُرؓ کے ساتھ تھا اور اس کے ساتھیوں میں سے سب سے آخر میں پہنچا تھا۔ جب امام حسینؑ نے مجھے اور میرے گھوڑے کو پیاسا دیکھا تو آپؑ نے فرمایا: ''راویہ کو بٹھاؤ''۔ اور میرے نزدیک راویہ کا معنی مشکیزہ تھا، اور پھر فرمایا: ''اے بھتیجے اونٹ کو بٹھاؤ''۔ میں نے اسے بٹھایا۔ پھر فرمایا: پانی پی لو۔ جب میں پانی

پینے لگا تو پانی مشکیزہ سے گرنے لگا۔

آپؑ نے فرمایا: "مشک کو ٹیڑھا کرو"۔ لیکن میں نہ سمجھ سکا کہ کیا کروں؟ آپؑ نے اُٹھ کر مشک کو ٹیڑھا کیا اور میں نے خود بھی پانی پیا اور اپنے گھوڑے کو بھی پلایا۔

حُرؓ بن یزید، قادسیہ کی طرف سے آیا تھا چونکہ عبیداللہ بن زیاد ملعون نے حصین بن نمیر ملعون کو بھیجا تھا اور اسے حکم دیا تھا کہ وہ قادسیہ میں پڑاؤ کرے اور اس نے حُرؓ کو ایک ہزار سواروں کے ساتھ آگے بھیجا تھا کہ وہ ان کے ساتھ اِمام حسینؑ کا راستہ روکے۔ حُرؓ، اِمام حسینؑ کے مقابل کھڑا رہا۔ جب نماز ظہر کا وقت آیا تو اِمام حسینؑ نے حجاج بن مسروق سے اذان کہنے کو کہا۔ جب نماز کی اقامت کا وقت آیا تو اِمام حسینؑ تہ بند باندھے، ردا اوڑھے اور جوتا پہنے ہوئے باہر آئے، آپؑ نے اللہ کی حمد وثناء کی پھر فرمایا:

"اے لوگو! میں تمہارے پاس اس وقت تک نہیں آیا جب تک تمہارے خطوط اور قاصد میرے پاس تمہارے یہ پیغام لے کر نہیں پہنچے "آپؑ ہمارے پاس آئیں، بے شک ہمارا کوئی اِمام و پیشوا نہیں، شاید آپؑ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت اور حق پر جمع کردے"۔

پھر فرزند رسولؐ نے ارشاد فرمایا:

"اگر تم لوگ اس وعدے پر قائم ہو تو میں آ گیا ہوں، اپنے عہد و میثاق کو اس طرح پورا کرو کہ میں مطمئن ہو جاؤں اور اگر تم یہ نہیں کرتے اور تمہیں میرا آنا ناپسند ہے تو میں اُسی جگہ واپس چلا جاتا ہوں جہاں سے تمہارے پاس آیا ہوں۔"

یہ خطاب سن کر وہ سب خاموش رہے اور ان میں سے کسی ایک نے بھی ایک جملہ تک نہ کہا۔ آپؑ نے موذّن سے کہا: "اقامت کہو"۔ جب آپؑ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو آپؑ نے حُرؓ سے کہا: "تم اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھنا چاہتے ہو؟" اس نے کہا: نہیں! بلکہ آپؑ نماز پڑھائیں، ہم آپؑ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ لہٰذا حضرت اِمام حسینؑ نے نماز

پڑھائی اور پھر آپؑ خیمہ میں واپس چلے گئے اور آپؑ کے اصحاب آپؑ کے پاس جمع ہو گئے، حُرؒ بھی اپنی جگہ کی طرف چلا گیا جہاں وہ ٹھہرا ہوا تھا اور اس خیمہ میں داخل ہوا جو اس کے لئے نصب کیا گیا تھا۔ اس کے پاس بھی اس کے ساتھیوں کی ایک جماعت جمع ہوئی اور باقی لوگ اپنی صفوں کی طرف مُڑ گئے اور دوبارہ انہوں نے صف بندی کر لی۔ پھر ہر شخص اپنے گھوڑے کی لگام پکڑ کر اس کے سائے میں بیٹھ گیا۔ عصر کے وقت حضرت اِمام حسینؑ نے کوچ کے لئے تیاری کا حکم دیا۔ پھر آپؑ نے اپنے موذّن کو کہا: اس جس نے نماز عصر کے لئے اذان دی اور اقامت کہی اور حضرت اِمام حسینؑ آگے آ کر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھائی۔ پھر آپؑ نے سلام پڑھ کر رُخِ اقدس ان کی جانب کیا اور فرمایا:

"اللہ سے ڈرو اور حق دار کا حق پہچانو۔ یہ چیز اللہ کو تم سے زیادہ قریب کر دے گی۔ ہم اہلِ بیتؑ محمدؐ ہیں اور تم پر ولایت امر کے ان لوگوں سے زیادہ حق دار ہیں جو اس کے دعویدار بن گئے ہیں، جن کی یہ چیز نہیں، جو تم میں ظلم و جور اور حق سے تجاوز کر کے چل رہے ہیں اور اگر تم انکار کرتے ہو مگر ہماری ناپسندیدگی کا اور ہمارے حق سے جاہل ہونے کا تو اس وقت تمہاری رائے اس کے خلاف ہے جس پر تمہارے خطوط اور تمہارے نمائندے میرے پاس پہنچے ہیں تو میں تمہارے ہاں سے واپس چلا جاتا ہوں"۔ (احسن المقال، تالیف محدث الشیخ عباس قمی علیہ الرحمہ ترجمہ منتہیٰ الاعمال ج اول ترجمہ علامہ سید صفدر حسین نجفیؒ ص ۳۹۷۔ ارشاد ص ۲۴۶۔ نفس المہموم مترجم ص ۲۷۹۔ مقتل اللہوف تالیف سید ابنِ طاؤسؒ مترجم طبع لاہور ادارہ منہاج الصالحین ص ۴۶ تا ۴۷)

○......○......○

حضرت اِمام حسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت

- آپؑ کا اسم مبارک الٰہی وحی کے ذریعہ رکھا گیا۔
- ولادت سے پہلے اِمام حسینؑ کا خود گریہ کرنا۔
- حضرت سیدہ فاطمۃ زہرا سلام اللہ علیہا کا گریہ کرنا۔
- آپؑ کی ولادت کے بعد پیغمبر اکرمؐ اور ملائکہ کا گریہ۔

جب خیر و شر میں وقت تفریق ہو گئی
بے ساختہ حسینؑ کی تخلیق ہو گئی
(عبدالحمید عدمؔ)

آپؑ کی ولادت تین شعبان کو ہوئی...... اِمام حسن عسکریؑ

نفس المہموم کے ص ۲۱ پر رئیس المحدثین شیخ عباس قمی علیہ الرحمہ نے شیخ طوسی علیہ الرحمہ کی کتاب مصباح کے حوالے سے لکھا ہے کہ قاسم بن علاء ہمدانی کو حضرت ابو محمد اِمام حسن عسکری علیہ السلام کی طرف سے توقیع مبارک (خط مبارک) میں لکھا، ملا آپؑ نے تحریر فرمایا تھا:

"ہمارے آقا و سردار اِمام حسینؑ بن اِمام علیؑ بن ابی طالبؑ کی جمعرات کے دن تین شعبان ۴ ہجری کو ولادت باسعادت ہوئی۔ لہٰذا اُس دن روزہ رکھو اور یہ دُعا پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ بِحَقِّ الۡمَوۡلُوۡدِ فِیۡ ھٰذَا الۡیَوۡمِ۔"

اسی دُعا میں یہ بھی لکھا ہے:

"فُطرس نے تو ان کے گہوارہ سے پناہ لی اور ہم ان کے بعد ان کی قبرِ اطہر سے پناہ لیتے ہیں"۔

پیغمبر اکرمؐ نے اِمام حسینؑ کا نام اللہ کے حکم کے تحت رکھا

حضرت اِمام حسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے بعد حضرت سیدۃ النساء العالمین سلام اللہ علیہا نے نام رکھنے کیلئے مولود مسعود کو بارگاہ حضرت امیر المومنین علیؑ ابنِ ابی طالبؑ میں پیش کیا۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا سے فرمایا: میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سبقت نہیں کرسکتا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو ہر دو عصمت نواز ہستیوں نے نومولود کا اسمِ مبارک رکھنے کی استدعا کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میں اپنے رب جلیل پر سبقت نہیں کرسکتا"۔

اسی دوران حضرت جبرئیل امین علیہ السلام حاضر ہوئے اور ان ہستیوں کی بارگاہ میں درود وسلام کا نذرانہ پیش کرنے کے بعد کہا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"چونکہ حضرت علی علیہ السلام کو آپؐ کی ذات مبارک سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی لہٰذا اُن کے بیٹے والا نام رکھیں، ان کے فرزند گرامی کا نام "شبیرؑ" تھا آپؐ عربی میں مولود کا نام "حسینؑ" رکھیں"۔

چنانچہ امرِ ربی کے تحت آپؐ نے اس مولود کا نام "حسینؑ" رکھا۔ واضح رہے کہ اِمام حسن علیہ السلام کا نام تجویز کرتے وقت بھی ایسی ہی کیفیت پیدا ہوئی تھی۔ (امالی شیخ صدوق علیہ الرحمہ ص ۸۲ طبع قم المقدسہ، ناسخ التواریخ ج ۶، عاشر بحار ص ۶۷، ۶۸، الدمۃ الساکبہ ص ۲۶۲، اسد الغابہ ج ۲، ص ۱۱، سعادت الدارین طبع دوم ص ۳۸، نقوش عصمت، علامہ ذیشان حیدر

جوادی ص ۲۵۶، شہید انسانیت، علامہ سید علی نقی، ص ۶۹، احسن القال تالیف محدث شیخ عباس قمی، ترجمہ علامہ سید صفدر حسین نجفی" ج اول، ص ۳۴۸، سیرت آئمہ اہلِ بیتؑ، تالیف ہاشم معروف حسنی (لبنان) ج ۲ مترجم ص ۹، لہوف تالیف سید ابن طاؤس (وفات ۶۶۴، مترجم طبع سرگودھا ص ۹)

ولادت اِمام حسینؑ سے پہلے سیدہ زہراؑ کا گریہ فرمانا

بوقت ولادت اِمام حسینؑ جب حضرت جبرئیلؑ مبارکباد کے ساتھ شہادت کی خبر بھی لائے تو پیغمبر اکرمؐ درِ دولتِ عصمت پر مبارکباد کے لئے تشریف لائے، پس رو دیئے اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے دریافت کرنے پر حضرت جبرئیلؑ کی زبانی واقعات کربلا میں سے بعض کا ذکر فرمایا تو بی بی پاکؑ نے از حد گریہ کیا۔

ایک واعظ نے بھی ایک واقعہ بیان کیا تھا کہ امیرالمومنینؑ ایک رات قبر بتولؑ پر شب جمعہ تشریف لائے اور وہیں قبر پر سر رکھ کر سو گئے تو عالم خواب میں بی بیؑ کو روتے ہوئے دیکھا...... جب ان کے گریہ کا سبب دریافت کیا تو بی بیؑ نے جواب دیا کہ میرا حسینؑ پیاسا ہے جا کر اُسے پانی دیجئے، چنانچہ آپؑ فوراً گھر تشریف لائے تو دیکھا حسینؑ اپنے بستر پر پانی مانگ رہے ہیں۔ پس آپؑ نے پانی پلایا اور وہ سو گئے۔

اِمامِ مظلومؑ کی مادرِ طاہرہؑ ہر روز گریہ کرتی ہیں

اُستاد العلماء علامہ محمد باقر چکڑالوی مجالس المرضیہ کے ص ۱۶۰، ۱۶۱ پر لکھتے ہیں:

> "مولائے مظلومؑ کی عزاداری جناب فاطمہ زہراؑ نے بپا کی ہے۔ اس کی برابری نہیں ہو سکتی، بلکہ آج تک محوِ گریہ ہیں۔ منقول ہے کہ قبر میں بھی چین سے نہیں بلکہ حضرت حسن مجتبیٰؑ کی زہر آلود قمیض ایک کندھے پر اور حضرت حسینؑ کا خون آلودہ کُرتہ دوسرے کندھے پر رکھ کر کبھی بیٹھ جاتی ہیں اور کبھی کھڑی ہو جاتی ہیں اور اپنے باباؐ کی قبر کی طرف منہ کر کے فریاد کرتی ہیں۔"

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بی بیؑ نے ہر اُس مقام پر گریہ کیا ہے جہاں جہاں ان کی اولاد کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا۔ پس کربلا میں روئیں، کوفہ کے بازاروں میں روئیں، خولی کے تنور پر آ کر ماتم کیا، دروازۂ شام کے پاس روتی رہیں، حتیٰ کہ ایک دفعہ داروغۂ زندان نے حضرت اِمام علی ابنِ الحسینؑ سے عرض کیا: رات کو مکان کا دروازہ بند کرنے سے پہلے بیبیوں اور بچوں کو سنبھال لیا کریں کیونکہ میں چند راتوں سے سنتا ہوں کہ دروازہ کے پاس ایک بی بی ساری رات روتی ہے۔ آپؑ نے رو کر جواب دیا کہ اے داروغہ! وہ میری دادی سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا ہیں جو ہر وقت اپنی اولاد کی مظلومی پر آنسو بہاتی ہیں۔

اِمام حسین علیہ السلام ولادت سے پہلے خود اپنے مصائب بیان کرتے تھے

استادالعلماء علامہ محمد باقر اعلی اللہ مقامہ کا مجالس المرضیہ کے ص ۱۸۱ پر بیان ہے:
جناب بتول معظمہؑ کا اِمام حسینؑ کے غم میں رونا اس وقت سے ہے جب سے اِمامؑ شکم اطہر میں تھے۔ چنانچہ میں نے ایک روایت میں دیکھا ہے کہ بعض اوقات آپؑ کے شکم اطہر سے آواز آتی تھی: ''میں لباس سے محروم ہوں'' اور کسی وقت آواز آتی تھی: ''میں پیاسا ہوں، میں پائمال ہو چکا ہوں''۔ جب مخدومۂ طاہرہؑ اپنے باپ رسالتمآبؐ سے یہ حقیقت بیان کرتی تھیں تو حضرت رسولؐ اللہ بھی روتے تھے اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؑ بھی رویا کرتی تھیں۔

رسولؐ اللہ کا ولادت اِمام حسینؑ پر گریہ کرنا

حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلبؑ فرماتی ہیں کہ جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت اِمام حسین علیہ السلام کی ولادت با سعادت کی خبر ملی تو آپؐ حضرت سیدۃ النساء العالمین سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لے گئے اور کہا کہ میرے بیٹے کو لاؤ...... میں نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! ابھی تک تو ہم نے مولود کو پاک وصاف نہیں کیا۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آپؓ اسے کیا پاک کریں گی؟ اسے تو اللہ عزوجل نے پاک و پاکیزہ پیدا کیا ہے۔ جب حضرت اِمام حسین علیہ السلام کو بارگاہِ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں

پیش کیا گیا تو رسول اللہؐ نے اُن کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور اپنے دہنِ اطہر کے مُقدس لعاب کی گھٹی دی۔ (امالی شیخ صدوق علیہ الرحمہ ص ۸۳، طبع ادارہ منہاج الصالحین لاہور، الدمعۃ الساکبہ ص ۲۶۱، عاشر بحار ص ۶۹، نفس المہموم ترجمہ علامہ صفدر حسین نجفیؒ، ص ۱۹، سعادت الدارین طبع دوم ص ۳۷)

سید الشہداء حضرت اِمام حسینؑ سے ملائکہ کی وابستگی

جب حضرت اِمام حسینؑ پیدا ہوئے تو حضرت جبرئیلؑ ایک ہزار فرشتوں کو لے کر نبی اکرمؐ کی خدمت میں مبارک باد دینے کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت سیدہ زہراءؑ اپنے فرزند کو اپنے والد گرامی رسول اکرمؐ کی خدمت میں لائیں تو آنحضرتؐ ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور ان کا نام ''حسینؑ'' رکھا۔ (لہوف سید ابنِ طاؤس ص ۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گریہ کرنا

ام الفضل راوی ہے کہ ایک دن میں نے دیکھا کہ حضرت اِمام حسینؑ، حضرت رسولِ خداؐ کی گود میں ہیں اور نبی اکرمؐ گریہ فرما رہے ہیں۔ میں نے گریہ کی وجہ پوچھی تو آنحضرتؐ نے فرمایا: ''کچھ دیر پہلے جبرئیلؑ آئے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ میری اُمت میرے اس فرزند کو شہید کر دے گی''۔ (لہوف ص ۱۰)

بارہ ہزار فرشتے نازل ہوئے

علمائے محدثین سے منقول ہے کہ جب حضرت اِمام حسینؑ ایک سال کے ہوئے تو پیغمبر اکرمؐ پر، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بارہ ہزار فرشتے نازل ہوئے، جن کے چہرے سرخ تھے اور ان کے پَر و بال کھلے ہوئے تھے۔ انہوں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! وہی ظلم وستم جو قابیل نے حضرت ہابیلؑ پر کیا تھا آپؐ کے فرزند حسینؑ پر بھی کیا جائے گا اور جس طرح حضرت ہابیلؑ کو اس کا اجر دیا گیا اسی طرح آپؐ کے فرزند حسینؑ کو بھی اجر دیا جائے گا اور حسینؑ کے

قاتلوں کو وہی عذاب دیا جائے گا جو حضرت ہابیلؑ کے قاتل کو ملے گا۔ (لہوف ص ۱۰)

مقرب ملائکہ کی حاضری

اسی اثناء میں آسمانوں کے تمام مُقرب فرشتے نبی اکرمؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر آپؐ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور حضرت اِمام حسینؑ کی شہادت کی خبر پر رسول اکرمؐ کی خدمت میں تعزیت پیش کی اور وہ مقام جو اللہ تعالیٰ نے شہادت کے عوض میں حضرت اِمام حسینؑ کو عطا فرمایا اس کی خبر پہنچائی اور حسینؑ کی قبر کی مٹی رسول اکرمؐ کی خدمت میں پیش کی۔
نبی اکرمؐ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: ''اے اللہ! جس نے میرے فرزند حسینؑ کو اذیت پہنچائی اسے ذلیل و خوار کر اور اسے قتل کر جو میرے فرزند حسینؑ کو قتل کرے اور اس کے قاتل کو اپنے مقصد (دُنیا و آخرت) میں کامیاب نہ فرما''۔ (لہوف ص ۱۱)

صلصائیل کی معافی

عاشر بحار، ج ۷ ص ۶۹ الدمعۃ الساکبہ ج ۲ مترجم ۱۸ پر یہ روایت درج ہے کہ بحار میں مفضل نے حضرت اِمام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ صلصائیل ایک فرشتہ تھا اللہ تعالیٰ نے اسے کسی کام پر مامور کیا۔ اس نے ذرا سی دیر کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے تمام پَر سلب کر لئے اور ایک جزیرہ میں ڈال دیا۔ جب جبرئیلؑ اِمام حسینؑ کی ولادت کے پانچویں دن مبارک کے لئے آ رہا تھا تو صلصائیل نے ملائکہ سے نزول کی وجہ پوچھی۔ ملائکہ نے وجہ بتائی۔ صلصائیل نے حضرت جبرئیلؑ سے کہا: میری طرف سے بھی پیغمبر اکرمؐ کو مبارک باد دے کر التجاء کرنا کہ وہ ذات احدیت سے میری معافی کی درخواست کریں۔
جبرئیلؑ نے حضرت رسولؐ اللہ کو مبارک باد دے کر صلصائیل کے لئے دُعا کی درخواست کی۔ آپؐ نے اِمام حسینؑ کو ہاتھوں پر اُٹھایا اور قبلہ رُخ ہوئے اور عرض کیا: ''اے اللہ! تجھے میرے بیٹے حسینؑ کا واسطہ صلصائیل کو معاف کر دے''۔ اللہ تعالیٰ نے اس ملک کو معاف کر دیا اور اسے پَر و بال عنایت فرما کر دوبارہ اس کا مقام دے دیا۔

حضرت جبرئیلؑ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نواسے کی نعمت عطا کی ہے۔ فطرس نے کہا: مجھے بھی مبارک باد دینے کے لئے ساتھ لے چلیں، میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دُعا کی گزارش کروں گا۔

جب سب بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچے تو حضرت جبرئیلؑ نے آپؐ سے فطرس کا ذکر کیا۔ فطرس کو بُلایا گیا تو اس نے دُعا کی درخواست کی۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُعا فرمائی اور کہا کہ اس مولود سے اپنے آپ کو مَس کرو اور اپنے مقام پر واپس چلو۔ فطرس نے حضرت اِمام حسینؑ سے اپنے آپ کو مَس کیا تو اُسے شفا مل گئی اور وہ اپنے مقام کی طرف پرواز کر گئے۔

فُطرس نے اپنے مقام کی طرف جاتے ہوئے کہا: "یا رسولؐ اللہ! آپؐ کے اس فرزند کو آپؐ کی اُمت کے شقی اور ظالم لوگ شہید کریں گے"۔

آپؐ کی دُعا اور اس مولود سے مَس ہونے پر جو مجھے شفا ملی ہے اس نیکی کا بدلہ مجھ پر واجب ہے اور وہ یہ ہے کہ جو بھی آپؐ کے اس نواسے کی شہادت کے بعد ان کی قبرِ اطہر کی زیارت کرے گا میں ان پر درود پڑھوں گا اور اس زائر کی زیارت کو اِمام حسینؑ کی بارگاہ میں پہنچاؤں گا۔

o.....o.....o

قاتلوں کو وہی عذاب دیا جائے گا جو حضرت ہابیلؑ کے قاتل کو ملے گا۔ (لہوف ص ۱۰)

مقرب ملائکہ کی حاضری

اسی اثناء میں آسمانوں کے تمام مُقرب فرشتے نبی اکرمؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر آپؐ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور حضرت اِمام حسینؑ کی شہادت کی خبر پر رسول اکرمؐ کی خدمت میں تعزیت پیش کی اور وہ مقام جو اللہ تعالیٰ نے شہادت کے عوض میں حضرت اِمام حسینؑ کو عطا فرمایا اس کی خبر پہنچائی اور حسینؑ کی قبر کی مٹی رسول اکرمؐ کی خدمت میں پیش کی۔ نبی اکرمؐ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا: "اے اللہ! جس نے میرے فرزند حسینؑ کو اذیت پہنچائی اسے ذلیل و خوار کر اور اسے قتل کر جو میرے فرزند حسینؑ کو قتل کرے اور اس کے قاتل کو اپنے مقصد (دُنیا و آخرت) میں کامیاب نہ فرما"۔ (لہوف ص ۱۱)

صلصائیل کی معافی

عاشر بحار، ج ۷ ص ۶۹ الدمعۃ الساکبہ ج ۲ مترجم ۱۸ پر یہ روایت درج ہے کہ بحار میں مفضل نے حضرت اِمام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ صلصائیل ایک فرشتہ تھا اللہ تعالیٰ نے اسے کسی کام پر مامور کیا۔ اس نے ذرا سی دیر کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے تمام پَر سلب کر لئے اور ایک جزیرہ میں ڈال دیا۔ جب جبرئیلؑ اِمام حسینؑ کی ولادت کے پانچویں دن مبارک کے لئے آ رہا تھا تو صلصائیل نے ملائکہ سے نزول کی وجہ پوچھی۔ ملائکہ نے وجہ بتائی۔ صلصائیل نے حضرت جبرئیلؑ سے کہا: میری طرف سے بھی پیغمبر اکرمؐ کو مبارک باد دے کر التجاء کرنا کہ وہ ذات احدیت سے میری معافی کی درخواست کریں۔

جبرئیلؑ نے حضرت رسولؐ اللہ کو مبارک باد دے کر صلصائیل کے لئے دُعا کی درخواست کی۔ آپؐ نے اِمام حسینؑ کو ہاتھوں پر اُٹھایا اور قبلہ رُخ ہوئے اور عرض کیا: "اے اللہ! تجھے میرے بیٹے حسینؑ کا واسطہ صلصائیل کو معاف کر دے"۔ اللہ تعالیٰ نے اس ملک کو معاف کر دیا اور اسے پَر و بال عنایت فرما کر دوبارہ اس کا مقام دے دیا۔

حضرت جبرئیلؑ سات دن مسلسل آتے رہے

الدمعۃ الساکبہ ج ۲ مترجم ص ۱۵ پر آقائے محمد باقر بہبانی نجفی لکھتے ہیں: شیخ صدوقؒ نے کمال الدین میں ابنِ عباسؓ سے روایت کی ہے کہ ولادت اِمام حسینؑ کے بعد حضرت جبرئیلؑ سات دن مسلسل ملائکہ کے ساتھ منجانب اللہ، مبارک باد دینے کو آتے رہے اور ہم عجائبات دیکھ دیکھ کر حیرت زدہ ہوتے رہے اور مریضوں کو اس مولودِ اطہر کی وجہ سے شفا ملتی رہی۔ ہمیں تو صرف ''مریض'' ہی نظر آتے تھے جب معافی مل جاتی تھی تو پھر ہماری نظروں سے غائب ہو جاتے تھے۔

دردائیل، فرشتے کو شفا

ولادت حضرت اِمام حسینؑ کے تیسرے دن رسولِ خداؐ کے سامنے ایک لوتھڑا سا آیا، لانے والا کوئی نہ تھا، چونکہ وہ کہیں سے گرا نہ تھا اس لئے ہم نے اندازہ لگایا کہ کسی نے رکھا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ عصمت کدہ سے واپس تشریف لائے تو آپؐ کے ہاتھوں پر کپڑوں میں لپٹے ہوئے حضرت اِمام حسینؑ تھے آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھوں پر اُٹھا کر بارگاہِ ایزدی میں دُعا کی:

> ''اے اللہ! تجھے اس مولود کا واسطہ! میں تجھے اس کے حق کا واسطہ دے کر جو تیرا اس مولود پر ہے اس کے نانا محمدؐ، اس کے دادا ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاق اور یعقوبؑ پر ہے اگر تیری بارگاہ میں حسینؑ ابنِ علیؑ و فاطمہؑ کا کوئی مقام ہے تو، تو دردائیل سے راضی ہو جا اور اسے اس کے پَر و بال عطا کر اور اسے ملائکہ میں اس کا مقام واپس عطا فرما۔''

دردائیل ملائکہ مقربین سے تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے سولہ ہزار پَر، دے رکھے تھے۔ ایک دن اس نے دل میں خیال کیا کہ کیا اللہ کے اُوپر بھی کوئی شئے ہوگی؟ یہ خیال آتے ہی اللہ تعالیٰ نے اسے دُگنے پَر عطا کئے اور فرمایا: اب پرواز کر! وہ پانچ سو برس پرواز کرتا رہا لیکن

عرش تک نہ پہنچ سکا۔ جب تھک کر بیٹھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب اپنی جگہ پر جا۔ یہ اپنی جگہ پر آ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے تمام پَر و بال اور ملائکہ میں مقام کو واپس لے لیا اور فرمایا: میں لاشریک ہوں مجھ سے اُوپر کوئی بھی نہیں ہے اور یونہی رہے گا۔

کئی صدیاں بیت گئیں اور اس کی یہی حالت رہی۔ حضرت جبرئیلؑ امین مجھے مبارک باد دینے آ رہے تھے تو اس فرشتے نے حضرت جبرئیلؑ سے درخواست کی کہ آپ محمدؐ رسولؐ اللہ کو میری جانب سے مبارک باد بھی عرض کریں اور انہیں اس مولود کا واسطہ دے کر میری سفارش کریں۔

میں نے اسی لئے حسینؑ کو اپنے ہاتھوں پر اُٹھا کر وہ دُعا مانگی جو تم نے سُنی ہے اللہ تعالیٰ نے میری دُعا قبول کر لی ہے اور اسے بال و پَر اور اس کا مقام مل گیا ہے۔

فُطرس کی شفا اور اس کا پیغمبر اکرمؐ سے عہد کرنا

کامل الزیارات تالیف ابنِ قولویہ باب ۲، ص ۱۳۵، ۱۳۶۔ امالی شیخ صدوق طبع لاہور مجلس نمبر ۲۸ ص ۱۳۶ پر یہ روایت درج ہے۔ حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جب حضرت اِمام حسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی تو حضرت جبرئیلؑ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک ہزار فرشتوں کے ہمراہ پیغمبر اکرمؐ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اپنی طرف سے مبارک باد دینے کے لئے آئے۔

حضرت جبرئیلؑ کا گزر ایک سمندر کے جزیرہ سے ہوا۔ جہاں ایک فرشتہ "فطرس" نامی رہتا تھا اور وہ حاملینِ عرش میں سے تھا۔ کسی الٰہی کام میں تاخیر کی وجہ سے اس کے پَر توڑ کر اللہ تعالیٰ نے اسے اس جزیرہ میں ڈال دیا تھا جہاں وہ چھ سو سال سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہا تھا۔

یہاں تک کہ حضرت اِمام حسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی تو فطرس نے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟

حضرت جبرئیلؑ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نواسے کی نعمت عطا کی ہے۔ فطرس نے کہا: مجھے بھی مبارک باد دینے کے لئے ساتھ لے چلیں، میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دُعا کی گزارش کروں گا۔

جب سب بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچے تو حضرت جبرئیلؑ نے آپؐ سے فطرس کا ذکر کیا۔ فطرس کو بُلایا گیا تو اس نے دُعا کی درخواست کی۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُعا فرمائی اور کہا کہ اس مولود سے اپنے آپ کو مَس کرو اور اپنے مقام پر واپس چلو۔ فطرس نے حضرت اِمام حسینؑ سے اپنے آپ کو مَس کیا تو اُسے شفا مل گئی اور وہ اپنے مقام کی طرف پرواز کر گئے۔

فُطرس نے اپنے مقام کی طرف جاتے ہوئے کہا: "یا رسولؐ اللہ! آپؐ کے اس فرزند کو آپؐ کی اُمت کے شقی اور ظالم لوگ شہید کریں گے"۔

آپؐ کی دُعا اور اس مولود سے مَس ہونے پر جو مجھے شفا ملی ہے اس نیکی کا بدلہ مجھ پر واجب ہے اور وہ یہ ہے کہ جو بھی آپؐ کے اس نواسے کی شہادت کے بعد ان کی قبرِ اطہر کی زیارت کرے گا میں ان پر درود پڑھوں گا اور اس زائر کی زیارت کو اِمام حسینؑ کی بارگاہ میں پہنچاؤں گا۔

○......○......○

کھیعص کے بارے میں شیخ صدوقؒ اور دیگر علمائے کرام کی نقل کردہ روایات

"کھیعص" کے بارے میں ہمارے علمائے متقدمین و متاخرین نے اپنی اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے ہم ان شخصیتوں کی نقل کردہ روایات اور اسناد درج کر رہے ہیں:

شیخ صدوقؒ، حضرت اِمام زمانہؑ سے تفسیر نقل کرتے ہیں: شیخ صدوقؒ کی کتاب کمال الدین وتمام النعمہ ج ۲ جس کا اُردو ترجمہ "الکساء پبلی کیشنز کراچی" نے شائع کیا ہے، یہ روایت حضرت اِمام زمانہؑ سے منقول ہے اور مذکورہ کتاب کے ص ۴۴۰، ۴۴۱ پر تحریر ہے۔

سعد بن عبداللہ قمی روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت صاحب العصرؑ سے عرض کیا: فرزند رسولؑ "کھیعص" کی کیا تاویل ہے؟ آپؑ نے فرمایا: یہ حروف غیب کی طرف اشارہ ہیں جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے زکریاؑ کو مطلع کیا، پھر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کا قصہ نقل کیا کہ ایک مرتبہ حضرت زکریاؑ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھے پنجتن پاکؑ کے اسمائے گرامی تعلیم فرمایئے۔ چنانچہ جب حضرت زکریاؑ محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ اور حسنؑ کا نام لیتے تو فرحت و شادمانی محسوس کرتے مگر حسینؑ کا نام لیتے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور سانس رُکنے لگتا۔ ایک دن انہوں نے عرض کیا: پروردگار! کیا بات ہے؟ کہ جب میں چار اسمائے گرامی لیتا ہوں تو خوشی محسوس کرتا ہوں مگر جب میں حسینؑ کا نام لیتا ہوں تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور میرا سانس بے قابو ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں واقعہ کربلا سے آگاہ کیا اور فرمایا:

"کھیعص" میں "ک" سے مراد کربلا ہے "ہا" سے مراد ہلاکت ہے "یا" سے مراد

سید الشہداء حضرت اِمام حسین علیہ السلام کی پیاس کا تذکرہ

محسن نقوی شہید کا نذرانہ عقیدت

پوچھو مت کتنی بلندی پہ ہے شبیرؑ کی پیاس
اس کی تعریف میں کوثر کی زباں کٹتی ہے

✿

ممکن ہو تو محشر میں بھی لب چوم لے اس کے
اے کوثر و تسنیم، تیری پیاس ہے اصغرؑ

✿

شبیرؑ تیری پیاس نے محشر کی شام تک
آنکھوں کی ہر فرات کو بہنا سکھا دیا

✿

حیران ہو کے پوچھتا پھرتا ہے سیلِ آب
کیا چاہتی تھی تشنہ دہانی حسینؑ کی

✿

بہہ بہہ کے کہہ رہی ہے ہر اک آنکھ کی فرات
پانی پہ آج بھی ہے تسلط حسینؑ کا

✿

حضرت سید الشہداء اِمام حسین علیہ السلام نے روز عاشورا فرمایا:

شیعتی ما ان شربتم ماء عذب فاذ کرونی

''اے میرے شیعو! جب تم ٹھنڈا پانی پیو تو میری پیاس کو یاد کر لینا''۔

پیاسوں کی سبیل

علامہ سید علی نقی رحمۃ اللہ علیہ سبیل لگانے کے متعلق لکھتے ہیں:

''پیاسوں کے لئے پانی پلانے کا جو انتظام کیا جاتا ہے اُسے ''سبیل'' کہتے ہیں۔ یہ سید الشہداء اِمام حسین علیہ السلام اور ان کے عزیز و انصار کی پیاس کی یاد دلانے کے لئے ہے۔ اس لئے کہ کربلا کے میدان میں شہادتِ اِمام حسینؑ سے تین دن پہلے آپؑ پر اور آپؑ کے ساتھیوں پر پانی بند کر دیا گیا تھا۔ چھوٹے چھوٹے بچے تک پیاس سے مضطرب و بے تاب تھے، اس لئے اِمام حسین علیہ السلام کے نام پر پیاسوں کو پانی پلانے کی ''سبیل'' رکھی جاتی ہے۔''

آیت اللہ الشیخ جعفر شوستری خصائص حسینیہ مترجم ص ۱۹۳ طبع کراچی میں حضرت اِمام حسینؑ کی پیاس کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

اللہ تعالیٰ نے پانی کی چار اقسام اِمام حسینؑ کے تصرف میں دے دیں

کربلا میں سید الشہداءؑ پانی سے محروم کر دیئے گئے جو ہر انسان کا بنیادی حق ہے، اس لئے خداوند عالم نے پانی کو چار مختلف قسموں کو سید الشہداءؑ کے تصرف میں دے دیا۔

اس پانی کی پہلی قسم آبِ کوثر ہے، جسے خداوند عالم نے حسینؑ کی ملکیت قرار دے دیا۔ خداوند عالم روزِ محشر ہر اس شخص کو آبِ کوثر سے سیراب فرمائے گا جس کی آنکھیں سید الشہداءؑ کے غم میں اشکبار ہوئی ہوں۔

عزادار کو پانی سے سیراب کرتے وقت کوثر فخر و مسرت کا اظہار کرے گا

اگر چہ روایات میں آبِ کوثر کو اعمالِ صالحہ کی جزا قرار دیا گیا ہے لیکن سید الشہداءؑ کی نسبت سے اس پانی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ پر رونے والا اس پانی سے سیراب ہوگا تو کوثر فخر و مسرت کا اظہار کرے گا۔

عزاداروں کے آنسوؤں سے آبِ حیات کی مٹھاس میں اضافہ

پانی کی قسم جنت میں پایا جانے والا آبِ حیوان (آبِ حیات) ہے۔ معتبر روایات کے مطابق جب حسینؑ پر رونے والوں کے آنسوؤں کے قطرے اس پانی میں مل جائیں گے تو اس کی شیرینی میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔

پانی کی تیسری قسم محبت کرنے والوں کے آنسوؤں سے عبارت ہے۔ روایات معصومؑ میں آپ کے لئے "صریع الدمعۃ وانہ قتیل العبرۃ" کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ یعنی آپ کو رُلا رُلا کر قتل کیا گیا۔ اسی لئے آپؑ کے نام میں وہ اثر پیدا ہوا کہ اسے سنتے ہی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ یہی اثر آپؑ کے مصائب کے ذکر میں بھی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ آپ کی قبر مطہر پر نگاہ ڈالنے اور آپؑ کی تربت کو سونگھنے کے اثر سے بھی اشک جاری ہو جاتے ہیں۔

پانی کی چوتھی قسم وہ عام ٹھنڈا پانی ہے جسے جب حسینؑ کا چاہنے والا پیتا ہے تو وہ حسینؑ کی پیاس کو یاد کرتا ہے کیونکہ خود جناب سید الشہداءؑ نے روز عاشور فرمایا تھا:

"شیعتی ما ان شربتم مآء عذب فاذ کرونی"

"اے میرے شیعو! جب تم ٹھنڈا پانی پیو تو میری پیاس کو یاد کر لینا"۔

"قال الصادقؑ انی ماشربت مآء باردًا الا و ذکرت الحسینؑ"

حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

"میں جب ٹھنڈا پانی پیتا ہوں تو امام حسینؑ کی پیاس کو یاد کرتا ہوں"۔

حضرت سید الشہداءؑ کا پانی بند کر کے چار بنیادی حقوق سے محروم کیا گیا

پانی کی ان چار قسموں پر سید الشہداءؑ کا تصرف درج ذیل وجوہات کی بنا پر ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ جناب سید الشہداءؑ پر پانی بند کر کے انہیں ان کے چار بنیادی حقوق سے محروم کر دیا گیا:

- پانی پر سید الشہداءؑ کا پہلا حق یہ تھا جس میں ہر انسان کے برابر کا شریک ہے۔
- اسی طرح بیابان میں اُگنے والی گھاس پر انسان برابر کا حقدار ہے۔
- یہی وجہ ہے کہ کسی کی ملکیت میں واقع نہر سے پانی پینے کے لئے اس کے مالک کی اجازت ضروری نہیں، اسی لئے پیاسے کو پانی پلانا اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو، مستحب قرار دیا گیا ہے۔

روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اثنائے راہ میں ایک نصرانی کو دیکھا جو پیاس کی شدت سے نڈھال تھا۔ آپ نے اسے پانی پلانے کا حکم دیا اور فرمایا: لکل کبد حرآء اجر "ہر ایسے پیاسے کو سیراب کرنا باعث اجر و ثواب ہے جس کا کلیجہ پیاس کی شدت سے جل رہا ہو"۔

- آپؑ ہر ذی روح کی طرح پانی پر برابر کے حقدار تھے۔ پیاسے کو پانی پلانے پر شدید تاکید ہے، یہاں تک حکم شرع یہ ہے کہ اگر پانی محدود مقدار میں ہو اور جانور پیاسا ہو تو جانور کو پانی پلا کر تیمم پر اکتفا کر لیا جائے۔ اسی طرح صاحبانِ نفسِ محترم کے لئے بھی یہی حکم ہے کہ اگر وہ پیاسے ہوں تو انہیں سیراب کر کے خود تیمم پر گزارا کریں۔
- آپؑ نے اہلِ کوفہ کو تین مختلف مواقع پر پانی پلا کر ثابت کر دیا کہ پانی ہر انسان کا پیدائشی حق ہے۔ آپؑ نے پہلی مرتبہ اہلِ کوفہ کے لئے اس وقت بھی پانی کا بندوبست کیا جب شہر کو قحط کی صورتحال کا سامنا تھا۔
- دوسری مرتبہ جب جنگ صفین میں معاویہ نے جناب امیر المومنینؑ کی فوج پر پانی بند کر دیا تو آپؑ نے فرات پر حملہ کر کے گھاٹ پر قبضہ کر لیا اور اعلان کیا کہ اگرچہ دریا

ہمارے قبضے میں ہے لیکن دُشمن بلا خوف وخطر دریا سے پانی لینے میں آزاد ہے۔

- آپؑ نے تیسری مرتبہ دُشمن کو اس وقت سیراب کیا جب حُرؓ کے لشکر نے قادسیہ پر آپؑ کا راستہ روکا۔ واقعہ کی تفصیل مرثیہ کی کُتب میں درج ہے۔
- خاص طور سے فرات کے پانی پر آپؑ کا خصوصی حق تھا اور وہ اس طرح کہ جب سیدہ عالم صدیقہ طاہرہؑ کا علیؑ بن ابی طالبؑ سے نکاح ہوا تو خداوندعالم نے اُسی وقت سے پانی کو جناب سیدہؑ کے لئے اپنا عطیہ قرار دیا لیکن اس قومِ دغا شعار نے اس حق کا ذرّہ برابر بھی لحاظ نہ کیا۔ آپؑ نے اپنے طفلِ شیر خوار کے لئے جو شدتِ تشنگی سے تڑپ رہا تھا، ایک قطرہ آب کا سوال کیا لیکن ظالموں کو رحم نہ آیا۔ اپنے لئے پانی مانگا وہ بھی نہ دیا گیا اور آخر کار تشنہ ہی شہید کر دیا گیا۔

اعضائے مبارک پر پیاس کے اثرات

پیاس کا اثر سید الشہداءؑ کے چار اعضاء پر نمایاں تھا:

لب ہائے مبارک پیاس کے اثر سے خشک ہو چکے تھے اور کلیجہ شدت تشنگی سے پارہ پارہ تھا۔ اس سے قبل کبھی آپؑ نے پیاس کا اظہار نہ کیا تھا لیکن وقت آخر جب معلوم تھا کہ اب زندگی کی چند گھڑیاں باقی ہیں تو آپؑ نے پیاس کی شدت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

الاٰن اسقونی قطرةً من المآء فقد تفتت کبدی من الظّمآ

"اب جب کہ تمہیں یقین ہو چلا کہ اب میں مزید زندہ نہ رہ سکوں گا تو کم از کم پانی کا ایک قطرہ ہی پلادو کہ میرا کلیجہ پیاس کی شدت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا ہے۔"

اسی طرح زبانِ اقدس بھی پیاس سے خشک ہو کر زخمی ہو چکی تھی۔ یہ وہ کیفیت ہے جس کا ذکر احادیث میں بھی موجود ہے۔

پیاس کے اثر سے آنکھوں میں بھی اندھیرا چھا گیا تھا۔ روایت ہے کہ جناب جبرئیلؑ

نے حضرت آدمؑ سے عرض کیا: "اے آدمؑ! جب آپؑ اسے "ہائے پیاس" کہتا ہوا پائیں تو اس وقت اس کی پیاس کی شدت کا یہ عالم ہوگا کہ اس کے اور آسمان کے درمیان گویا دھواں حائل ہوگا، یعنی تشنگی اتنی شدید ہوگی کہ دُنیا اس کی آنکھوں میں سیاہ ہو جائے گی۔ پیاس نے آپؑ کے ہر عضوِ بدن کو متاثر کر رکھا تھا۔ اس کے صلہ میں خداوند عالم نے پانی کی مختلف اقسام کو اِمامؑ کے اختیار میں دے دیا۔ پس معلوم ہوا کہ ہماری شرعی ذمہ داری ہے کہ کسی کو پانی پلانے میں بُخل نہ کریں۔

o.....o.....o

سید الشہداء اِمام حسین علیہ السلام کی آخری نماز

نماز

کیا نماز و عزا میں تقابل وفا
جسم اپنی جگہ، جان اپنی جگہ

✺

خورشید میری ماں کو جزا دے خدائے پاک
ماتم کے ساتھ ڈال دی عادت نماز کی

✺

محسن نقوی شہید کا نذرانہ عقیدت

اُصولِ دیں نہ بچاتے جو کربلا والے
ورق ورق یہ کہانی بکھر گئی ہوتی
بچا گیا اُسے سجدہ حسینؑ کا ورنہ
نمازِ عصر سے پہلے ہی مر گئی ہوتی

✺

اے موت! سانس روک، زمانے قیام کر
مصروفِ گفتگو ہے خدا، خدا حسینؑ سے
شبیرؑ تیرے آخری سجدے کی یاد میں
بے چین ہے نماز، تو قرآں اُداس ہے

✺

زندگی سجدے میں ہے

افتخار عارف

کربلا کی خاک پر کیا آدمی سجدے میں ہے
موت رُسوا ہو چکی ہے زندگی سجدے میں ہے
"وہ جو اک سجدہ علیؑ کا بچ رہا تھا وقت فجر"
فاطمہؑ کا لال شاید اب اسی سجدے میں ہے
سنت پیغمبرؐ خاتم ہے سجدے کا یہ طول
کل نبیؐ سجدے میں تھے، آج اِک ولی سجدے میں ہے
وہ جو عاشورہ کی شب گُل ہو گیا تھا اِک چراغ
اب قیامت تک اسی کی روشنی سجدے میں ہے
حشر تک جس کی قسم کھاتے رہیں گے اہلِ حق
ایک نفس مطمئن اُس دائمی سجدے میں ہے
نوکِ نیزہ پر بھی ہوئی ہے تلاوت بعد عصر
مصحفِ ناطق تہِ خنجر ابھی سجدے میں ہے
اس پہ حیرت کیا لرز اُٹھی زمین کربلا
راکب دوشِ پیغمبرؐ آخری سجدے میں ہے

○.....○.....○

آخری نماز کی کیفیت

زخموں سے چُور چُور فرزندِ رسولؐ اللہ کو قوم اشقیا نے نماز پڑھنے کی بھی مہلت نہ دی اور جنگ کو موقوف کرنے پر بھی راضی نہ ہوئے۔ حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے بطور نمازِ خوف، نماز ظہر ادا کرنے کا ارادہ فرمایا۔ (ناسخ ج ۶ ص ۲۵۹۔ عاشر بحار ص ۱۹۷۔ فرمان الہیجا

ج ۱ص ۸۷۔ذخیرۃ الدارین ص ۱۸۷۔ سعادت الدارین جدید ایڈیشن ص ۳۶۸)

حضرت سید الشہداء اِمام حسینؑ نے جناب زہیرؓ ابنِ القینؓ اور سعید بن عبداللہؓ کو حکم دیا کہ تم دونوں میرے آگے کھڑے ہو جاؤ۔ یہ یقین و ایمان کی منزل پر تھے۔ یہ حضرات، اِمام حسینؑ کے آگے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح کھڑے ہو گئے۔ جدھر سے تیر، تلوار یا نیزے کا کوئی وار ہوتا تھا تو یہ آگے بڑھ کر اپنے سینہ پر لیتے تھے۔

جب حضرت اِمام حسین علیہ السلام نے سلام ادا فرمایا تو اس وقت تک حضرت سعیدؓ زخموں سے چھلنی ہو چکے تھے اور زخموں کی زیادتی کی وجہ سے زمین کو زینت دے چکے تھے۔ اب زمین پر گرے تو یہ کہا:

> ''اے اللہ عزوجل! ان لوگوں (فوج یزیدی) پر اس طرح لعنت کر! جس طرح تو نے قوم عاد وثمود پر کی تھی اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرا اسلام پہنچا۔ میری اس موجودہ کیفیت کی ان کو اطلاع دے کیونکہ میں نے تجھ سے اجر وثواب کی خاطر ذریت رسولؐ کی مدد کی ہے۔''

حضرت سعیدؓ نے حضرت اِمام حسین علیہ السلام کو آخری وقت میں مخاطب کر کے عرض کیا: فرزند رسولؐ! کیا میں نے عہد پورا کر دیا ہے؟

حضرت سید الشہداءؑ نے فرمایا: ''ہاں تم مجھ سے پہلے جنت میں جاؤ گے''۔

حضرت سید الشہداءؑ کی طرف سے یہ الفاظ سننے کے بعد سعیدؓ کی روح جنت الفردوس کی طرف پرواز کر گئی۔ (طبری ج ۶ص ۲۵۲۔ ذخیرۃ الدارین ص ۱۷۷۔فرسان ج ۱ص ۱۵۸،ص ۱۸۷)

آیت اللہ شیخ محمد جعفر الشوستریؒ فرماتے ہیں: زیارت جامعہ میں مذکور ہے "واقتم الصلوٰۃ" یعنی ''آپؑ نے نماز کو قائم کیا'' جبکہ زیارت سید الشہداءؑ میں "واقمت الصلوٰۃ" کے الفاظ ہیں یعنی ''تو نے نماز قائم کی'' نماز کا قائم کرنا ایسا امر ہے جو آپؑ ہی کی ذات سے مخصوص ہے تحقیق کہ آپؑ نے عاشورہ کے دن اور شب عاشورہ چار مختلف حالتوں میں نماز ادا کی:

(۱) یہ نماز الوداعی نماز شب تھی کہ جب قوم فاجر سے شب عاشور کی مہلت مانگی گئی۔

(۲) دوسری نماز ظہر کی تھی جسے نماز خوف کی طرح ادا کیا گیا۔ نماز کو اس طرح ادا کرنا صرف سید الشہداءؑ کا حق ہے۔ یہ نماز صلوٰۃ عسقان، ذات الرقاع بطن النخلہ اور نماز قصر سے مختلف تھی کہ آپؑ کے بعض اصحاب نے نماز قصر کو بھی قصر کیا۔ بایں معنی کہ ان میں سے بعض نماز ہی کے دوران زخموں سے چُور ہو کر گر پڑے۔

(۳) یہ قسم روح نماز سے عبارت ہے جو افعال، اقوال، اور کیفیات نماز کے اسرار پر مشتمل ہے۔ اس کی تفصیل ''اسرار الصلواۃ'' میں درج ہے۔

(۴) یہ نماز بھی سید الشہداءؑ ہی سے مخصوص تھی۔ اس نماز کی تکبیر، قرأت، قیام، رکوع، سجود اور تشہد کو خاص طریقے سے بجا لایا گیا۔ نماز کی تیاری اس وقت کی گئی جب آپؑ نے احرام باندھا اور گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے۔ نماز کا قیام وہ تھا جب (صحرائے کربلا میں) پیادہ کھڑے تھے۔ اس نماز کا رکوع وہ تھا جو آپؑ خم ہو کر بار بار زمین پر گرتے اور پھر اُٹھ کر کھڑے ہو جاتے۔ نماز کی قنوت وہ دُعا تھی جب آپؑ بے یار و مددگار خدا سے اس طرح مخاطب تھے:

"اللهم متعال المكان، عظيم الجبروت، شديد المحال، غنياً عن الخلائق، انا عترة نبيك وولد حبيبك، قد غزونا و خذلونا و قتلونا......

''اے وہ خداوند جو بلند مکان ہے، قہر عظیم کا مالک اور شدید سزا دینے والا اور تمام خلائق سے بے نیاز......ہم تیرے نبیؐ کی عترت اور تیرے حبیبؐ کی اولاد ہیں......ہمارے ساتھی مغرور ہو گئے مکر و حیلہ سے کام لئے گئے۔ ہمیں ذلیل کیا اور ہمیں قتل کیا گیا......''

اس نماز کی دُعا اور سجدہ وہ تھا جب آپؑ نے اپنی پرنور پیشانی خاک پر رکھ دی تھی۔ تشہد و سلام کا وقت وہ تھا جب روح مقدس پرواز کر گئی......سر مطہر کا نیزہ پر چڑھایا جانا گویا اس بات کا اعلان تھا کہ آپؑ نے سجدہ سے سر بلند کیا اور پھر جب سرِ مبارک نیزے پر سورہ

کہف کی تلاوت اور دوسرے افکار میں مصروف تھا وہ گویا نماز کی تعقیبات تھیں۔

اُم المومنین حضرت اُمِ سلمٰیؓ روزِ عاشور کی کیفیت بیان فرماتی ہیں

روزِ عاشور...... نبی اکرمؐ کی کیفیت

یہ روایت مشکوۃ شریف طبع دہلوی، ترمذی شریف ج ۲ص ۲۱۸ طبع دہلی اور کتب اہلِ بیتؑ کی تمام مقاتل کی کتب میں موجود ہے کہ حضرت اُمِ سلمٰیؓ نے عالم رؤیا میں رسول اکرمؐ کو اس حالت میں دیکھا کہ آپؐ کے دستِ اطہر میں ایک شیشی تھی جس میں حضرت اِمام حسینؑ اور آپؑ کے عزیزواقارب اور اصحاب کا خون اطہر جمع تھا۔ آنحضرتؐ گرد آلود بالوں کے ساتھ پریشان حال گریہ کناں تھے۔ اُم المومنین حضرت اُمِ سلمٰیؓ نے جب اس پریشانی کی وجہ پوچھی تو سیدالانبیاءؐ نے فرمایا:

"میں ابھی ابھی حسینؑ کی مقتل سے آ رہا ہوں اور یہ خون انہی کا ہے"۔

نفس المہموم ص ۵۳۸ اور مقتل کی دیگر کتب میں یہ روایت بھی موجود ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:

"میں حسینؑ اور اس کے اعزہ واصحاب کی قبریں کھودتا رہا ہوں اور اس شیشی میں ان سب شہداء کا خون ہے"۔

اے اُمِ سلمٰیؓ! میں حسینؑ اور اس کے اصحابؓ کی قبریں کھودتا رہا ہوں

"امالی شیخ مفید" تالیف محدث علامہ شیخ مفید رضوان اللہ اپنی اسناد سے ص ۵۲۹ پر روایت کرتے ہیں:

حضرت اِمام جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

ایک دن صبح کے وقت اُم المومنین حضرت اُم سلمٰی سلام اللہ علیہا رو رہی تھیں، آپؓ سے سوال کیا گیا کہ آپؓ کیوں گریہ کر رہی ہیں؟ آپؓ نے فرمایا: میرے بیٹے حسین علیہ السلام گزشتہ روز قتل ہو چکے ہیں۔ آج رات میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

خواب میں دیکھا ہے کہ آپؐ کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا اور غمزدہ تھے۔ میں نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! کیا وجہ ہے کہ میں دیکھ رہی ہوں کہ آپؐ کا رنگ بدلا ہوا ہے اور آپؐ غمزدہ ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: میں گذشتہ رات حسین علیہ السلام اور اُن کے ساتھیوں کی قبریں کھودتا رہا ہوں۔

حضرت اُمِ سلمیٰؑ کا خواب اور رسولؐ اللہ کا گریہ وزاری

رسولؐ اللہ کو خواب میں حضرت اُمِ سلمیٰؑ نے اس حال میں دیکھا کہ آپؐ کے بالوں میں خاک ہے، چہرہ سخت گرد آلود ہے۔ اُمِ سلمیٰؑ: یا رسولؐ اللہ! میں آپؐ کو خاک میں اَٹا ہوا، سخت گرد آلود کیوں دیکھ رہی ہوں؟ رسولؐ اللہ: میرے بیٹے حسینؑ کو قتل کر دیا گیا ہے، میرا حسینؑ مارا گیا، میں ان کے لیے قبریں بنا تا رہا ہوں، اپنے بیٹے کے اصحاب کی قبریں کھودتا رہا ہوں۔

اُمِ سلمیٰؑ گھبرائی ہوئی، خوفزدہ، لرزاں بدن، پریشان حال بیدار ہوتی ہیں، فوراً اس شیشی کو جا کر اُٹھاتی ہیں جس میں کربلا کی خاک رکھی ہوئی تھی، جیسے آپؑ کی نظر شیشی پر پڑتی ہے تو اس شیشی سے خون اُبل رہا تھا۔ یہ وہ شیشی تھی جسے رسولؐ اللہ نے اپنی زندگی میں جناب اُمِ سلمیٰؑ کو دی تھی اور فرمایا تھا کہ اس شیشی میں خاکِ کربلا ہے، اسے محفوظ رکھنا اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ جب اس شیشی سے خون اُبلنے لگے تو سمجھ جانا کہ میرا حسینؑ مارا گیا...... جناب اُمِ سلمیٰؑ کے غموں میں اس بات نے اور اضافہ کر دیا کہ آپؑ نے رات کو ہاتف کی آواز سنی جو یہ اشعارِ غم ناک پڑھ رہا تھا۔

ایها القاتلون جهلا حسینا

البشروا بالعذاب والتكيل

"اے جہالت زدہ، حسینؑ کو قتل کرنے والو! تمہارے لیے دردناک عذاب اور بدبختی کی خبر ہو، عبرتناک سزا تمہارے لیے ہے۔"

قد لعنتم على لسان ابن داود

و موسىٰ و صاحب الانجيل

""فرزندِ داؤدؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ (صاحبِ انجیل) کی زبان پر تمہارے اُوپر لعنت بھیجی گئی ہے۔""

کل اهل السماء یدعو علیکم
من نبی مرسل و قتیل

""تمہارے اُوپر سارے آسمان والے، ہر نبیؑ، ہر رسولؑ اور ہر مقتول پھٹکار کر رہے ہیں، لعنت بھیج رہے ہیں، سب کی بدؤعائیں لعنتیں تمہارے اُوپر ہیں۔"" (مرأۃ الجنان، للیافعی ج۱ص۱۳۴، کامل ابن الاثیر ج۴ ص۳۸، مقتل الخوارزمی ج۲ص۹۵، تاریخ ابنِ عساکر ج۴ ص۳۴۱، تاج العروس ج۷ص۱۰۳)

○......○......○

شامِ غریباں
کس نے کیا کیا دیکھا؟

اختر چینوٹی کے دو اشعار

خون کے آنسو تھے کہ ڈھلتی رہی آنکھوں سے شفق
چشم عابدؑ میں رہا، شامِ غریباں کا سماں

❁

رُلا رہی ہے زمانے کو خون کے آنسو
وہ شام جس کو غریبوں کی شام کہتے ہیں

❁

شیر افضل جعفری کا شعر

جھکی جھکی سی نظر میں تسلیوں کا ہجوم
مریض بیٹے کو رہ رہ کے پیار کرتی ہوئی

❁

زینبؑ کو خوف تھا یہ کہیں معصوم ڈر نہ جائیں
کہتی رہی فسانہ خیبر تمام رات

نوٹ: یہ مضمون آیت اللہ حضرت السید عبدالرزاق مقرم کے مشہور ''مقتل الحسینؑ'' کے ص۲۸۹ سے ص۲۹۶ تک بلا تبصرہ ترجمہ کیا گیا ہے۔

مخدراتِ عصمت کے مصائب کی کیفیت

کتنی مصیبتوں بھری رات تھی جو رسول زادیوںؑ پر گزری۔ بلند عزتوں کی مالک بیبیاںؑ، جب سے اللہ تعالیٰ نے کائنات بنائی۔

اس دن سے لے کر آج رات سے پہلے تک یہ عزت اور کرامت اس گھر کی باندی تھی، کل تک یہ بیبیاں عظمت کے خیموں میں تھیں۔ جلالت اور بزرگی کے شامیانے ان پر تنے تھے۔ شرافت کی قناتیں ان کے گرد گھیرا بنائے ہوئے تھیں۔

ان مخدرات کا دن آفتاب نبوت میں چمکتا تھا، اور ان کی راتیں خلافت الٰہیہ کے ستاروں سے دمکتی تھی اور انوار قدرت کے چراغوں سے روشن تھیں۔ یہ بیبیاں اس رات (گیارہ کی رات) گھپ گھٹا ٹوپ اندھیرے میں خوف زدہ تھیں۔ چمکتے دمکتے انوار بُجھ گئے۔ سامانِ آسائش لوٹ لیا گیا۔ خیام جل گئے، سَر کے تاج جاتے رہے، عزتوں کے محافظ نہ رہے، نہ کوئی حامی رہا، نہ کوئی ضامنِ احوال رہا، نہ ہی کوئی ہمدرد...... وہ نہیں جانتی تھیں کہ اگر ان پر کوئی اور بڑی مصیبت آن پڑی تو ان کا دفاع کرنے والا کون ہوگا؟ اور کمینے ظالموں کے ظلم سے انہیں کون بچائے گا؟ اور محرومیت کا داغ کون مٹائے گا اور غم کی آگ کو کون بجھائے گا؟ جی ہاں! ان کے درمیان نوجوان بچیوں کے رونے چلانے کی آوازیں تھیں، بچوں کی سسکیاں بندھی تھیں، جواں بیٹوں کی جُدائی پر ماتم کناں ماؤں کی رونے کی غم بھری صدائیں تھیں۔

شیر خوار بچے کی ماں ہے کہ اس کے بچے کی دودھ چھڑائی تیروں سے ہوئی ہے۔ بہن کا پیارا راج دُلارا بھائی مارا گیا ہے، بیٹا شہید ہے، سر کا تاج میدان میں گیا اور واپس نہ آیا۔

اپنے جیون ساتھی پر رونے والی ہے تو کوئی اپنے جگر گوشہ کی یاد میں ماتم کناں ہے۔ ان کے سامنے بکھرے ہوئے لاشے ہیں، ٹکڑے ٹکڑے بدن پڑے ہیں، کٹی گردنوں سے خون بہتا نظر آ رہا ہے، وہ ایک ویران زمین پر بیٹھی ماتم کناں ہیں، خوفناک صحرا میں ان کا بسیرا ہے ہر طرف اندھیرا ہے۔

کھجوروں کے جھنڈ میں بڑا لشکر نظر آ رہا ہے، فتح کے نشے میں ہیں، خوشی کے شادیانے بج رہے ہیں، کامیابی کا غرور ہے، غلبہ کا ہیجان ہے!

دُشمن پست فطرت ہے، کمینہ ہے، اس کے ساتھ ساتھ نہیں جانتیں کہ صبح کے طلوع ہوتے ان پر کیا مصیبت آنے والی ہے؟ دُشمن کا نقارہ کیا خبر لے آتا ہے؟ قتل کر دینے کا اعلان ہوتا ہے یا اسیر بنانے کا حکم نامہ جاری ہوتا ہے؟ کوئی بھی ان کا سہارا نہیں ہے سوائے ایک اِمامؑ کے، جو بظاہر علیل و مریض ہیں اور ظاہری اسباب بچنے کے نہیں ہیں، جو اپنے سے کسی کو ہٹا نہیں سکتے اور نہ ہی بظاہر اپنا دفاع کر سکتے ہیں اور خود اُن کے اپنے قتل ہو جانے کا خطرہ بھی اپنی جگہ پر موجود ہے۔

اس رات پورے عالم، ملکوت، حورالعین، ملائکہ، رضوان جنان، جنات، حتیٰ کہ جمادات و نباتات و حیوانات سب کچھ غم کی چادر نے ڈھانپ لیا۔ زمین اور آسمانوں میں فرشتوں نے گریہ کیا، جنات نے اپنے اپنے مقام پر گریہ، ماتم کیا۔ غرض کائنات کی ہر شئے روئی، ہر ایک نے غم منایا۔ (تاریخ ابنِ عساکر ج ۴ ص ۳۴۱، مجمع الزوائد تالیف ابنِ حجر ج ۹ ص ۱۹۹، تاریخ الخلفاء تالیف سیوطی ص ۱۳۹، الکواکب الدریہ، تالیف منادی، ج ا ص ۵۶)

حضرت عبداللہؓ ابنِ عباسؓ

جب ابنِ عباسؓ نے رسولؐ اللہ کے گھر سے رونے کی آوازیں سنیں تو فوراً گھر میں آئے، حضرت اُمِ سلمیٰؓ کو انتہائی غم زدہ دیکھا، جب اس کی وجہ دریافت کی تو حضرت اُمِ سلمیٰؓ نے جواب میں فرمایا: ”اے ابنِ عباسؓ! یہ دیکھو دونوں شیشیاں جن میں کربلا کی خاک تھی، ایک شیشی رسولؐ اللہ نے دی تھی جب کہ دوسری شیشی اِمام حسینؑ نے مدینہ سے روانگی کے وقت حوالے کی تھی ان دونوں سے خون اُبل رہا ہے، میرا حسینؑ مارا گیا۔ (مدینۃ المعاجز ص ۲۴۴، باب ۴۹، منتخب الطریحی ص ۲۳۴)

ابنِ عباسؓ رسولؐ اللہ کو خواب میں دیکھتے ہیں

عاشورا کا دن ہے، ابنِ عباسؓ سو رہے ہیں، اچانک خواب میں رسولؐ اللہ کو دیکھتے

ہیں، آپؐ کا چہرہ گرد آلود ہے، بال پریشان ہیں، لباس پر خاک پڑی ہے اور آپؐ کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے جس میں تازہ خون ہے۔

عبداللہ بن عباسؓ: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان یارسولؐ اللہ! یہ کیا حال بنا رکھا ہے؟ اور یہ شیشی میں کیسا خون ہے؟

رسولؐ اللہ: یہ حسینؑ کا خون ہے اور حسینؑ کے اصحاب کا خون ہے، آج کے دن شروع ہوتے میں اس خون کو اکٹھا کرتا رہا ہوں۔ میرا حسینؑ مارا گیا، حسینؑ قتل ہو گئے۔ (تاریخ ابنِ عساکر ج۴ ص۳۴۰، الخصائص الکبریٰ ج۲ ص۱۳۶، تاریخ الخلفاء ص۱۳۹، مسند احمد حنبل ج۱ ص۲۴۲)

تین دن دُنیا پر اندھیرا چھایا رہا

حسینؑ کا بدن بے گور و کفن تین دن تک زمین پر پڑا رہا۔ وہ حسینؑ جو کائنات کی خلقت کا سبب ہیں جن سے بقائے کائنات ہے، جو نبی اکرمؐ کے وجود مبارک کا حصّہ ہیں اور شجرہ طیبہ کا حصّہ ہیں۔ رسولؐ اللہ جو کہ تمام علل و اسباب کا سببِ اوّل ہیں اور پہلی علّت ہیں، جن کا وجود اللہ کے وجود لم یزل ولا یزال کا پَرتو ہے۔ جو اللہ کی مقدس ترین شعاع ہیں، مخلوق اول ہیں، اس وجہ سے تین دن پوری دُنیا تاریک رہی۔ پورے عالم پر اندھیرا چھایا رہا۔ (تاریخ ابنِ عساکر ج۴ ص۳۳۹ الخصائص الکبریٰ ج۲ ص۱۲۶، الصواعق المحرقہ ص۱۱۶)

آپؑ کی شہادت کے بعد سخت اندھیرا چھا گیا۔ سب لوگ سمجھے کہ قیامت ہو گئی۔ نصف النہار میں ستارے نظر آنے لگے۔ دن کو تارے نکل آئے۔ تارے ایک دوسرے پر ٹوٹ کر گر رہے تھے۔ سورج کی روشنی غائب تھی۔ تین دن تک پوری دُنیا اسی حالت میں رہی۔

اس میں کوئی تعجب یا حیرانگی نہیں، کیونکہ جب تک جوانانِ جنت کے سردارؑ کا لاشہ بے گور و کفن زمین کربلا پر پڑا رہا تو ظاہر ہے سورج کس طرح اپنی شعاعیں بکھیر سکتا تھا۔ سورج کا نور کس طرح نظر آ سکتا تھا کیونکہ کائنات کے نظام کی برقراری اور اس کے دوام کا

اصلی سبب اور حقیقی علت سید الشہداء امام حسینؑ تھے۔ جب کہ بیان ہوا ہے کہ آپؑ کا وجود حقیقت محمدیہؐ سے پھوٹا ہے جو کہ علت علل ہیں، تمام اسباب کا منبع و سرچشمہ ہیں۔ آپؑ ہی عقل اول، نور اول، حقیقت اولیہ ہیں۔ جب ان کی ولایت اور سرداری کو کائنات پر پیش کیا گیا، جس نے قبول کر کے اقرار کیا تو اس کا فائدہ عام ہوا اور جس نے انکار کیا تو وہ ہر قسمی فائدہ سے عاری اور فارغ ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ اس ولایت کے مالک کی جب لاش بے گور و کفن کھلے آسمان تلے پڑی ہو تو سورج کا اپنی شعاعیں روک لینا ایک فطری عمل تھا۔ اس میں تعجب اور حیرانگی والی بات نہیں ہے۔

شہادت حسینؑ نے فطرت بدل دی

جی ہاں! تمام موجودات سید الشہداءؑ کے قتل کے بعد متغیر ہو گئے۔ کائنات کے حالات مختلف ہو گئے۔ وحشی جانوروں نے گریہ کیا۔ حیوانات کے آنسو رسول زادےؑ کے غم میں گرے۔

حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا تھا: میرے ماں باپ حسینؑ پر قربان جائیں جنھیں کوفہ کے نواح میں قتل کیا جائے گا۔ خدا کی قسم! میں درندوں اور وحشی جانوروں کو دیکھ رہا ہوں، جو آپؑ کی قبر پر اپنی گردنیں رکھے آپؑ کے غم میں راتوں کو رو رہے ہیں۔ ساری رات رو رو کر گزار دیتے ہیں، صبح ہونے تک ان کا یہی حال رہتا ہے۔ (کامل الزیارات ابن قولویہ)

جس کے قتل پر آسمان نے خون برسایا اتنا خون برسا کہ میدانوں اور گھروں میں پڑے ہوئے مٹکے اور گھڑے خون سے بھر گئے ہیں۔ ہر چیز خون سے تر ہے، یہاں تک کہ اس خون کا اثر گھروں پر اور دیواروں پر کافی عرصہ باقی رہ گیا۔

بہت عرصہ ایسا ہوتا رہا کہ کسی بھی پتھر کو زمین سے نہ اُٹھایا گیا مگر اس کے نیچے گاڑھا خون موجود تھا۔ بیت المقدس میں بھی ایسا ہی ہوا (حوالہ جات: الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۱۲۶، الاتحاف بحب الاشراف ص ۲۴، تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۳۵۴، تاریخ ابنِ عساکر ج ۴

ص۳۳۹، المنتظم تالیف ابنِ الجوزی ج۲ص۲۴۴، الصواعق المحرقہ ص۱۱۶، تاریخ الخلفاء ص۱۳۸، الکواکب الدریہ ج۱ ص۵۶، مجمع الزوائد ج۹ ص۱۹۷، المقتل للخوارزمی ج۲ ص۸۹، کنزالاعمال ج۴ص۲۹۱)۔

ابنِ زیاد ملعون کے دارالامارہ میں آگ کے شعلے

اسی تناظر میں یہ بات بھی سامنے رکھیں کہ مقاتل میں بیان کیا گیا ہے کہ ابنِ زیاد کے محل "قصرالامارہ کوفہ" کی دیواروں سے آگ کے شعلے نکلے اور وہ شعلے، عبیداللہ بن زیاد کی طرف بڑھے اور اُسے اپنی لپیٹ میں لینے لگے، اور جو لوگ ابنِ زیاد کے دربار میں موجود تھے، ابنِ زیاد نے ان کو حکم دیا کہ وہ اس کیفیت کو کسی جگہ بیان نہ کریں اور اس واقعہ کو چھپائیں۔ یہ آگ دیکھ کر ابنِ زیاد پیٹھ دے کر فرار ہوا تھا۔ (مجمع الزوائد ج۹ ص۱۹۶، کامل ابنِ اثیر ج۴ ص۱۰۳، مقتل الخوارزمی ج۲ ص۸۷، المنتخب الطریحی ص۳۳۸)

اس وقت سیدالشہداءؑ کے سرمبارک سے زوردار دھمکی آمیز لہجہ میں آواز آئی:

"اے ملعون! تو کدھر بھاگ رہا ہے؟ اگر یہ آگ تمہیں دُنیا میں نہ پہنچی تو آخرت میں یہ تیرا ٹھکانہ ہے"۔

سرمبارک سے یہ آواز برابر آتی رہی یہاں تک کہ آگ وہاں سے غائب ہوگئی۔ اس منظر کو دیکھ کر ابنِ زیاد کے محل میں موجود ہر شخص بہت ہی خوفزدہ تھا۔ تین مہینوں تک لوگ دیواریں خون آلود دیکھتے رہے، سورج کے طلوع کے وقت اور غروبِ آفتاب کے وقت ایسا ہوتا رہا۔ (کامل ابنِ الاثیر ج۶ ص۳۷، الکواکب الدریہ ج۱ ص۵۶، تذکرۃ الخواص ص۱۵۵)

مدینہ میں حسینؑ کی شہادت کی خبر

کوے کی خبر تو مشہور ہے کہ مدینہ منورہ میں حضرت امام حسینؑ کے گھر کی دیوار پر ایک کوا (عراق میں سفید رنگ کے کوے بھی موجود ہیں، ہوسکتا ہے وہ کوا جو حسینؑ کی شہادت کی سنائی لے کر مدینہ گیا اس کا رنگ سفید ہی ہو) خون آلود پَروں کے ساتھ آ کر بیٹھا۔

جناب فاطمہ بنت الحسینؑ المقلب بالصغریٰ (جن کا صغریٰ لقب ہے) نے اسے اپنی دیوار کے کنارے بیٹھا دیکھا۔ اس سے جان گئیں کہ میرے بابا مارے گئے۔ جب آپؑ نے مدینہ والوں کو اپنے بابا کی موت کی خبر سنائی تو مدینہ والوں نے گستاخی کرتے ہوئے کہہ دیا کہ یہ بچی خاندان عبدالمطلبؑ کی روایت کے مطابق ایک اور جادو لے آئی ہے اور زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ مدینہ والوں کے منہ میں خاک پڑی اور اِمام حسینؑ کی شہادت کی خبر پہنچ گئی۔

اس واقعہ کی روایت کو الموفق اخطب خوارزم احمد بن مکی (تاریخ وفات ۵۶۸ھ) نے مقتل الحسین ج ۲ ص ۹۲ پر درج کیا ہے۔

علامہ عبدالرزاق المقرم النجفی کا اس روایت پر تبصرہ

اس کوے والی روایت میں کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے۔ جب یہ بات سچ ہے اور ثابت ہے کہ اِمام حسینؑ کی فاطمہؑ (کبریٰ) اور سکینہؑ کے علاوہ اور بیٹی بھی موجود تھیں کیونکہ آپؑ کی شہادت میں بہت سارے غیر معمولی اور عام قوانین سے ہٹ کر واقعات موجود ہیں۔

شہادت کے بعد ہونے والے واقعات کے بارے حکمت و فلسفہ

علامہ سید عبدالرزاق المقرم ان واقعات پر مقتل حسینؑ میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اللہ ''جل جلالہ و عظیم شانہ'' کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ حضرت اِمام حسینؑ کی شہادت سے اور شہادت کے بعد غیر معمولی واقعات کے ظاہر ہونے، علمائے تفسیر، اللہ عزوجل اس کائناتی تبدیلیوں کے ذریعہ اس اُمت کو آگاہ کرنا چاہتا ہے جو اس وقت اس واقعہ اور سانحہ کی گواہ اور شاہد تھی اور بعد میں قیامت تک آنے والی نسلوں تک اس سانحہ کے اثرات کو خداوند چاہتا ہے۔ یہ خدا کا فیصلہ تھا اور ہے کہ نامِ حسینؑ، ذکرِ حسینؑ اور شہادتِ حسینؑ لوگوں کے اذہان سے مٹنے نہ پائے۔ ہر دور میں اس واقعہ کا اثر موجود رہے۔ جو اُمویوں نے سنگدلی کا مظاہرہ کیا اور جتنا بڑا جرم کیا جس کی مثال نہ ماضی میں موجود تھی اور نہ ہی اس کی مثال قیامت تک پیش کی جا سکے گی۔ حضرت ابو عبداللہ الحسینؑ کے ساتھ اُمویوں کا ناشائستہ، ظالمانہ، دُشمنی کا رویّہ اپنی

نوعیت اور کیفیت میں منفرد لگتا ہے۔

حضرت ابوعبداللہ الحسینؑ جو خدا کی طرف دعوت دیتے ہوئے شہادت کے درجہ پر فائز ہو گئے۔ان سارے واقعات میں لوگوں کو متوجہ کرنا ہے کہ حسینؑ مظلوم کا اللہ کے ہاں بڑا مقام ہے۔ پوری کائنات میں ان کی حیثیت اور شان ہے اور یہ آپؑ کا قتل ناحق گمراہوں کی تباہی، باطل کی ذلت و رسوائی اور ظالموں کے خاتمہ کا سامان بنے گا۔ اللہ کا دین زندہ ہوگا۔ اللہ کا اپنے دین کے بارے میں ارادہ ہے کہ اسی دین نے قیامت تک باقی رہنا ہے اور اسی دین کا سب ادیان پر غلبہ ہونا ہے۔

دعبل خزاعی کی ایک درخت کے بارے میں روایت

دعبل الخزاعی نے اپنے جد سے یہ بات نقل کی ہے کہ ان کے جد بیان کرتے تھے کہ ان کی ماں سعدی بنت مالک الخزاعیہ نے اس درخت کو دیکھا تھا جو اُم معبد الخزاعیہ کے ہاں تھا اور وہ خشک تھا اور حضرت نبی کریمؐ کے وضو کے پانی کی برکت سے وہ خشک درخت جس کے نیچے حضرت نے وضو فرمایا، فوراً سرسبز ہو گیا۔ اس کے پتے اور شاخیں نکل آئیں اور بہت ہی زیادہ پھل دیتا تھا پھر جب رسولؐ اللہ اس دُنیا سے وصال کر گئے تو اس کا پھل کم ہو گیا۔

جب حضرت امیر المومنینؑ شہید ہوئے تو اس پر لگا ہوا پھل گر گیا تھا پھر لوگوں کو اس درخت کے پتوں سے اپنی بیماریوں کا علاج کرتے ہوئے دیکھا گیا اور کچھ عرصہ بعد لوگوں نے دیکھا کہ اس کے تنے سے خون جاری ہے۔ سب دیکھنے والے اس منظر سے خوف زدہ ہو گئے کیونکہ انہوں نے ایسا کبھی نہیں دیکھا تھا۔ جب رات ہوگئی تو انہوں نے اس درخت کے قریب سے زار و زار رونے کی آوازیں سنیں لیکن کسی کو وہاں موجود نہ پایا اور کہنے والے کی ہاتف غیبی کی آواز آ رہی تھی:

يا بن الشهيد و يا شهيدا عمه. خير العمومة جعفر الطيار

"اے فرزند شہیدؑ! اے وہ جس کے چچا شہید ہیں، چچاؤں میں بہترین

چچا جعفر طیارؑ ہیں"۔

عجبا المعقول اصابك حدہ. فی الوجه منك وقد علاك غبار

"حیرانگی ہے اس تلوار پر کہ جس کی دھار تیرے رُخ انور کی طرف بڑھی
اور بتحقیق غبار نے تجھے بلند کر دیا یعنی کسی کی تلوار تجھے گرا نہ سکی"۔

اس کے بعد کچھ دن گزرے تھے کہ اِمام حسینؑ کے قتل ہو جانے کی خبر آ گئی۔ یہ سب کچھ جس نے حیرت زدہ کر دیا وہ اس وجہ سے تھا۔ اس واقعہ پر دعبل خزاعی نے اور اسی طرح دوسرے شیعہ شعراء نے اشعار لکھے۔

آسمان کی سرخی اللہ کے غضب کی نشانی

جس کسی نے حضرت اِمام حسینؑ کے تبرکات سے زعفران لوٹا یا زعفران جو آپؑ کے زیرِ استعمال تھا اسے جو بھی لے گیا اس نے اپنے بدن کے جس حصّہ پر لگایا تو وہ حصّہ جل گیا اور جو بچا کر رکھا تو وہ راکھ ہو چکا تھا۔

حضرت اِمام حسینؑ کی سواری کے اونٹوں کو جب ذبح کیا گیا تو ان کا گوشت سخت کڑوا ہو گیا، پتھر بن گیا اور اس سے آگ کے شعلے نکلتے دیکھے گئے۔(الخصائص الکبریٰ، ج ۲ص ۱۲۶، تاریخ ابنِ عساکر ج ۴ ص ۳۳۹، تہذیب التہذیب ج ۲ص ۳۵۴، مجمع الزوائد ج ۹ص ۹۶، الکواکب الدریہ ج ۱ص ۵۶، مقتل الخوارزمی ج ۲ص ۹۰)

حضرت اِمام حسینؑ کی شہادت سے پہلے آسمان پر سرخی موجود نہ تھی۔ جس دن آپؑ کی شہادت ہوئی اس دن سے آسمان پر سُرخی دیکھنے میں آئی۔

مشہور اہلِ سنت کے محقق ابنِ الجوزی کہتے ہیں: لوگوں میں سے جب کوئی غضبناک ہوتا ہے تو اس کے غضب کے آثار اس کے چہرے پر ظاہر ہوتے ہیں۔ حق تعالیٰ کیونکہ جسم و جسمانیات سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اِمام حسینؑ کے قتل ہونے پر اپنے غضب کا اظہار اُفق کی سرخی کے ذریعہ کیا ہے، کیونکہ جرم اتنا بڑا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے غضب کا

اظہار اس انداز سے فرمایا ہے۔

پھر ابن جوزی لکھتا ہے: حضرت عباسؓ بن عبدالمطلبؓ کو جب یوم بدر گرفتار کر کے لایا گیا تو رات کے وقت حضرت عباسؓ کے کراہنے کی آواز سے تڑپ گئے تھے، پریشان ہو گئے، جب حضرت حمزہؓ کا وحشی قاتل اسلام لے آیا تو نبی اکرمؐ نے فرمایا: "مجھ سے اپنا چہرہ چھپا لے، مجھ سے دور ہو جا کیونکہ میں اپنے پیاروں کے قاتل کو نہیں دیکھ سکتا۔" جبکہ اسلام سابقہ غلطیوں کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ پس آپ خود اندازہ لگا لیں کہ جن لوگوں نے آپؐ کی اولاد کو ذبح کیا اور اپنے اہل و عیال، پردہ داروں کو اونٹوں کے کجاووں اور بلندیوں پر بٹھایا ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قلبی کیفیت کیا ہوگی؟ (تذکرہ الخواص ص ۱۵۴، الصواعق المحرقہ ص ۱۱۶)

رسولؐ اللہ کا جنگ کے دوران موجود ہونا

جی ہاں! رسولؐ اللہ کربلا کے معرکہ میں روزِ عاشور موجود تھے اور آپؐ یہ دیکھ رہے تھے کہ وہ ظالم کس طرح آپؐ کی نسل کو روئے زمین سے ختم ہونے پر اکھٹے ہیں۔

آپؐ کے سامنے بیواؤں کے چیخنے چلانے اور رونے کی آوازیں و صدائیں تھیں۔

بچوں کے پیاس سے بلکنے کی آوازیں اور پردہ داروں کی پریشانیاں آپ دیکھ رہے تھے۔

شامی و کوفی افواج نے دورانِ جنگ یہ آواز اپنے کانوں سے سنی

اے کوفہ والو! تم پر پھٹکار ہو، تمہارے لیے بربادی ہو، میں رسولؐ اللہ کو دیکھ رہا ہوں کبھی تو آپ کی جمعیت کو دیکھتے ہیں اور کبھی آسمان کی طرف دیکھتے ہیں، اپنی مقدس ریش مبارک کو اپنے ہاتھ سے پکڑا ہوا ہے لیکن خواہشات کے سمندر میں غرق، گمراہی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبے ہوئے، مال و منصب کے لالچ میں گھرے افراد نے جواب میں کہا: "یہ آواز مجنون کی ہے" پس پوری جمعیت کو متوجہ کرتے ہوئے کرب دار آواز میں یہ جملے دہرائے گئے: تمہیں وہ شخص خوفزدہ نہ کرے اس کے دھوکہ میں نہ آؤ۔

حضرت ابوعبداللہ اِمام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''وہ جو صدا بلند ہو رہی تھی یہ حضرت جبرئیلؑ امین آواز دے رہے تھے۔'' (کامل الزیارات)

بعض فرشتوں نے بلند آواز میں کہا:

''اے حیرت زدہ، وحشت زدہ، گمراہ اُمت، اپنے نبیؐ کے بعد سرگردانِ اُمت، اللہ تمہیں کامیاب نہ کرے اور تمہارے شب و روز کو اللہ تعالیٰ حالتِ خوف واضطراب میں رکھے۔''

حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''یہ بات حتمی اور یقینی طور پر ثابت ہوئی کہ وہ کامیاب نہ ہوئے۔ حضرت اِمام مہدی علیہ السلام کی آمد پر اِمام حسین علیہ السلام کے قتل کا بدلہ لیا جائے گا اور اس کے بعد اس اُمت کے لیے کامیابی اور کامرانی ہوگی۔'' (من لایحضرہ الفقیہ للصدوق ص ۱۴۸)

o......o......o

سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر پیغمبر اکرمؐ اور ملائکہ کا گریہ

جبرئیلؑ کربلا سے یہ کہتے ہوئے گئے
مقروض حشر تک ہے خُدائی حسینؑ کی
(تبسم نواز وڑائچ)

اے فاطمہؑ! تیرے بیٹے کے رونے کیلئے اللہ تعالیٰ ایک گروہ پیدا کرے گا

اُستاد العلماء علامہ محمد باقر چکڑالوی اعلیٰ اللہ مقامہ "مجالس المرضیہ" کے ص۱۳۷، ۳۱۸، ۳۱۹ تا آخر لکھتے ہیں:

حضرت اِمام حسین علیہ السلام کا ارشاد ہے: ہماری مصیبت میں کسی کی آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ بھی ٹپکے گا تو خدا اُس کو جنت عطا فرمائے گا۔ ایک مرتبہ رسالتمآبؐ نے اپنی شہزادیؑ کو شہادت حسینؑ اور تمام واقعہ کربلا کی خبر سنائی تو جناب سیدہ فاطمہؑ نے رو کر پوچھا: اے بابا جانؐ! یہ واقعہ کب ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا: ایسے زمانہ میں ہوگا جب نہ میں ہونگا، نہ علیؑ ہوگا اور نہ حسنؑ ہوگا اور نہ تُو ہوگی۔ پس بی بیؑ پر سخت گریہ طاری ہوا اور پھر پوچھا: میرے بیٹے کو روئے گا کون؟ مراسم عزا کون بجالائے گا؟ آپؐ نے فرمایا: خدا میری اُمت کا ایک گروہ پیدا کرے گا جو ہر سال مراسم عزاداری ادا کرے گا۔ ان کے مرد ہمارے مردوں کو، ان کی عورتیں ہماری عورتوں کو پُرسہ دیں گی اور بروز محشر تو ان عورتوں کی شفاعت کرے گی اور میں مردوں کی شفاعت کروں گا اور انہیں ہاتھ سے پکڑ کر داخل جنت کریں گے۔ اے فاطمہؑ! قیامت کے دن ہر آنکھ گریہ کناں ہوگی سوائے اس آنکھ کے جو مصائب حسینؑ پر گریہ کرے گی پس وہ آنکھ بروز محشر خوش وخرم ہوگی۔

اس سر کو دیکھ کر بہت روئے۔ انبیائے کرامؑ نے تعزیت پیش کی پھر جبرئیلؑ نے نبی اکرمؐ کی خدمت میں عرض کیا: "یا محمدؐ! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپؐ کی اُمت کی بابت آپؐ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اگر آپؐ حکم دیں تو میں اس وقت زمین کو اس طرح تہس نہس کر دوں جس طرح حضرت لوطؑ کی قوم کی بستی کو کیا تھا"۔

اس وقت نبی اکرمؐ نے فرمایا: "نہیں جبرئیلؑ! ایسا نہیں کرنا، کیونکہ میرا اور ان کا حساب کتاب بروز قیامت بارگاہ الٰہی میں ہوگا"۔

کربلا میں زلزلہ آیا اور آسمان کا رنگ بدل گیا

سوگنامہ آل محمدؐ میں علامہ محمد محمدی اشتہاردی ص ۵۱۰، ۵۱۱ پر لکھتے ہیں: ایک دُشمنِ اِمام، یزید کا لشکری بعد شہادت حضرت اِمام حسینؑ آپؑ کا ازار بند اُتارنے کے درپے تھا اور اس نے آپؑ کے دست مبارک کو جسم سے جدا کر دیا، جو، ازار بند کو کھولنے پر اس پر دراز ہو جاتا ہے۔ اس ملعون کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا زمین میں اچانک زلزلہ آیا۔ سخت آندھی چلی اور آسمان کا رنگ آناً فاناً بدل گیا۔ میں نے گریہ کی آواز سنی کوئی کہہ رہا تھا:

"اے میرے مظلوم بیٹے! آپؑ کو تشنہ لب قتل کر دیا گیا۔ آپؑ کے مقام کو نہ پہچانا"۔

ملعون کا بیان ہے: میں اس وقت شہداء کی لاشوں کی اوٹ میں چھپ گیا۔ میں نے تین افراد اور ایک خاتون کو بہت زیادہ جمعیت کے ساتھ دیکھا۔ ملائکہ نے تمام اطراف کو گھیر رکھا تھا۔ وہ پیغمبر اکرمؐ، علیؑ، فاطمہؑ اور حسنؑ تھے۔ ان ذواتِ مقدسہ نے اپنے عزیز مظلوم اِمام حسینؑ اور آپؑ کے اصحابِ باوفا کی شہادت پر سخت گریہ کیا اور کچھ مطالب بیان کئے۔ اچانک رسول اکرمؐ کی مجھ پر نظر پڑی تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

جبرئیلؑ کربلا سے یہ کہتے ہوئے گئے
مقروض حشر تک ہے خدائی حسینؑ کی
(تبسم نواز وڑائچ)

اے فاطمہؑ! تیرے بیٹے کے رونے کیلئے اللہ تعالیٰ ایک گروہ پیدا کرے گا

اُستاد العلماء علامہ محمد باقر چکڑالوی اعلیٰ اللہ مقامہ "مجالس المرضیہ" کے ص ۱۳۷، ۳۱۸، ۳۱۹ تا آخر لکھتے ہیں:

حضرت امام حسین علیہ السلام کا ارشاد ہے: ہماری مصیبت میں کسی کی آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ بھی ٹپکے گا تو خدا اُس کو جنت عطا فرمائے گا۔ ایک مرتبہ رسالتمآبؐ نے اپنی شہزادیؑ کو شہادت حسینؑ اور تمام واقعہ کربلا کی خبر سنائی تو جناب سیدہ فاطمہؑ نے رو کر پوچھا: اے بابا جانؐ! یہ واقعہ کب ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا: ایسے زمانہ میں ہوگا جب نہ میں ہونگا، نہ علیؑ ہوگا اور نہ حسنؑ ہوگا اور نہ تُو ہوگی۔ پس بی بیؑ پر سخت گریہ طاری ہوا اور پھر پوچھا: میرے بیٹے کو روئے گا کون؟ مراسم عزا کون بجالائے گا؟ آپؐ نے فرمایا: خدا میری اُمت کا ایک گروہ پیدا کرے گا جو ہر سال مراسم عزاداری ادا کرے گا۔ ان کے مرد ہمارے مردوں کو، ان کی عورتیں ہماری عورتوں کو پُرسہ دیں گی اور بروز محشر تو ان عورتوں کی شفاعت کرے گی اور میں مردوں کی شفاعت کروں گا اور انہیں ہاتھ سے پکڑ کر داخل جنت کریں گے۔ اے فاطمہؑ! قیامت کے دن ہر آنکھ گریہ کناں ہوگی سوائے اس آنکھ کے جو مصائب حسینؑ پر گریہ کرے گی پس وہ آنکھ بروز محشر خوش و خرم ہوگی۔

رسولؐ اللہ کربلا میں...... جبرئیلؑ کا کرب واضطراب

سحابِ رحمت اُردو ترجمہ سردارِ کربلا میں اسماعیل یزدی ص ۶۱۰ پر لکھتے ہیں: حضرت اِمام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

"جب اِمام حسینؑ شہید ہو گئے تو کسی نے لشکرِ کوفہ کے درمیان فریاد بلند کی کہ میں کس لئے نالہ وفریاد نہ کروں؟ کہ میں رسولؐ اللہ کو کھڑا دیکھ رہا ہوں۔ وہ ایک نظر زمین پر ڈالتے ہیں اور دوسری نظر تمہارے گروہ پر۔ مجھے خدشہ ہے کہ کہیں وہ اہلِ زمین پر نفرین نہ کردیں اور یہ سب ہلاک ہو جائیں"۔

راوی نے حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں وہ فریاد بلند کرنے والا کون تھا؟ اِمامؑ نے فرمایا:

"وہ حضرت جبرئیلؑ کے علاوہ کوئی دوسرا نہ تھا اور اگر اسے اجازت ہوتی تو وہ نعرہ بلند کرتا اور ان کافروں کی روحیں ان کے جسموں سے نکل جاتیں اور وہ واصلِ جہنم ہو جاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو مہلت دی کہ ان کے گناہ اور بڑھ جائیں اور انہیں دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائے"۔

راوی نے اِمامؑ سے پوچھا: میں آپؑ پر قربان! ہم اور آپؑ کس زمانے تک قتل و غارت اور خوف ودہشت کا شکار رہیں گے؟ حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"جب تک ظہور مہدیؑ نہیں ہو جاتا"۔(یہ روایت کامل الزیارت ص ۳۳۶، ۱۰۸ اور ج ۱۴ سے سحابِ رحمت میں نقل کی گئی ہے)

پیغمبر اکرمؐ کا چہرہ گرد آلود اور سر پر عمامہ نہیں ہے

خصائص حسینیہ کی مجلس دہم میں آیت اللہ شیخ جعفر شوستریؒ حضرت اِمام حسینؑ کی

شہادت کے وقت کو یوں بیان کرتے ہیں: ''جب آسمان کی طرف دیکھا تو ایک نور دکھائی دیا۔ جب غور سے دیکھا کہ جبرئیلؑ امین ہیں کچھ کہہ بھی رہے ہیں:

قتل الحسینؑ بکربلا عطشاناً

دوسری مرتبہ آسمان کی طرف دیکھا تو مجھے ایک اور نور دکھائی دیا۔ دیکھا کہ پیغمبر اکرمؐ آسمان سے اُتر رہے ہیں۔ چہرہ اقدس گرد آلود ہے۔ سر پر عمامہ نہیں ہے اور جب زمین کی طرف نگاہ کی تو ایک فرشتے کو ایک شیشی لئے آسمان کی طرف جاتے دیکھا کہ زمرد کی اس شیشی میں کوئی چیز ہے۔ جب غور کیا تو اس میں خون تھا۔ دیکھا کہ خونِ حسینؑ ہے اور اسے شیشی میں ڈال کر آسمان کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔

انبیاء کرامؑ اور جبرئیلؑ امین پر اثرات

یہ روایت مقاتل کی تمام کتب میں موجود ہے۔ نفس المہموم ص ۲۱۸، تظلم الزہراء ص ۲۵۷، مقتل الحسین المقرم ص ۴۱۱، لہوف ابنِ طاؤس ص ۱۵۴، ناسخ ج ۶ ص ۳۲۶ وغیرہ ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

طویل روایت ہے جس میں ایک شخص دُشمن اِمامؑ کا بیان ہے کہ ہم شام تک اِمام حسینؑ کے سر کے ساتھ گئے۔ سر کو شام ڈھلتے ہی صندوق میں بند کر دیتے اور اردگرد بیٹھ کر شراب پیتے۔ ایک تاریکی چھا گئی کہ اچانک آسمانی بجلی کڑکی اور چمکی اس کے ساتھ ہی آسمان کے دروازے کھل گئے اور حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسحاقؑ اور ہمارے پیغمبر اکرم محمد مصطفیٰؐ نیچے اُترے اور ان کے ساتھ جبرئیلؑ اور بہت سے ملائکہ تھے۔ جبرئیلؑ نے صندوق کے قریب آ کر اِمام حسین علیہ السلام کے سر کو باہر نکالا۔ سینہ سے لگایا اور بوسہ دیا پھر تمام انبیاءؑ نے یکے بعد دیگرے اس سر کو بوسہ دیا۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ

اس سر کو دیکھ کر بہت روئے۔ انبیائے کرامؑ نے تعزیت پیش کی پھر جبرئیلؑ نے نبی اکرمؐ کی خدمت میں عرض کیا: "یا محمدؐ! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپؐ کی اُمت کی بابت آپؐ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اگر آپؐ حکم دیں تو میں اس وقت زمین کو اس طرح تہس نہس کر دوں جس طرح حضرت لوطؑ کی قوم کی بستی کو کیا تھا"۔

اس وقت نبی اکرمؐ نے فرمایا: "نہیں جبرئیلؑ! ایسا نہیں کرنا، کیونکہ میرا اور ان کا حساب کتاب بروز قیامت بارگاہ الٰہی میں ہوگا"۔

کربلا میں زلزلہ آیا اور آسمان کا رنگ بدل گیا

سوگنامہ آلِ محمدؐ میں علامہ محمد محمدی اشتہاردی ص ۵۱۰، ۵۱۱ پر لکھتے ہیں: ایک دُشمنِ اِمام، یزید کا لشکری بعد شہادت حضرت اِمام حسینؑ آپؑ کا ازار بند اُتارنے کے درپے تھا اور اس نے آپؑ کے دست مبارک کو جسم سے جدا کر دیا، جو، ازار بند کو کھولنے پر اس پر دراز ہو جاتا ہے۔ اس ملعون کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا زمین میں اچانک زلزلہ آیا۔ سخت آندھی چلی اور آسمان کا رنگ آناً فاناً بدل گیا۔ میں نے گریہ کی آواز سنی کوئی کہہ رہا تھا:

"اے میرے مظلوم بیٹے! آپؑ کو تشنہ لب قتل کر دیا گیا۔ آپؑ کے مقام کو نہ پہچانا"۔

ملعون کا بیان ہے: میں اس وقت شہداء کی لاشوں کی اوٹ میں چھپ گیا۔ میں نے تین افراد اور ایک خاتون کو بہت زیادہ جمعیت کے ساتھ دیکھا۔ ملائکہ نے تمام اطراف کو گھیر رکھا تھا۔ وہ پیغمبر اکرمؐ، علیؑ، فاطمہؑ اور حسنؑ تھے۔ ان ذواتِ مقدسہ نے اپنے عزیز مظلوم اِمام حسینؑ اور آپؑ کے اصحابِ باوفا کی شہادت پر سخت گریہ کیا اور کچھ مطالب بیان کئے۔ اچانک رسول اکرمؐ کی مجھ پر نظر پڑی تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

"اے پست ترین انسان! تجھ پر خداوند تعالیٰ کی لعنت ہو تو نے میرے بیٹے کے ساتھ اس طرح سلوک کیا۔ خدا تیرے چہرے کو سیاہ کرے اور تیرے ہاتھوں کو آخرت سے پہلے دُنیا میں قطع کرے"۔

ملعون کا بیان ہے کہ ابھی حضرت محمد مصطفیٰؐ کی لعنت کے الفاظ تمام نہ ہوئے تھے کہ میرے ہاتھ خشک ہو گئے اور میرا چہرہ سیاہ رات کی طرح ہو گیا۔ (سحابِ رحمت میں یہ روایت طرماع بن عدی کے حوالے سے اور انداز میں لکھی گئی ہے مگر متن میں اسی طرح نقل ہے)۔

○......○......○

ہم تک عزاداری کن حوالوں سے پہنچی؟

برصغیر میں ہمارے علمائے کرام نے انتہائی تحقیق سے عزاداری امام حسینؑ پر لکھا۔ ایک محقق کے لئے بھی سانحہ کربلا کی روایات کی چھان بین انتہائی مشکل مرحلہ ہے۔ ہم یہ تحریر علامہ طالب جوہری کی کتاب ''حدیثِ کربلا'' کے ص ۱ تا ۹ سے نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ جس میں قدرے سادہ لکھا گیا ہے۔

سانحہ کربلا کے ماخذ اور مصادر پر تحقیق

کربلا کے قریب ترین ادوار کے لوگوں کے لئے سُنی ہوئی روایات تھیں۔ وہ اگر اس واقعہ کو سمجھنا چاہتے تھے تو ان کے پاس راویوں کے اقوال کا ایک بڑا ذخیرہ تھا، جن میں وہ راوی بھی تھے جو یا تو خود قاتلوں کے گروہ میں شامل تھے یا قاتلوں کے طرفداروں میں شمار ہوتے تھے اور وہ راوی بھی تھے جو مقتولوں سے قریبی وابستگی رکھتے تھے یا مقتولوں کے طرفدار تھے۔ ایسے میں واقعات کو پوری طرح معلوم کر لینا اور ان کے پس منظر و پیش منظر کو سمجھ لینا آسان تھا۔ لیکن یہ کام آج کے عہد میں بہت دشوار ہے۔ ہمیں اس کا مطالعہ کرنے کے لئے ان قدیمی حوالوں کو دیکھنا پڑتا ہے جن سے اس واقعہ کی تفصیلات حاصل کی جا سکیں۔

تواریخ

کربلا کے واقعات کا بنیادی ذریعہ تاریخ کو سمجھا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس کے علاوہ ہمیں کسی دوسرے علم کے ذریعہ واقعہ کربلا کے سلسلے میں تفصیلی معلومات نہیں مل سکتیں۔ کربلا کے واقعات کا سب سے اہم ماخذ، محمد بن جریر طبری (۳۱۰ھ) کی تاریخ ہے۔ اس کی

یہ خصوصیت ہے کہ وہ واقعات کو سلسلۂ سند کے ساتھ نقل کرتا ہے اور عینی شاہدین کے بیانات کو خصوصی اہمیت دیتا ہے۔ اسے دوسری تاریخوں سے ممتاز کرتی ہے۔ اس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ ایک ہی واقعہ کے سلسلہ میں ایک سے زیادہ بیانات تحریر کرتا ہے۔ اس سے ان محققین کو فائدہ پہنچ سکتا ہے جو تاریخی واقعات میں اجتہاد کرنا چاہتے ہیں۔ ابن اثیر کی تاریخ کامل اگرچہ ایک لحاظ سے طبری کی تنقیح وتہذیب ہے لیکن اس کی یہی خصوصیت اسے فن تاریخ میں اہم جگہ عطا کرتی ہے۔ بیان واقعہ میں راوی کا زاویہ نگاہ اور اس کا عقیدہ کسی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا لہٰذا واقعات کے تقابلی مطالعہ یا واقعات کی تردید وتوثیق کے لئے دوسری تاریخوں کو مدنظر رکھنا بھی ضروری ہے:

① الاخبار الطوال ابوحنیفہ دینوری ۲۸۲ھ
② تاریخ یعقوبی احمد بن یعقوب ۲۹۲ھ
③ الفتوح ابن اعثم کوفی ۳۱۴ھ
④ مروج الذھب ابوالحسن علی بن الحسین مسعودی ۳۴۶ھ

تاریخ کا بنیادی طریقہ یہ ہے کہ کسی بھی زمانے اور کسی بھی زمین کی تاریخ ہو، وہ اپنے دائرہ تحریر میں آنے والے ہر واقعہ کو یکساں توجہ کا مستحق قرار دیتی ہے۔ ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ کسی خاص واقعہ کو اہمیت دے کر اس کے ساتھ خصوصی برتاؤ کیا جائے۔ لہٰذا اگر ہم صرف تاریخ پر بھروسہ کریں تو ہمیں واقعہ کربلا کی اتنی ہی معلومات حاصل ہوں گی جتنی تاریخ نے اپنی ضرورت کے تحت اپنے پاس جمع کی ہیں۔ لیکن اگر ہم مزید معلومات حاصل کرنا چاہیں تو تاریخ ہمیں مایوس پلٹا دے گی۔ اس کے برعکس مقتل کا مقصد ہی کربلا کی سوانح نگاری ہے۔ مقتل کی نگاہ تاریخ کی طرح مختلف اطراف میں پھیلی ہوئی بکھری ہوئی نہیں ہوتی۔ بلکہ صرف ایک موضوع کے جزئیات اور تفصیلات تحریر کرتی ہے۔ لہٰذا کربلا کے موضوع پر مطالعہ کرنے کے لئے سب سے بنیادی اور اہم حوالہ مقتل کو قرار دینا چاہئے۔

مقاتل

مقتل کے جزئیات اور تفصیلات ان لوگوں سے ملتے ہیں جو واقعہ کربلا میں موجود ہوں۔ کربلا کے واقعہ میں موجود ہونے والے افراد دو قسم کے ہیں:

ایک وہ جو سید الشہداء علیہ السلام کے ساتھ ہیں اور دوسرے وہ ہیں جو لشکر یزید میں ہیں۔ لشکر یزید کے لوگوں کی اکثر روایات تاریخ کی کتابوں میں مل جاتی ہیں اور امام حسین علیہ السلام کے ساتھیوں کی روایات کا بیشتر حصّہ مقاتل میں ہے اور ان روایات کا انتہائی کم حصّہ تاریخ میں ہے بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کی دو وجوہ ہیں:

(۱) قاتل کے راویوں کا فطری رجحان آلِ محمدؐ کی طرف تھا اور آلِ محمدؐ اور ان سے متعلق حلقہ کے افراد سے ان کا میل جول اور رابطہ تھا۔ جب کہ مورخین کا ایسا کوئی رجحان ہمارے سامنے نہیں ہے۔

(۲) قدیم زمانوں میں آلِ محمدؐ اور ان کے چاہنے والوں پر جو تشدد کیا گیا اور جس طرح ان کے ذکر پر پہرے بٹھائے گئے اس کے فطری اثرات میں ایک اثر یہ بھی تھا کہ مورخ حکومتِ وقت کے خوف سے ہمیشہ آلِ محمدؐ سے غیر متعلق اور دور رہا۔

مقتل کے لغوی معنی ہیں قتل کی جگہ۔ اصطلاحی طور پر وہ کتابیں جو کسی شخص کے قتل کی تفصیلات پر لکھی جاتی ہیں وہ مقتل کہلاتی ہیں۔ جس کثرت سے کربلا کے واقعہ اور شہادت حسینؑ پر کتابیں لکھی گئی ہیں اس کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مقتل کے لفظ سے ذہن فوراً اس کتاب کی طرف جاتا ہے جو شہادتِ حسینؑ پر لکھی گئی ہو۔

آغا بزرگ تہرانی نے الذریعہ کی ج ۲۲ کے صفحہ ۲۳ سے ۲۹ تک ان مقاتل کی فہرست تحریر کی ہے جو لفظ مقتل سے شروع ہوتے ہیں اور وہ مقاتل جن کے نام لفظ مقتل سے شروع نہیں ہوتے وہ الذریعہ میں حروف تہجی کے حساب سے ہیں۔ انہیں شمار تو نہیں کیا گیا لیکن ایک اندازہ کے مطابق دو سو (۲۰۰) سے زیادہ ہیں۔

چند قدیم مقاتل حسب ذیل ہیں:

① مقتل اصبغ بن نباتہ، ان کی وفات پہلی صدی میں ہوئی اور سو (۱۰۰) سال سے زیادہ عمر پائی۔
② مقتل جابر بن یزید جعفی ۱۲۸ھ۔
③ مقتل ابو مخنف لوط بن یحییٰ بن سعید ازدی ۱۵۷ھ۔

آغا بزرگ تہرانی لکھتے ہیں: اس مقتل کی نسبت ابو مخنف کی طرف بہت مشہور ہے لیکن اس میں کچھ وضعی اور جعلی باتیں بھی ہیں۔ مولانا راحت حسین گوپالپوری اسے ابو مخنف ہی کا مقتل قرار دیتے ہیں اور اس میں جعلی روایات کے بھی قائل ہیں۔

④ مقتل نصر بن مزاحم منقری (عطار) ۲۱۲ھ۔
⑤ مقتل ابو اسحاق ابراہیم بن اسحاق نہاوندی۔
⑥ مقتل ابنِ اسحاق ثقفی ۲۸۳ھ۔
⑦ مقتل یعقوبی معروف بہ ابنِ واضح ۲۹۲ھ کے بعد۔
⑧ مقتل جلودی عبدالعزیز بن یحییٰ جلودی ۳۳۲ھ۔
⑨ مقتل شیخ صدوقؒ (خصال میں اس کا تذکرہ ہے) ۳۸۰ھ۔
⑩ مقتل خوارزمی موفق ابنِ احمد ۵۶۸ھ۔

اصفہانی اور خوارزمی کی مقاتل کی اس خوبی کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے بھی طبری کی طرح واقعات کے اسناد تحریر کئے ہیں۔

واقعہ کربلا کے بیان کرنے والے لوگ کون ہیں؟ حسینی گروہ سے کتنے لوگ بچے تھے جنہوں نے مقتل کی تفصیلات فراہم کیں؟

اس لئے کہ دشمنی کا یہ عالم تھا کہ لوگ عاشور کے دن حضرت امام حسینؑ کا خطبہ سننے کو تیار نہ تھے اور آپؑ کی آواز پر طنز و تمسخر کی صدائیں بلند کر رہے تھے۔

عمر بن عبدالعزیز کے زمانے تک تو کسی میں جرأت نہ تھی کہ اس واقعہ کا تذکرہ کرے، تحریر تو بہت دور کی بات ہے۔

ابوالفرج نے لکھا ہے کہ سابق زمانہ کے شعراء بنی امیہ سے اس درجہ خوف زدہ تھے کہ امام حسین علیہ السلام کا مرثیہ لکھنے سے گریز کرتے تھے۔ سوال یہ ہے کہ ایسے خوفناک ماحول میں یہ واقعہ کیسے محفوظ رہا؟ اس کے محفوظ رہ جانے کے دو اسباب ہیں:

(۱) رسولؐ اللہ، امیرالمومنین علیہ السلام، امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کے خطبات اور گفتگو جنھوں نے ذہنوں کو اس واقعہ کے اثرات کے قبول کرنے پر تیار کیا۔

(۲) اہلِ حرم کا کربلا کے واقعہ میں موجود ہونا۔ دمشق کی سیاست نے آلِ محمدؐ کے فضائل و کمالات اور حقیقی اسلام پر جو پردے ڈالے وہ پڑے ہی رہتے اگر حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے اہلِ حرم کو ساتھ لے کر نہ نکلتے اور اہلِ حرم اسیر ہو کر دمشق نہ جاتے۔

عصر عاشور میں ہمیں دو اہم واقعات ایسے ملتے ہیں جن پر مستقبل کی مقتل نویسی کی عمارت تعمیر ہوئی۔ اس میں پہلا واقعہ حضرت سیدہ زینبؑ، حضرت سیدہ اُم کلثومؑ اور دیگر خواتین عصمت وطہارت کے بیانیہ جملے ہیں جو دُنیا کا پہلا مقتل ہیں اور دوسرا واقعہ اسی وقت توابین کی نمود ہے جو بعد میں عزاداری اور بیانِ مقتل کا ایک بنیادی عنصر قرار پائے۔

آلِ محمدؐ نے کربلا سے کوفہ، کوفہ سے دمشق اور دمشق سے مدینہ تک مقتل نویسی کے لئے مواد فراہم کیا۔ بعض مقتل نویسوں نے صرف جمع آوری کا کام کیا ہے اور اس میں صحیح وضعیف ہر قسم کی روایات اور ہر قسم کے اقوال کی جمع آوری کر دی ہے۔ پہلے مرحلہ میں یہی کام ہونا چاہئے تھا اور ہوا، تا کہ ذخیرہ، زمانے کی دست بُرد سے بچ جائے۔ لیکن ایسے ذخیروں سے استفادہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ مؤلف کی عظمت واہمیت کے باوجود واقعات پر نقد ونظر کی نگاہ ڈالی جائے اور صحیح صورت حال کو تلاش کرنے کی کوشش کی جائے۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ جامع روایات نے سب روایات صحیحہ جمع کی ہیں۔ اس لئے کہ جامع کا مقصد صرف جمع آوری تھی۔

دوسرے مرحلہ میں مقاتل میں اجتہاد سے کام لیا گیا اور کوشش کی گئی کہ صحیح وضعیف روایات میں فرق رکھا جائے۔ یہ کوشش اس لئے بھی ضروری سمجھی گئی کہ اس واقعہ کے راویوں میں ایسے مختلف قسم اور مختلف مزاج کے افراد شامل ہیں جن کے اقوال کی تحقیق ضروری ہے۔

حمید بن مسلم کی حقیقت

- حمید بن مسلم جو اپنے کو آلِ محمدؑ کا بہت ہمدرد اور خیر خواہ ظاہر کرتا ہے، یہ حکومت کے قریبی حلقوں سے وابستہ ایسا شخص ہے جو ابنِ زیاد کے پاس اِمام حسین علیہ السلام کا سرِ اطہر لے جانے والے دو افراد میں سے دوسرا ہے۔ ہماری نگاہ میں اس کی خیر خواہی اور ہمدردی خود اپنی ہی بیان کردہ ہے، ہو سکتا ہے کہ جب عوامی ردِّ عمل نے قاتلانِ حسینؑ کے گروہ کے لئے زندگی دشوار کر دی ہو تو اس شخص نے اپنے تحفظ کے لئے اپنی ہمدردیاں مشہور کی ہوں۔
- اسی طرح ابوالفرج اصفہانی ہے جو بیشتر زبیریوں اور اُمویوں سے روایت کرتا ہے جو آلِ محمدؑ کی دُشمنی میں صریح اور واضح ہیں۔
- طبری کی بیشتر روایات کے دینی رجحانات اور سیاسی وابستگیاں معلوم و مشہور ہیں۔

خود ابو مخنف کی ہر روایت پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ ابو مخنف نے ان راویوں سے بھی روایت لی ہے جن میں حضرات آلِ محمدؑ کی دُشمنی کے جراثیم موجود تھے۔

- اس صورت حال کی روشنی میں صحت مند رائے یہی ہے کہ روایات مقتل میں تحقیق و اجتہاد سے کام لیا جانا چاہیۓ۔
- اس وقت مقتل کی دو قدیم کتابیں ہماری دسترس میں ہیں۔ پہلی مُثیر الاحزان ہے جو شیخ جعفر ابنِ نما کی تصنیف ہے۔ ان کا سن وفات ۶۶۴ ہجری ہے۔
- اور دوسری کتاب لہوف ہے جو سید ابنِ طاؤس کی تصنیف ہے۔ اس کا سن وفات ۶۴۵ھ ہے۔
- ان دونوں بزرگوں نے مقتل کی تصنیف یا تالیف کا جو سبب بیان کیا ہے وہ بالترتیب یہ ہے کہ ابنِ نما، مُثیر الاحزان میں لکھتے ہیں کہ اس مقتل کے لکھنے کا سبب یہ ہوا: ”جب میں نے مقاتل کو دیکھا تو بعض کو بہت مفصل اور کثرتِ مضامین پر مشتمل پایا

اور بعض کو مختصر اور قلیل مضامین کا حامل پایا لہٰذا میں نے مفصل اور مختصر کے درمیان ایک مقتل مرتب کیا، میں نے جو مقتل مرتب کیا ہے وہ مقاتل میں درمیانے درجہ کا ہے۔ جس کے سبب پڑھنے والے کے لئے اس کا استعمال آسان ہے۔

جناب سید ابنِ طاؤس لہوف میں غرضِ تالیف بیان کرتے ہیں:

> ''جب میں نے ''مصباح الزائر و جناح المسافر'' مرتب کی تو میں نے محسوس کیا کہ یہ کتاب زیارتوں اور ان سے متعلق اعمال پر اس خوبی سے مشتمل ہے کہ دوسری بڑی اور مفصل کتابوں سے بے نیاز کر دیتی ہے اور میں نے پسند کیا کہ زائر کے لئے ایک ایسی کتاب مرتب کر دوں جو زیارت عاشورہ کے لئے جانے والے زائرین کو کتبِ مقتل کے لے جانے سے بے نیاز کر دے۔ میں نے اس کتاب میں فقط اتنا جمع کیا ہے جو زائروں کی تنگیِ وقت میں مناسب ہو اور میں نے طویل مطالب اور کثیر واقعات کو درج نہیں کیا''۔

مجالس

- ہمیں شیخ (شیخ سے مراد شیخ نصیرالدین ہیں) و سید (سید سے مراد ابنِ طاؤسؒ ہیں) کے زمانے تک طویل و عریض اور مفصل و مبسوط مقاتل کا سراغ ملتا ہے لیکن آج وہ ہماری دسترس میں نہیں ہیں تو کیا یہ یقین کر لیا جائے کہ وہ صفحہ ہستی سے مکمل طور سے غائب ہو گئے؟
- اس کا جواب نفی میں ہے۔ اس نفی کو سمجھنے کیلئے ہمیں کتب مجالس کے کردار پر نگاہ ڈالنی ہوگی۔
- واقعہ کربلا سے قبل پہلی مجلس تو رسول اکرمؐ کے بیان پر مشتمل تھی اور آپ ہی کی زبان مبارک سے ادا ہوئی تھی۔
- اور بعد کربلا پہلی مجلس عصر عاشور اس وقت ہوئی جب اہلِ حرم لاشۂ حسینؑ پر آئے اور

انہوں نے اِمام حسینؑ اور اصحابِ حسینؑ کے بے گور وکفن لاشوں کو دیکھ کر اپنے جذبات کا اظہار کیا۔

- پھر یہ مجلس کوفہ و دمشق کے درباروں اور بازاروں سے ہوتی ہوئی لٹے ہوئے قافلے کے ساتھ مدینہ واپس آئی۔
- یہ مجلس آلِ محمدؐ کے گھروں سے نکل کر مدینہ کے گلی کوچوں میں پھیل گئی اور حضرت سید سجاد علیہ السلام کی سنت بن کر آنے والی نسلوں میں سرایت کر گئی۔ ان مجلسوں میں کربلا کے جو واقعات بیان ہوئے وہ آگے چل کر جب تحریر کی شکل میں آئے تو مقتل کی صورت اختیار کر گئے۔
- اس وقت ہم انہیں مقاتل کے موجود نہ ہونے پر گفتگو کر رہے ہیں لیکن تسلسل کے ساتھ مجلس کا سلسلہ جاری ہے۔ پچھلے زمانوں میں جو کتبِ مجالس تحریر ہوئیں، ان کے بیشتر لکھنے والے بہت باخبر اور صاحبانِ مطالعہ تھے۔
- ہمیں ان کتابوں میں مندرجہ واقعات کو مُرسل، روایات کا درجہ دینا چاہئے اور ان کے صحت وسُقم پر فنی گفتگو کرنی چاہئے۔ عام طور سے کچھ مقتل نویس یہ کہہ کر گزر جاتے ہیں کہ یہ بحرالمصائب یا ریاض القدس کی روایت ہے اس لئے قابلِ توجہ نہیں ہے۔ یہ روّیہ غیر علمی ہے اور فقط اس بات کا اظہار ہے کہ ہم بھی مقتل کے بارے میں کچھ جانتے ہیں۔
- اس بات کا انکار ممکن نہیں ہے کہ ماضیِ قدیم کے بعض غیر محتاط اہلِ منبر نے بعض واقعات میں زبانِ حال اور خطابت کے اضافے کو حقائق کا روپ دے کر واقعہ بنا دیا ہے جب کہ بعض واقعات کے جعلی ہونے سے بھی انکار ممکن نہیں ہے۔
- علامہ محمد باقر بیرجندی تحریر فرماتے ہیں کہ ہمیں اپنے زمانے کے واعظین، ذاکرین اور مصائب خواں حضرات پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ اس بات پر دھیان نہیں دیتے کہ احادیث معصومین پڑھیں یا جعلی ووضعی احادیث بیان کریں۔

- ان کے بیان کے مطابق ایسے واقعات بھی پڑھے جاتے ہیں جن کا تعلق صرف عالم خیال سے ہے۔ (کبریت احمر ج ا ص ۳۶)
- صاحب کبریت احمر نے شرائط منبر کی پندرہویں شرط میں بھی اس موضوع پر بہت مستحکم گفتگو فرمائی ہے۔
- اسی طرح علامہ حسن بن محمد علی یزدی نے اپنی کتاب مہیج الاحزان کے مقدمہ میں تحریر کیا ہے: "لہٰذا یہ لازم ہوا کہ اخبار معتبرہ اور احادیث ماثورہ پر کوئی جامع کتاب مرتب کی جائے اور جھوٹوں کی زبان بندی کی جائے چنانچہ ہم نے احادیث صحیحہ کی روشنی میں اس کام کو شروع کیا"۔
- آپ نے مقدمہ ہی میں مطلب دوم کے ذیل میں اس موضوع پر مزید افادات فرمائے ہیں۔
- فاضل خبیر محمد حسین ابن محمد علی اپنی کتاب اخبار ماتم (ص ۹) پر تحریر فرماتے ہیں:

  "بہت مدت میں آثار مناقب اور مصائب کو تحریر میں لائے۔ درمیانی فاصلہ سے جو صدہا سال گزرے فتور منافات ایک دوسرے کے حافظہ پر ظہور میں آئے۔ لہٰذا لوازمِ توفیق اور توثیق عبارات مندرجہ سے ناچار ہو جو سانحہ دفترِ سلف میں لکھا پایا اور مغائر عصمت نظر نہ آیا اس میں پابندِ رشتۂ اظہار ہوں"۔

- یہ حوالے اس بات کی نشان دہی کرتے ہیں کہ ہر عہد میں جعل سازی کی ہمت شکنی کی گئی اور کربلا کے سلسلہ میں محتاط مواد پیش کیا جاتا رہا اور یہ عمل اس حد تک کامیاب رہا کہ غیر مستند روایت پر قاری یا سامع کا ذہن چونک اُٹھتا ہے۔ آج ہمارے لئے بہترین رویہ یہ ہے کہ روایات کو نقل و درایت کے مسلمہ اصولوں پر پرکھیں اور اگر اتنا وقت یا حوصلہ یا علم نہ ہو تو کم از کم یہ اصول اپنائیں کہ ایسی کتابوں سے استفادہ کیا جائے جو اپنے مآخذ کو بیان کرتی ہیں۔

اختلاف کے اسباب

- جب ہم واقعات کربلا کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں بہت سے مقامات پر ایک ہی واقعہ کے چند حوالے ملتے ہیں جن میں واقعہ کی تفصیل میں کمی یا بیشی نظر آتی ہے اور ناموں کا اختلاف بھی نظر آتا ہے۔
- اس اختلاف کو اس لئے اہمیت نہیں دینا چاہئے کہ اس سے اصل واقعہ کی صداقت یا عدم صداقت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ بیان واقعہ کا تعلق انسانی مشاہدے کی جزرسی سے ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ ہر انسان کی نگاہ کسی واقعہ کے ہر جز پر یکساں پڑے اس لئے اسے بیان کرتے وقت کمی یا بیشی ہوسکتی ہے۔ اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ہر انسان کا حافظہ اتنا قوی ہو کہ گذشتہ دنوں کی ہر بات کو بے کم و کاست بیان کرسکے، انسانی توانائیوں کے تفاوت نے ان اختلافات کو جنم دیا ہے۔
- ناموں کے اختلافات سہو کتابت اور تصحیف کی پیداوار ہیں اور کہیں لفظ کو صحیح نہ پڑھنے کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں، بریر بن خضیر کو یزید بن حصین پڑھ لینا بھی اس کی ایک صورت ہے۔

اصل حوالوں کا مسئلہ

آج طباعت کے عہد میں اگر کوئی تحقیق شدہ متن ایک ہزار کی تعداد میں چھپتا ہے تو گویا اصل کتاب کے ایک ہزار اصلی نسخے دُنیا میں موجود ہیں۔ اس کے باوجود اگر کتابت کی غلطیاں باقی رہ جائیں تو اختلاف متن پر گفتگو کے امکانات باقی رہتے ہیں۔ عہد کتابت میں اصل نسخہ صرف مصنف کا ہوا کرتا تھا۔ اس اصلی نسخہ کے نقول پڑھنے والوں کو دستیاب ہوتے تھے اور زمانے کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ نقلوں سے نقلوں کی پیداوار بڑھتی رہتی تھی۔ جن میں

سہو کتابت کی غلطیاں مزید گُل کھلاتی تھیں۔ گذشتہ زمانوں کے ہاتھوں سے لکھے نسخے اب ہمارے سامنے مطبوعہ اور کچھ مخطوطات (قلمی نسخوں) کی صورت میں ہیں اور ان کے اختلافات ہماری بحث و تمحیص کی زد پر ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ کربلا کے واقعات پر محققین نے جو بھرپور محنت اور کاوش کی ہے اس کا ثمر ہمیں اختلافات میں کمی کی صورت میں حاصل ہوا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اگلے زمانوں میں یہ واقعہ بہت نکھر کر اور حوالوں کے اختلافات سے صاف ہو کر ہمیں مہیا ہوگا۔

o.....o.....o

امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر آسمان و زمین کی ہر قسم کی مخلوقات کا گریہ

اس عنوان کیلئے ہم نے کامل الزیارات، تالیف الشیخ ابوالقاسم جعفر بن محمد بن قولویہ القمی، (وفات ۳۶۷ ہجری) ترجمہ حکیم سید طالب حسین، طبع کراچی کے باب ۲۶، ص ۱۶۵ تا ۱۸۳ سے لکھا ہے۔

شعراء کا نذرانہ عقیدت

طوق، زنجیر، لہو، اشک، خنجر، سنگ شفق
اپنے انداز میں سب تیرے عزادار ہوئے

✲✲

لہر در لہر ہے ماتم کی صدا غور سے سُن
کون پیاسہ ہے؟ جسے سارے سمندر روئے

✲✲

درندوں کی بدل ڈالی غمِ شبیرؑ میں فطرت
سرِ مقتل وہ لاشوں پہ، صفِ ماتم بچھا روئے

✲✲

حسینؑ غم میں تیرے کائنات روتی ہے
نکل کے روتا ہے دن چھپ کے رات روتی ہے

✲✲

اے حسینؑ! آپؑ پر زمین و آسمان گریہ کریں گے...... حضرت امیرالمومنینؑ

ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ علی ابنِ ابی طالبؑ مسجد میں اصحاب کے درمیان تشریف رکھتے تھے کہ اتنے میں حضرت اِمام حسینؑ تشریف لے آئے۔ آپؑ نے اپنے دستِ اطہر کو ان کے سر مبارک پر رکھا اور فرمایا:

"اے بیٹے! خداوند عالم نے قرآنِ مجید میں کچھ لوگوں کی تعبیر کی ہے اور فرمایا ہے: فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ "اور آسمان و زمین ان پر نہیں روئے اور ان کو مہلت بھی نہیں ملی"۔

پھر امیرالمومنینؑ نے حضرت اِمام حسینؑ کو مخاطب کر کے فرمایا:

"اے حسینؑ! خدا کی قسم! تم میرے بعد ضرور قتل کیے جاؤ گے اس کے بعد تم پر زمین و آسمان روئیں گے"۔

حضرت اِمام حسینؑ اور حضرت یحییٰؑ کی شہادت پر ایک سال تک آسمان سُرخ رہا...... حضرت اِمام جعفر صادقؑ

جناب ابوبصیرؒ نے حضرت اِمام جعفر صادقؑ سے روایت کی کہ آپؑ نے فرمایا:

"اِمام حسینؑ کے قتل ہونے سے زمین و آسمان روئے اور یہ دونوں سرخ ہو گئے تھے اور زمین و آسمان حضرت یحییٰؑ بن زکریاؑ اور حضرت اِمام حسینؑ کے علاوہ کسی پر نہیں روئے۔ چالیس دن تک آفتاب طلوع و غروب کے وقت سُرخ ہو جاتا تھا اور سُرخ ہونا ہی اس کا گریہ ہے"۔

ایک روایت کے مطابق حضرت اِمام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

"حضرت یحییٰؑ اور حضرت اِمام حسینؑ کی شہادت پر آسمان ایک سال کے لئے سُرخ ہو گیا"۔

نیز ایک روایت کے مطابق شیخ صدوقؒ لکھتے ہیں: امامؑ نے فرمایا:

''امام حسینؑ کی شہادت پر آسمان سے سرخ مٹی برسی تھی اور آفتاب کی حالت اس طرح تھی کہ جب کوئی کپڑا زیرِ آفتاب رکھا جاتا تو اس پر خون کے دھبے پڑ جاتے تھے، یہی آسمان کا رونا ہے''۔

حضرت امام حسینؑ پر تمام مخلوقات حتیٰ کہ جنت اور جہنم نے بھی گریہ کیا

- جناب ابوبصیرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''حسینؑ ابنِ علیؑ پر جنات و انسان و طیور، جانوران سب نے گریہ کیا''۔

- حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

''جب ابوعبداللہ الحسینؑ بن علیؑ شہید ہو چکے تو ان پر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں اور جو ان کے درمیان میں ہیں اور جو آسمانوں اور زمینوں پر منقلب ہوتی رہتی ہیں سب کی سب اور جنت و نار نے گریہ کیا اور تمام وہ چیزیں جنہیں ہمارے پروردگار نے خلق فرمایا خواہ وہ ہمیں نظر آئیں یا نظر نہ آئیں سب نے گریہ کیا''۔

- مفصل بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''جب حسینؑ بن علیؑ شہید ہو گئے تو ان پر تمام مخلوقات نے گریہ کیا سوائے بصرہ، دمشق اور فلاں قبیلے کے''۔

- نفس المہموم ص ۱۸۶ پر درج ہے کہ ابنِ حجر نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے:

''جب حضرت امام حسینؑ شہید ہوئے تو آسمان سے خون کی بارش ہوئی، زیرِ آسمان جتنے خالی برتن تھے وہ خون سے بھر گئے نیز لوگ جو بھی لحاف یا چادر اوڑھتے وہ سب خون سے سُرخ ہو جاتے، دیواروں پر سُرخی کی شدت دیکھی جا سکتی تھی۔ دُنیا تین دن تک تاریک رہی اور جن

کپڑوں پر خونِ گراوہ کپڑے پھٹنے تک موجود رہا۔"

جڑی بوٹیوں کا گریہ کرنا

نفس المہموم ص ۶۸۱ پر ابوالشیخ نے کہا ہے کہ یمن سے عراق جانے والے ایک قافلے میں ورس (ایک جڑی بوٹی) کے دانے تھے جو روز عاشور خاکستر ہو گئے پھر ورس کا رنگ سرخ ہو گیا۔ یہ اس کا امام حسینؑ پر گریہ تھا۔

درخت عوسجہ کی کیفیت

احقاق الحق ج ۱۱ ربیع الابرار زمخشری ص ۴ مخطوط (ہاتھ کا لکھا نسخہ)، مقتل الحسینؑ، خوارزمی ج ۲ ص ۹۸ پر تحریر ہے: "عوسجہ ایک کانٹے دار درخت کو کہتے ہیں۔ ہند بنت الجوز کا بیان ہے کہ ایک دن پیغمبر اکرمؐ نے میری خالہ ام معبد کے خیمہ میں قیام کیا، آرام کرنے کے بعد جب آپؐ اُٹھے تو آپؐ نے عوسجہ کے درخت میں جو خیمہ کے باہر لگا ہوا تھا، ہاتھ دھویا اور کلی کر کے پانی ڈال دیا۔ اس عمل کی برکت سے وہ ایک بلند درخت ہو گیا اور اس میں جو پھل آیا اس کا رنگ سرخ، خوشبو عنبر جیسی اور ذائقہ شہد جیسا تھا۔ اس کی کرامت یہ تھی کہ بھوکا اسے کھا کر سیر اور پیاسہ اسے کھا کر سیراب ہو جاتا تھا۔ مریض اس کے کھانے سے شفایاب ہو جاتا تھا۔ اس کے کھانے سے اونٹ چاق و چوبند ہو جاتے تھے اور بکریوں کے دودھ میں اضافہ ہو جاتا تھا۔

- ہم نے اس درخت کا نام "مبارکہ" رکھ دیا تھا۔ دور دراز کے میدانوں کے عرب اس سے شفا حاصل کرنے کے لئے آیا کرتے تھے۔
- ایک دن ہم نے دیکھا کہ اس کے پھل جھڑ گئے اور پتے زرد ہو گئے۔ اس کیفیت سے ہم پر خوف طاری ہو گیا پھر ہمیں پیغمبر اکرمؐ کے انتقال کی خبر ملی۔
- اس کے تیس سال بعد پھر اس کے پھل جھڑ گئے اور پتے زرد ہو گئے۔ اس کی تازگی ختم ہو گئی۔ وہ اُوپر سے نیچے تک کانٹوں سے بھر گیا پھر ہمیں امیر المومنین حضرت علیؑ ابن

ابی طالبؑ کی شہادت کی خبر ملی۔

❁ اس کے بعد پھر اس میں پھل نہیں لگے، ہم صرف اس کے پتوں سے استفادہ کرتے تھے، پھر ایک دن اس کے تنے سے تازہ خون اُبلنے لگا اور اس کے پتے بالکل ہی خشک ہو کر گر گئے۔ ہم خوف زدہ اور پریشان تھے کہ ہمیں حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر ملی پھر وہ درخت خشک ہو کر ختم ہو گیا۔

گوشت کڑوا ہو گیا

نفس المہموم ص۶۸۱ پر ہے کہ جس ناقہ کو نحر کیا جاتا تھا اس کا گوشت پکایا جاتا تو اس گوشت میں چوہے نظر آتے اور وہ کڑوا ہو جاتا۔ یہ قتلِ حسینؑ کی وجہ سے عذابِ خداوندی تھا نیز شام کے ہر پتھر کے نیچے خون نظر آتا تھا۔

آسمان پر شفق کی سرخی

یہ صواعق محرقہ کی روایت ہے جو نفس المہموم ص۶۸۲ پر ابنِ سیرین نے کہا کہ آسمان پر شفق کی سرخی امام حسینؑ کی شہادت سے پہلے نہ تھی (یہ آسمان کا گریہ ہے جو آج بھی امام حسینؑ کی صداقت کی گواہی دے رہا ہے)۔

بیت المقدس کے پتھروں کا گریہ

شیخ صدوقؒ لکھتے ہیں کہ جب حضرت امام حسینؑ شہید کر دیئے گئے تو بیت المقدس کے ہر پتھر کے نیچے تازہ خون پایا جاتا تھا اور یہ پتھروں کا گریہ تھا۔

نفسِ المہموم میں ہے کہ دُنیا کے ہر پتھر کے نیچے سے خون نکلنے لگا۔ (صواعق محرقہ ابنِ حجر ہیثمی ص۱۹۲ طبع مصر، تذکرۃ الخواص سبط ابن جوزی ص۲۸۴ طبع غری)

خونِ امام حسینؑ کے قطرۂ اطہر کا اثر

نفس المہموم ص۲۲۸ مقتل الحسینؑ ص۲۱۲، نہر الذہب فی تاریخ حلب ج۳ ص۲۳ پر

درج ہے:

"جب لشکرِ یزید، حضرت اِمام حسینؑ کا سر اطہر دمشق لے جا رہا تھا تو حلب میں ان کے قیام کے دوران حضرت اِمام حسینؑ کا سر اطہر ایک پتھر پر رکھا گیا۔ سر اقدس سے خون اطہر کا ایک قطرہ پتھر پر گرا، اس کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ اس خون کا یہ اثر ہوا کہ ہر سال روزِ عاشور اس پتھر سے خون جوش مار کر نکلتا تھا اور گرد و نواح سے وہاں لوگ جمع ہو کر گریہ و بکا اور مراسم عزا بجالاتے رہے۔" (چند برس قبل بھی زائرین کا قافلہ جب حلب پہنچا تو انہوں نے پتھر سے خون برآمد ہوتے دیکھا اور اس کی فلم بنالی گئی جو بازار سے مہیا ہے..... مرتب)

پہاڑوں کا گریہ

زرارہ بن اعین نے حضرت اِمام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: حضرت اِمام حسینؑ کی شہادت پر پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر گئے۔

روم کے پہاڑ کا گریہ

- ریاض الاحزان مترجم ص ۲۳۴ پر آقای سید محمد حسن قزوینیؒ لکھتے ہیں: روم میں ایک پہاڑ میں ایک شیر نما پتھر ہے جو قدرتی تخلیق ہے۔ کسی مصور کا شاہکار نہیں ہے۔ ہر سال یوم عاشور اس شیر نما پتھر کی آنکھوں سے پانی کا چشمہ پھوٹتا ہے جو غروب آفتاب تک رہتا ہے۔ اطراف و نواح کے تمام لوگ یوم عاشورہ یہاں آتے ہیں اور سارا دن مصروف گریہ و بکا رہتے ہیں۔
- بیمار، بے اولاد اور دیگر صاحبانِ ضرورت اس شیر نما پتھر کی آنکھوں سے بہنے [illegible] جمع کر کے گھر لے جاتے ہیں۔ اللہ اس کے طفیل ان کی حاجات پوری کر دیتا ہے۔

میثم تمارؓ کی روایت

نفس المہموم ص۶۲۹ پر شیخ صدوقؒ کے حوالے سے روایت ہے کہ راوی کہتا ہے: میں نے میثم تمارؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ حضرت امام حسینؑ کو یہ اُمت دس محرم کو شہید کرے گی۔ میرے مولا حضرت امیرالمومنینؑ نے مجھ سے کہا ہے کہ حضرت امام حسینؑ پر ہر چیز گریہ کرے گی یہاں تک کہ وحشی جانور جنگلوں میں اور مچھلیاں دریاؤں میں اور پرندے آسمان کی فضا میں گریہ کریں گے اور آپؑ پر سورج، چاند، ستارے، آسمان، زمین، انسانوں اور جنات میں سے مومنین اور تمام آسمانوں اور زمینوں کے فرشتے، حاملین عرش سب گریہ کریں گے۔ آسمان خون و راکھ کی بارش برسائے گا۔ جب تم سورج کو سرخ حالت میں دیکھو کہ اس میں تازہ خون ہے تو بس جان لو کہ سیدالشہداء حضرت امام حسینؑ شہید ہو چکے ہیں۔

سمندر کا گریہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

> ''امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد سمندر اُبل پڑے اور یہ سمندر کا گریہ تھا، زمین چالیس روز تک سیاہ ہو گئی اور یہ زمین کا گریہ تھا۔''

قومِ جنات کے نوحے

ریاض الاحزان ج ۲ مترجم کے ص۹۴، ۹۵ پر یہ روایت نقل ہے راوی کہتا ہے: شامِ غریباں جب تاریکی چھا گئی تو میدان کربلا میں ہر طرف چراغ روشن ہونے لگے، ساتھ ہی نوحہ و بکا کی آوازیں آنے لگیں۔ کچھ دیر بعد میں نے دیکھا کہ بے شمار عورتیں ہیں جو ''وَاحُسَیْنَاہُ'' کہہ کر رو رہی ہیں۔ میں ایک عورت کے قریب گیا اور اس سے اس گریہ کی وجہ پوچھی اور یہ بھی پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ اس نے جواب دیا: ہم قوم جنات سے ہیں اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس مظلوم پر رونے کا حکم ملا ہے۔

* نفس المہموم ص۶۹۲ پر نقل ہے کہ ابنِ شہر آشوب نے مناقب میں لکھا: شہادت اِمام حسینؑ کے بعد جنات نے رسولِ اکرمؐ کی قبر مبارک پر ایک سال تک ہر روز گریہ و ماتم کیا ہے اور اسی سلسلہ میں دعبل نے سعدی بنت مالک خزاعیہ سے حدیث بیان کی ہے کہ اس نے اِمام حسینؑ پر جنات کا نوحہ سنا۔
* ابنِ قولویہ نے ابوزیاد قندی سے روایت کی ہے کہ گچ کاروں نے سحری کے وقت جبانہ میں جنات کا اِمام حسینؑ کی شہادت پر پڑھے جانے والا نوحہ سنا۔
* مناقب میں ہے کہ جنات کا ایک نوحہ یہ ہے: "میں اس فرزند فاطمہؑ پر گریہ کرتا ہوں کہ جس کی شہادت سے بال سفید ہو گئے اور ان کی شہادت سے زلزلہ آیا اور چاند کو گہن لگ گیا"۔

زعفر جن کو اِمام حسینؑ کی وصیت

ریاض القدس ج۲، ص۲۵۶ تا ۲۵۸ یہ روایت تفصیلاً درج کی گئی ہے۔ ہم اپنے موضوع کی مناسبت سے اس کا اقتباس پیش کر رہے ہیں:

"جب زعفر کو اِمام حسینؑ کے کربلا آنے کی اطلاع ملی تو زعفر کربلا پہنچا۔ روضۃ الشہداءؒ نے زعفر کا نام ارغوان زاہد رکھا ہے نیز نورالائمہؑ کتاب میں ہے کہ زعفر نے آکر اِمامؑ کو سلام کیا تو آپؑ نے سلام کا جواب دینے کے بعد فرمایا:

اے زعفر زاہد! تو کہاں رہا؟ اس نے کہا: مولاؑ! میں اپنی تاجپوشی کا جشن منا رہا تھا کہ مجھے خبر ملی کہ آپؑ کربلا میں اس حالت میں ہیں۔ مولاؑ! مجھے اجازت دیجیے۔ آپؑ نے فرمایا: اے زعفر! تمہاری یاوری، وفاداری سے خدا اور رسولؐ خوش ہیں لیکن اے زعفر! میں تجھے کس طرح اجازت دوں؟

زمین مقتل لاشوں سے بھری ہوئی ہے پھر آپؑ نے حکم دیا کہ اے زعفر! واپس جاؤ اور میری مصیبتیں یاد کر کے گریہ کرنا۔ زعفر حکم اِمام مظلومؑ سُن کر نصرت کرنے سے مایوس ہو

گیا اور بیر العلم واپس آ گیا۔ اس نے وہاں پہنچ کر مجلسِ عزا قائم کی۔ اس کی ماں نے کہا: اے بیٹا! یہ مجلس کیسی ہے؟ زعفر کا بیٹا بھی آ گیا اور کہنے لگا: اے بابا! آپ کی یہ کیا حالت ہے؟ زعفر نے واقعہ کربلا بیان کیا اور کہنے لگا: حکم امامؑ واجب ہے۔ اس کی ماں نے کہا: اے بیٹا! میں قیامت میں سیدہ زہراءؑ کے سامنے سرخرو ہونا چاہتی ہوں تو میرے ساتھ کربلا چل۔ میں امام حسینؑ کی خدمت میں التماس کروں گی شاید کہ مولا امام حسینؑ تجھے اذنِ جہاد دے دیں۔ زعفر جن اور اس کی ماں دونوں کربلا پہنچے مگر اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہو چکی تھی۔ امام حسین علیہ السلام کا سرِ اقدس نیزہ پر بلند ہو چکا تھا۔ سیاہ آندھیاں چل رہی تھیں۔ قتل الحسینؑ بکربلا، ذبح الحسینؑ بکربلا کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ خیام اہلِ بیتؑ میں آگ لگ رہی تھی"۔

حضرت امام حسینؑ پر اُلّو کا گریہ کرنا

کامل الزیارات میں اکتیسویں باب کو اسی عنوان سے لکھا گیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے حسین بن ابو غندر سے فرمایا: "کیا تم لوگوں میں سے کسی نے اُلّو کو دن میں دیکھا ہے؟" ان سے کہا گیا کہ یہ دن کو کبھی نہیں دیکھا گیا بلکہ یہ صرف رات کو نکلتا ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا:

> "تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ہمیشہ آبادی میں رہتا تھا، جب امام حسینؑ شہید کر دیئے گئے تو اس نے قسم اُٹھائی کہ اب یہ آبادی میں کبھی نہیں رہے گا اور ہمیشہ ویرانہ میں رہے گا، چنانچہ یہ دن بھر فاقہ کرتا ہے اور غمگین رہتا ہے اور جب رات آ جاتی ہے تو یہ رات بھر صبح ہونے تک امام حسینؑ کے غم میں نوحہ کرتا ہے۔"

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے حسین بن علی کے والد علی بن صاعد بربری سے فرمایا جو امام علی رضاؑ کی قبرِ اطہر کے نگران تھے: "تم اس اُلّو کو دیکھتے ہو لوگ اس کے متعلق کیا کہتے

ہیں؟'' میں نے کہا: میں آپؑ پر فدا جاؤں میں بھی آپؑ سے پوچھنے کیلئے حاضر ہوا تھا۔
آپؑ نے فرمایا:

''یہ الّو ہمارے جدرسولؐ اللہ کے زمانہ میں گھروں میں شاہی محلوں میں اپنی جائے پناہ بنایا کرتا تھا اور جب انسان کھانا کھاتا تو یہ اُڑ کر ان کے سامنے آجاتا تھا تو یہ لوگ اس کی جانب کچھ کھانا ڈال دیتے تھے اور پانی پلا دیتے تھے اور یہ اپنی جگہ پر واپس چلا جاتا تھا لیکن جب امام حسینؑ شہید کردیئے گئے تو یہ آبادی سے ویرانوں کی طرف پہاڑوں اور جنگلوں میں چلا گیا اور کہہ گیا کہ تم کتنی بُری اُمت ہو کہ تم نے اپنے نبیؐ کے نواسے کو قتل کر دیا اور میں تم سے اپنے نفس کے بارے میں بے خوف نہیں ہوں''۔

راعبیہ کبوتر کی بددُعا اور لعنت

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اسماعیل بن ابی زیاد سکونی نے روایت کی ہے کہ امامؑ نے فرمایا: تم لوگ ''راعبیہ'' کبوتر کو اپنے گھروں میں پالا کرو اس لئے کہ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں پر لعنت کرتا ہے۔

نیز ایک اور روایت داؤد بن فرقد سے منقول ہے کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے گھر میں بیٹھا تھا کہ وہاں ''راعبی'' کبوتر کو دیکھا کہ بہت دیر سے بول رہا ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا: اے داؤد! کیا تم جانتے ہو کہ یہ پرندہ کیا کہہ رہا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ آپؑ نے فرمایا: ''یہ امام حسینؑ کے قاتلوں پر بددُعا کرتا ہے''۔

قزوین (ایران) میں درخت کا گریہ

ایران کے زائرین اکثر تصویر لاتے ہیں جس میں قزوین شہر کے ایک درخت سے روز عاشورا خون ٹپکتا ہے۔ اس دوران وہاں بہت زیادہ مومنین کا ہجوم رہتا ہے۔ یہ تصویر قم

المقدسہ میں عام فروخت ہو رہی ہے۔ راقم الحروف کے پاس بھی یہ تصویر موجود ہے۔ وہاں کے علماء نے بھی اس کی تصدیق کی ہے اور اس معجزہ کے شاہد علماء نے بھی اس کو بیان کیا ہے۔

شیر کا گریہ

ریاض الاحزان کے ص ۹۴ پر یہ روایت درج ہے کہ راوی کا بیان ہے کہ روز عاشورا کے بعد لاش ہائے مقدسہ کے دفن کرنے تک ہر دن کے وقت غروب، قبلہ طرف سے ایک شیر آتا تھا اور صبح کو مغرب کی طرف واپس چلا جاتا تھا۔ وہ لاشوں میں آتا تھا۔ ہر ایک لاش پر جا کر اس کو سونگھتا اور آگے بڑھ جاتا۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ شیر ایک جسم اطہر پر آ کر رُک گیا اور اس کے خون سے اپنا سر اور منہ سرخ کرنے لگا اور ایسے محسوس ہوتا تھا کہ وہ انتہائی کرب میں ہے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہوں۔ یہ دیکھ کر میرے اوسان خطا ہو گئے۔

پرندوں کا روضہ رسولؐ پر گریہ

الدمعۃ الساکبہ ج ۲ ص ۲۶۳ تا ۲۶۵ یہ روایت تفصیلاً مقتل عوالم بحارالانوار اور منتخب کے حوالے سے لکھی گئی ہے۔ ہم اسے اختصار کے ساتھ درج کر رہے ہیں۔ روز عاشور ایک سفید رنگ کا پرندہ مقتل میں شہداء کی لاشوں کے درمیان آیا۔ سفید رنگ کا پرندہ، مستورات کے بین بھی سنتا ہے۔ بکھری ہوئی لاشوں کے ٹکڑے دیکھتا ہے۔ امام حسینؑ کی لاش پر آ کے گرتا ہے اور اس خون میں لوٹنا پوٹنا شروع کر دیتا ہے۔ جب تمام پرندہ سُرخ ہو جاتا ہے تو فوراً فضا میں بلند ہو جاتا ہے۔ کافی فاصلے پر دوسرے پرندے چہچہار ہے ہیں۔ یہ اپنے رنگین پَروں کے ساتھ ایک تنہا شاخ پر آ بیٹھتا ہے تاکہ سارے پرندے اسے دیکھ لیں۔ جب اس مہمان پرندے کو دوسرے پرندوں نے دیکھا تو چپ سادھ لی اور تمام پرندوں پر وحشت چھا گئی۔

پرندہ بہتے ہوئے آنسوؤں سے بتاتا ہے کہ میں تو ایک مسافر ہوں تم تو اس علاقے کے مکین ہو اور تمہیں یہ علم نہیں کہ کائنات کے نبی اعظمؐ کے فرزند کو تڑپا تڑپا کر شہید کر دیا گیا

ہے۔ خیام جلا دیئے گئے ہیں۔ یہ سب پرندے اُڑے میدانِ کربلا میں آئے۔ سب کچھ آنکھوں سے دیکھا۔ واپس آ کر اس پرندے سے پوچھا کہ اب کیا کرنا چاہیے؟ اس نے کہا: میری مانو تو سب سے پہلے مدینہ جا کر نبی کونینؐ کو پُرسہ دیں۔ تمام پرندے اُڑے اور مدینہ آئے، مزارِ رسولؐ کے گِرد طواف کرنے لگے۔ اس علاقہ کے تمام پرندے بھی جمع ہو گئے۔ اس سفید پرندے نے اپنے خون آلود پَروں کو پھڑ پھڑایا اور خون کے قطرے مزارِ رسولؐ پر گرائے۔ تمام پرندوں نے مزار کا طواف کیا اور پُرسہ دیا۔ اہلِ مدینہ دہشت زدہ ہو گئے کہ یہ پرندے کیا کر رہے ہیں اور کیا کہہ رہے ہیں؟ پرندوں کی غیر معمولی چیخ و پکار سن کر مدینہ کا ہر باشندہ بے ساختہ آبدیدہ ہو گیا۔ اہلِ مدینہ سمجھ گئے کہ کوئی غیر معمولی واقعہ ہوا ہے۔ بعد میں شہادت اِمام حسینؑ کی اطلاع مدینہ پہنچی تو اہلِ مدینہ کو پتہ چلا کہ یہ وہی روز تھا جس دن پرندے آئے تھے۔

حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں

کامل الزیارات ص ۱۶۹، ۱۷۰ پر یہ روایات درج ہیں:

> ”جب سید الشہداء حضرت اِمام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے تو ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اور جو ان میں مخلوق ہے سب کے سب روئے۔ وہ مخلوق بھی جو جنت و جہنم میں منقلب ہوتی رہتی ہیں اور جو چیزیں دیکھی جاتی ہیں اور جو نہیں دیکھی جاتیں سب کے سب نے اِمام حسینؑ پر گریہ کیا۔“

حضرت اِمام حسینؑ کی شہادت پر جہنم کی چیخ و پکار

سید الشہداءؑ حضرت اِمام حسین علیہ السلام کی شہادت پر جہنم نے ایسی آہ بھری تھی کہ قریب تھا کہ اس کی آہ سے زمین پھٹ جائے اور ابنِ زیاد اور یزید ملعون کی جان نکل جائے۔ جہنم ایسی چیخ چیخا تھا کہ اگر پروردگارِ عالم جہنم کے داروغہ کو اس کے روکنے کا حکم نہ دیتا تو زمین کی ساری مخلوق جل جاتی اور جہنم کو اجازت دی جاتی تو وہ ہر شے کو نگل جاتا اور کچھ باقی نہ

رہتا۔ جہنم نے داروغہ جہنم سے سرکشی بھی کی یہاں تک کہ حضرت جبرئیلؑ امین خود آئے اور جہنم کو اپنے پَروں سے مارا۔ تب وہ ساکن ہوا۔ حضرت اِمام حسینؑ کے غم میں جہنم روتا ہے اور فریاد کرتا ہے اور حضرت اِمام حسینؑ کے قاتلوں پر بھڑکتا رہتا ہے۔ صرف زمین پر حجتِ خداؑ کا وجود اس کے لئے رکاوٹ ہوتا ہے۔

شہادت اِمام حسین علیہ السلام پر ستاروں کا ماتم

شہادت حضرت اِمام حسین علیہ السلام کے بعد آسمان و زمین میں جو نشانیاں ظاہر ہوئیں وہ اس بات کا اظہار تھیں کہ قتل اِمام حسین علیہ السلام خالق کائنات کی نگاہ میں وہ بدترین عمل ہے جس سے بدتر عمل کوئی ممکن ہی نہیں۔

لہوف ص ۱۲۷ کے حوالے سے سحابِ رحمت کے ص ۶۰۹ پر اسماعیلی یزدی لکھتے ہیں:

''شہادت حضرت اِمام حسینؑ کے بعد شدید سیاہ اور تاریک غبار نے آسمان کربلا کو ڈھانپ لیا، روز روشن شب تاریک کی صورت اختیار کر گیا اور اس قدر سرخ آندھی چلی کہ کسی کو کچھ نظر نہ آتا تھا۔ لوگوں نے سمجھا کہ ان پر عذاب نازل ہونے والا ہے۔ ایک ساعت یہ صورت حال رہی، زمین لرزنے لگی، آسمان ہلنے لگے، مدینہ کی زمین میں زلزلہ آیا اور دن کو ستارے نظر آنے لگے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ ہم نے دیکھا کہ ستارے ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہیں اور یہ ستاروں کا ماتم قرار دیا گیا۔'' (مقتل الحسینؑ، خوارزمی ج ۲ ص ۸۹، معجم کبیر طبرانی ص ۱۴۶ مخلوطہ)

o.....o.....o

پا برہنہ، چہرے اور سر کا ماتم، گریبان چاک کرنے، نوحہ خوانی کرنے کے بارے میں آئمہ معصومینؑ اور مخدراتِ عصمتؑ کا لائحہ عمل

ہم نے سر کے ماتم، چہرے کے ماتم، نوحہ خوانی کے بارے میں جو روایات نقل کی ہیں ان میں مختلف محدثین، مورخین کے حوالے نقل کیے ہیں۔ ان میں سے اگر ایک روایت کو مختلف مورخین نے اپنے اپنے انداز میں لکھا ہے تو ہم نے ان تمام روایات کو نقل کیا ہے تاکہ روایت کی سند میں کوئی شک نہ رہے۔

اختر چنیوٹیؒ کا نذرانہ

دو جہاں میں آج ہے ماتم بپا شبیرؑ کا
معجزہ کہتے ہیں اس کو زینبؑ دلگیر کا

✡

یہ ثانی زہراؑ کی، ہی قید کا صدقہ ہے
ماتم شہ بے کس کا یوں عام کہاں ہوتا

✡

یہ عبارت کربلا کی خاک پر تحریر ہے
ماتم تاریخ انساں، ماتم شبیرؑ ہے

✡

ماتم شہید راہِ خدا کا ثواب ہے
یہ سنت جناب رسالت مآبؐ ہے

محسن نقوی شہید کا نذرانہ

ماتم کی صداؤں سے زمانے کو ہلا دو
پھر دہر کو شبیرؑ کا پیغام سُنا دو

جنت مجھے بخشی تو صدا غیب سے آئی
شبیرؑ کے ماتم کا صِلہ اور بھی کچھ مانگ

اِمام جعفر صادقؑ چہرے کے ماتم کا ذکر فرماتے ہیں

تاریخچہ عزادار حسین علیہ السلام تالیف آقای شہرستانی کے ص ۱۹۶ (مترجم) پر لکھا ہے کہ کتاب اقناع الائم میں خالد ابنِ سریر سے حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"اولادِ فاطمہؑ نے حسینؑ ابنِ علیؑ کے غم میں اپنے گریبان چاک کئے اور اپنے منہ پر طمانچے مارے اور اِمام حسین علیہ السلام جیسے انسان کے غم میں منہ پر طمانچے مارے جائیں اور گریبان چاک کیا جائے"۔

حضرت جبرئیلؑ امین کا نالہ وفریاد کے ساتھ ماتم کرنا

کمال الدین تالیف شیخ صدوق علیہ الرحمہ، مترجم طبع کراچی ص ۵۰۶ پر یہ روایت نقل کرتے ہیں: حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ کہتے ہیں:

"شہادتِ اِمام حسین علیہ السلام کے دن جب میں گھر سے باہر نکلا، تو دیکھا کہ ایک سیاہ آندھی اور غبار نے سارے مدینہ کو گھیر لیا ہے اور کچھ نظر نہ آتا تھا یوں محسوس ہوتا تھا کہ گویا سارے سورج کو گرہن لگ گیا ہے۔

مدینتہ الرسولؐ کی دیواریں سُرخ ہو گئی تھیں۔ ایسا لگتا تھا کہ اُن پر خون چھڑکا گیا تھا۔ پس میں بیٹھ کر گریہ کرنے، رونے لگا اور بے ساختہ میری

زبان سے نکلا (رسولؐ اللہ کی فرمائی ہوئی پیشین گوئیوں کے تحت) کہ
اِمام حسین علیہ السلام شہید ہو گئے۔"

اتنے میں، ہاتفِ غیبی کی یہ صدائیں سُنی

"اے آلِ رسولؐ! صبر کرو کہ فرزندِ رسولؐ و بتولؑ خستہ تن شہید ہو گئے اور حضرت جبرئیلؑ امین نے یہ گریہ و نالہ اس شہیدِ مظلومؑ کے ماتم میں بلند کیا ہے۔"

حضرت سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کا چوبِ محمل سے سر ٹکرانا......

اُستاد العلماء علامہ محمد باقر چکڑالوی اعلیٰ اللہ مقامہ

آپ، مجالس المرضیہ جسے مفسرِ قرآن علامہ حسین بخش جاڑا نے مرتب کیا، کے ص ۱۳۰ پر یہ روایت بیان کرتے ہیں: مسلم جصاص سے مروی ہے:

"جب حضرت سیدہ زینب سلام اللہ علیہا خطبہ ارشاد فرما رہی تھیں اور لوگوں میں گریہ و بکا کا ایک شور تھا تو وہ لوگ سرہائے شہداء کو سامنے لائے کہ سب سے آگے حضرت اِمام حسین علیہ السلام کا سرِاقدس تھا۔ جن کا چہرہ پُرنور، چہرہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ تھا جو چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ ریش مبارک سے خضاب اُترا ہوا تھا اور ہوا کی وجہ سے آپؑ کی ریش اطہر دائیں بائیں حرکت فرماتی تھی۔ جونہی حضرت سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے حضرت سیدالشہداء اِمام حسینؑ کے سرِ مبارک کو دیکھا تو (فرطِ غم سے) چوبِ محمل سے پیشانی کو ٹکرا دیا۔ جس سے آپؑ کی جبین مبارک سے خون جاری ہو گیا۔"

اس روایت کے دیگر حوالہ جات

زینبؑ الکبریٰ ص ۱۰۲ طبع نجف اشرف۔ زینبؑ بطلہ الحریۃ از علامہ سید ابوالقاسم الدیبابی مترجم ص ۱۷۱۔ سوگنامہ آلِ محمدؐ، علامہ محمد محمدی اشتہاردی ص ۵۵۶ مترجم۔ مسافرہ شام، علامہ محمد حسنین سابقی ص ۱۳۶۔ سعادت الدارین ص ۴۵۴۔

جنابِ اُمِ سلمیٰؑ کا منہ پیٹنا

ذہبی کی کتاب سیر اعلام البلاء ج ۲ ص ۱۴۲ پر ہے:

"جنابِ اُمِ سلمیٰؑ اس اندوہناک سانحہ کی خبر سن کر سخت گریہ وزاری کرتی ہیں۔ اپنا منہ پیٹ لیتی ہیں۔ بے ہوش ہو کر گر پڑتی ہیں۔ آپ بہت زیادہ غم زدہ ہوتی ہیں، اور اس کے بعد آپ زیادہ دیر زندہ نہ رہیں، اور اپنے اللہ کے پاس منتقل ہو گئیں۔"

اُصولِ الکافی میں اہلِ البیتؑ سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت اِمام حسینؑ منصب اِمامت سے متعلق تبرکات اور اسناد و کتب، امانتیں اُمِ سلمیٰؑ کے سپرد کر گئے تھے اور آپ سے وصیت فرمائی تھی کہ یہ سب چیزیں حضرت اِمام علی زین العابدینؑ کے حوالے کر دینا، لہٰذا آپ کی وفات کے بارے ۶۱ھ ق والی روایت دُرست ماننا ہوگی جیسا کہ سیرت کی زیادہ تر کتابوں میں درج ہے اور آپؓ رسولؐ اللہ کی آخری زوجہ ہیں جو دیر تک زندہ رہیں۔

اہلِ حرم کی مستورات کا گریہ اور منہ پر طمانچے مارنا

مقتل لہوف تالیف سید ابنِ طاؤس مترجم طبع ادارہ منہاج الصالحین لاہور کے ص ۴۹ پر لکھا ہے:

"جب سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے اپنے بھائی اِمام حسین علیہ السلام سے اپنی شہادت کی خبر سُنی تو اس وقت اہلِ حرم کی مستورات نے گریہ کیا

اور اپنے منہ پر طمانچے مارنے لگیں"۔

مستورات نے خیموں سے باہر نکل کر چہروں کا ماتم کیا

مقتل ابی مخنف ترجمہ سید تبشر الرضا کاظمی ص ۱۳۲، عزائے آلِ محمدؐ تالیف علامہ سید موسیٰ جوادی مترجم ادارہ منہاج الصالحین لاہور ص ۳۴۴ پر لکھا ہے:

"جب ذوالجناح خیموں کی طرف خالی آیا تو حضرت اُم کلثومؑ نے بین شروع کر دیئے۔ حضرت اُم کلثوم سلام اللہ علیہا کے بین سُن کر مخدرات عصمتؑ خیموں سے باہر آ گئیں اور گھوڑا بغیر سوار کے دیکھ کر اپنے منہ کو پیٹنے لگیں اور وامحمداؐ!، واعلیاؑ، واحسیناؑ کے بین کرتی تھیں۔"

مستورات کے بال بکھرانا اور طمانچے مارنا

مقتل مطہر (مصائبِ آلِ رسولؐ) میں استاد آیت اللہ شہید مرتضیٰ مطہری ص ۲۸۱ مترجم طبع کراچی پر لکھتے ہیں:

"جب ذوالجناح تیزی سے ہنہناتا اور روتا ہوا آپؑ کے خیام کی طرف چلا۔ جب اہلِ حرم نے ذوالجناح کو بے سوار اور زین ذوالجناح کو ڈھلکا ہوا دیکھا تو بال بکھرائے، منہ پر طمانچے مارتے ہوئے بے قرار ہو کر خیموں سے نکل پڑے۔"

سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا نے اپنے چہرے پر خون مل کر ماتم کیا

"جب ذوالجناح خیموں کی طرف دوڑتا ہوا سر اور پاؤں کو زمین پر مارتا ہوا آیا تو حضرت سیدہ سکینہ سلام اللہ علیہا نے اپنے بازو ذوالجناح کی گردن میں حمائل کر دیئے اور اس کی گردن کے بالوں سے خون لے کر جو اس نے سیدالشہداء امام حسینؑ کے جسم اطہر سے بہنے والے خون سے

ملا تھا، اپنے سر اور چہرے پر ملتے ہوئے سر اور چہرے پر طمانچے مارتے ہوئے ذوالجناح سے پوچھا: میرے بابا کو کسی نے پانی پلایا یا پیاسا ہی شہید ہو گیا۔" (انوار الشہادت ص ۲۳)

سید ابنِ طاؤس کا قدیم ترین حوالہ

مقتل لہوف تالیف سید ابنِ طاؤس رضوان اللہ تعالیٰ (وفات ۶۶۴ ہجری) ترجمہ مولانا ریاض حسین جعفری طبع لاہور کے ص ۸۳ پر لکھا ہے:

"خیموں کو لوٹنے کے بعد ان میں آگ لگا دی گئی اور مخدراتِ عصمت و طہارتؑ برہنہ سر اور پا برہنہ اس حال میں خیموں سے روتی ہوئی باہر آئیں کہ ان کی چادریں چھن چکی تھیں۔ قیدی بن کر چلیں۔ اسی حال میں لشکر اشقیاء سے کہنے لگیں: تمہیں اللہ عزوجل کا واسطہ! ہمیں شہداء کی لاشوں کے قریب لے چلو۔ جب مخدراتِ عصمتؑ مقتل میں پہنچیں اور سب شہداء پر نگاہ پڑی تو سب نے بلند آواز سے رونا شروع کیا اور اپنے چہروں پر طمانچے مارنے لگیں"۔

حضرت اِمام زمانہؑ فرماتے ہیں

حضرت اِمام زمانہؑ پڑھ رہے ہیں:

" اے جد بزرگوار! اہلِ حرم آپؐ کے حکم کے مطابق خیموں سے نہیں نکلے، لیکن جب اُنہوں نے ذوالجناح کو بے سوار دیکھا تو بال بکھرائے مقتل کی طرف دوڑے۔ ہر طرف وَاحُسَیْنَاؔ! وَا مُحَمَّدَاؔ! کی صدائیں بلند تھیں۔" (شہید مطہریؒ اس کتاب کے حاشیے میں اس روایت کے یہ حوالے نقل کرتے ہیں، مع النجوم ص ۲۰۰، منتہی الاعمال معرب ج ۱، ص ۷۰۶ زیارت ناحیہ)

مقتل میں مخدراتِ عصمت کا چہرے اور سر کا ماتم کرنا

مفسرِ قرآن علامہ حسین بخش جاڑا ''اصحاب الیمین'' کے ص ۲۶۰ پر لکھتے ہیں:

''محرق القلوب ص ۱۱۴ میں ہے کہ جب قافلہ اسیرانِ اہلِ بیتؑ کا گزر مقتل گاہ سے ہوا تو بیبیوں نے اپنے آپ کو اونٹوں سے گرادیا اور لاش ہائے شہداء پر پہنچیں۔''

مقام میں لکھا ہے کہ جونہی بیبیوں کی نظریں لاشہ ہائے شہداء پر پڑیں تو سر اور منہ پر پیٹنا شروع کر دیا۔

حرم اہلِ بیتؑ کا چہروں پر طمانچے مارنا

علامہ شیخ عباس قمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: احسن المقال ترجمہ منتہی الآمال تالیف علامہ الشیخ محمد عباس قمی رضوان اللہ، ترجمہ علامہ سید صفدر حسین نجفی اعلیٰ اللہ مقامہ ص ۴۷۱ پر لکھتے ہیں: حضرت اِمام زمانہؑ زیارت ناحیہ مقدسہ میں فرماتے ہیں:

''آپ کا ذوالجناح خیام کی طرف تیزی سے ہنہناتا اور گریہ کرتا ہوا آیا۔ جب مخدراتِ عصمتؑ نے تیری سواری کی یہ حالت زار دیکھی کہ اس کی زین جھکی ہوئی۔ وہ خیموں سے باہر نکل آئیں۔ ان کے سر کے بال کھلے ہوئے تھے اور وہ اپنے چہروں پر طمانچے مار رہی تھیں اور ماتم کر رہی تھیں۔''

دربارِ شام میں سیدہ زینبؑ نے چہرۂ اقدس پر طمانچے مارے

دربارِ شام میں جیسے ہی سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کی نگاہ سید الشہداء اِمام حسین علیہ السلام کے کٹے ہوئے سر پر پڑی تو سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے چہرے کو پیٹنا شروع کر دیا اور ایسی دردناک آواز کے ساتھ گریہ کیا جو دلوں کو تڑپا رہا تھا۔

اسیرانِ اہلِ بیتؑ نے کربلا واپس آکر قبروں پر سر اور چہروں کا ماتم کر کے نوحہ خوانی کی

جب اسیرانِ اہلِ بیتؑ شام سے رہا ہوئے تو دونوں قافلے کربلا میں اکٹھے ہوئے۔ ان ہر دو قافلوں نے کربلا میں جی بھر کر سر اور چہروں کا ماتم کیا۔ نوحہ خوانی کی اور عزاداری امام حسین علیہ السلام کی مجالس برپا کیں۔ ان کے رونے اور ماتم کی آوازیں سُن کر کربلا معلیٰ کے گرد و نواح کے دیہاتوں، بستیوں کی عورتیں بھی ان کے ساتھ عزاداری میں شریک ہو گئیں۔ حضرت امام زین العابدینؑ اور شریکۃ الحسین سیدہ زینبؑ نے خود پُرسہ دیا اور ان آنے والوں سے پُرسہ وصول کیا۔ حضرت سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے دلدوز، غم ناک آواز اور دردناک لہجے میں یوں مخاطب فرمایا:

"ہائے میرے بھائی! ہائے پیارے حسینؑ! ہائے رسولؐ اللہ کے محبوب حسینؑ! اے مکہ و منیٰ کے فرزند! اے فاطمہ زہراؑ کے لعل! اے علی مرتضیٰؑ کے نورِ نظر! ہائے ہائے ہائے حسینؑ۔ یہ کہا اور ان کی حالت غیر ہو گئی اور آپ زمین پر گر پڑیں"۔

حضرت سیدہ اُم کلثومؑ کا چہرے پر طمانچے مارنا

کربلا میں قبر ہائے اطہر پر گر گر کر حضرت سیدہ اُمِ کلثوم سلام اللہ علیہا نے اپنے چہرۂ اقدس پر طمانچے مارنا شروع کر دیئے اور یہ بین کیا:

"آج محمد مصطفیٰؐ، علی المرتضیٰؑ، فاطمہ زہراؑ، حسن مجتبیٰؑ اس دُنیا سے رُخصت ہو گئے"۔

آپ کو عزاداری کرتے دیکھ کر دوسری خواتین نے بھی ماتم کرنا شروع کر دیا۔ (مقتل لہوف تالیف سید ابنِ طاؤس (وفات ۶۶۴) مترجم طبع لاہور ص ۱۲۴، کاروانِ حریت ص ۲۶۱ تا ۲۶۳، ذریعۃ النجات ص ۱۷۱)

اہلِ مدینہ کی خواتین کا نوحے پڑھتے ہوئے چہروں کا ماتم کرنا

مقتل لہوف مترجم ریاض حسین جعفری ص ۱۲۶ ابی مخنف ص ۱۴۱، عزائے آلِ محمدؐ طبع منہاج الصالحین لاہور ص ۴۲۹ پر یہ روایت نقل ہے:

"جب اہلِ مدینہ نے بشیر بن جذلم سے اعلان سُنا کہ اِمام علیؑ ابنِ الحسینؑ اپنی پھوپھیوں اور بہنوں کے ہمراہ مدینہ کے نزدیک پہنچ رہے ہیں تو مدینہ میں ایسی کوئی پردہ دار خاتون نہ تھی جس نے پردہ نہ اُتار پھینکا ہو۔ اُنہوں نے اپنے چہروں پر طمانچے مارے اور گریہ کرتے ہوئے واویلا کی صدائیں بلند کیں اور مدینہ کے گلی کوچوں میں لوگوں کے رونے کی آوازیں بلند تھیں۔"

جناب سیدہ رباب سلام اللہ علیہا کی عزاداری

منجملہ ان شہزادیوںؑ کے ایک دُکھیاری شہزادی جناب ربابؑ بنت امرالقیس ہیں۔ جن کے متعلق مؤرخین نے لکھا ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد اس بی بیؑ کی ساری زندگی روتے ہوئے گزری اور کبھی سایہ میں نہ بیٹھیں، حتیٰ کہ انتقال کر گئیں۔

علامہ قزوینی صاحب ریاض القدس کا بیان ہے کہ جب یہ شہزادیؑ مدینہ تشریف لائیں اور اپنے آقا کے ویران گھرانہ میں قدم رکھا تو دھوپ میں بیٹھ گئیں اور مسلسل شہزادیؑ دھوپ ہی میں بیٹھتی رہیں اور اپنے سر کو زانوؤں پر رکھ کر اِمامِ مظلومؑ کی غربت پر اشکباری کرتی رہیں اور کبھی سرد پانی نہیں پیا۔ جناب زینبؑ ان کو کہا کرتی تھیں: اے بی بیؑ! کب تک دھوپ میں بیٹھو گی؟ آیئے سایہ میں آ جایئے۔ رو کر جواب دیتی تھیں:

"میں کس طرح سایہ میں بیٹھوں حالانکہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آئی ہوں کہ میرے آقا حسینؑ مظلوم کی لاش بے گور و کفن دھوپ میں پڑی رہی اور فرزندِ رسولؐ بھوکے پیاسے شہید ہو گئے"۔

اِمام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جناب ربابؑ نے اِمام مظلومؑ کا ماتم قائم کیا اور بی بیؑ دیگر شہزادیوںؑ کے ساتھ اس قدر روئیں کہ آنسو خشک ہو گئے۔ بی بیؑ کی ایک کنیز اسی اثناء میں روتی ہوئی آئیں تو ربابؑ نے پوچھا: تیرے آنسو کس طرح بہہ رہے ہیں؟ ہمارے تو بالکل خشک ہو گئے۔ اس نے کہا: میں نے ستو پیا ہے۔ پس ربابؑ نے حکم دیا کہ تمام سوگوار شہزادیوںؑ کو ستو پلایا جائے اور فرمانے لگیں: ہم چاہتی ہیں کہ اس کی وجہ سے ہمارے آنسو بہتے رہیں۔'' (بحار دہم ص ۳۶۰، بحوالہ کافی)

سیدہ رباب سلام اللہ علیہا کا انتقال تک ماتم کرنا

بحارالانوار ج ۱۰ ص ۳۶۰ پر حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''حضرت رباب سلام اللہ علیہا نے حضرت اِمام حسین علیہ السلام کا مدینہ آ کر انتقال کرنے تک ماتم کیا اور دیگر شہزادیوںؑ کے ساتھ مل کر اس قدر روئیں کہ آپؑ کی آنکھوں کے آنسو خشک ہو گئے۔''

حضرت سیدہ ربابؑ، رحلت تک سوگوار اور دُھوپ میں بیٹھیں

مقتل مطہر (مصائبِ آلِ رسولؐ) تالیف آیت اللہ شہید مرتضٰی مطہری مترجم طبع کراچی کے ص ۲۶۳ پر لکھتے ہیں:

''حضرت سیدہ رباب سلام اللہ علیہا ایک طویل عرصے تک نہ تو چھت کے نیچے بیٹھیں نہ ہی اُنہوں نے اچھی غذا کھائی۔ وہ اکثر روتی رہتی تھیں۔ جب اُن سے پوچھا جاتا کہ آپؑ سائے میں کیوں نہیں بیٹھتیں؟ فرمایا کرتی تھیں کہ جب میں نے اپنے والی و وارث سید الشہداءؑ کے لاشے کو سورج کی تیز دھوپ میں پڑے دیکھا تھا تو میں نے سائے میں

نہ بیٹھنے کا عہد کرلیا تھا"۔

اِمام محمد تقی علیہ السلام کا اہلِ مدینہ کو ماتم وعزاداری کا حکم

شیخ طوسی علیہ الرحمہ کی کتاب "اعلام الوری" شیخ عباس قمی علیہ الرحمہ کی منتہی الاعمال ص ۱۰۸۴ طبع قم کے حوالے سے "عزائے آلِ محمدؐ" تالیف علامہ سید موسیٰ جوادی کے ص ۵۲۵ مترجم طبع ادارہ منہاج الصالحین لاہور میں اپنی اسناد لکھتے ہیں کہ امیہ بن علی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں: میں مدینہ میں تھا اور مسلسل اِمام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا رہتا۔ جن دنوں حضرت اِمام علی رضا علیہ السلام خراسان کو زینت دیئے ہوئے تھے اس وقت حضرت اِمام محمد تقی علیہ السلام اپنے اہلِ خانہ اور بزرگوں کے ہمراہ تھے۔ راوی کہتا ہے کہ ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپؑ نے اپنی ایک خادمہ کو بُلا کر فرمایا: اہلِ مدینہ سے کہہ دو کہ یہ ماتم داری کے لئے تیار ہو جائیں۔ پس یہ اطلاع سُن کر تمام وہاں بیٹھے ہوئے لوگ اُٹھ کر چلے گئے اور ایک دوسرے سے کہتے کہ ہم نے یہ کیوں نہیں پوچھا کہ یہ ماتم وعزاداری کس کے لئے ہے؟

پھر سوال کرنے پر اِمام محمد تقی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "یہ ماتم وغم ان کے لئے جو اس وقت زمین پر سب سے افضل اور بہتر ہیں"۔

اس اعلان کے بعد کچھ دن بعد یہ خبر ملی کہ جس دن بعد یہ خبر ملی کہ جس دن حضرت اِمام محمد تقی علیہ السلام نے اہلِ مدینہ کو عزاداری برپا کرنے کا حکم دیا تھا اس دن حضرت اِمام علی رضا علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی تھی۔

اِمام حسن عسکریؑ کا گریبان چاک کر کے ماتم کرنا

جب معتمد عباسی کے آخری ایام میں حضرت اِمام علی نقی علیہ السلام کو زہر سے شہید کیا گیا تو آپؑ کے فرزندارجمند اِمام حسن عسکری علیہ السلام کے علاوہ کوئی بھی سامرہ میں موجود نہیں تھا۔ آپؑ نے ہی اپنے والد گرامی کو غسل وکفن دیا، نماز پڑھائی اور سامرہ میں اپنے گھر

میں دفن کیا۔

حضرت اِمام علی نقی علیہ السلام کی نمازِ جنازہ میں بنی ہاشم، بنی عباس کے علاوہ بہت سے دیگر افراد نے شرکت کی۔

اِمام حسن عسکری علیہ السلام نے شدّت غم کی وجہ سے برہنہ سر اور برہنہ پاؤں جنازے کے ساتھ تھے، آپؑ اپنا گریبان چاک کئے ہوئے ماتم کر رہے تھے۔

گریبان چاک کرنے پر اعتراض کرنے والے کو جواب

ابراہیم بن خضیب انباری کا بیان ہے: ابوعون ابرش نے حضرت اِمام حسن عسکری علیہ السلام کو خط میں تحریر کیا: آپؑ نے جو اپنے پدرِ بزرگوار حضرت اِمام حسن عسکریؑ کے جنازے پر گریبان چاک کیا اس پر لوگوں نے تنقید کی ہے۔

آپؑ نے جواب میں تحریر فرمایا:

''اے احمق! تجھ کو اس سے کیا مطلب؟ کان کھول کر سُن لے! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی حضرت ہارون علیہ السلام کی رحلت پر گریبان چاک کیا تھا''۔ (رجال الکشی ص ۴۸۰، بحارالانوار ج ۹ مترجم ص ۲۰۶ طبع کراچی، اعیان الشیعہ ج ۲ ص ۳۹، ۴۰، سوگنامہ آلِ محمدؐ ص ۱۴۰ طبع ادارہ منہاج الصالحین لاہور، عزائے آلِ محمدؐ ص ۵۴۹ طبع ادارہ منہاج الصالحین لاہور)

○......○......○

معصومینؑ کے عزاخانے

بیت البکاء

حضرت یعقوب علیہ السلام فراق حضرت یوسفؑ میں بہت روتے تھے اور آپؑ کیلئے ''بیت البکا'' بنایا گیا (سیرت بتولؑ ص ۱۰۷)۔ بیت البکاء کا مترادف عزاخانہ ہے پس عزاخانہ سنت انبیاء ہوئی۔

بیت الحزن

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''حضرت سیدہ زہراء سلام اللہ علیہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنا روئیں کہ اہلِ مدینہ گھبرا گئے تو انہوں نے کہا کہ ہمیں آپؑ کے رونے سے اذیت ہوتی ہے یا تو آپؑ دن کو رویا کریں یا رات کو۔ اس کے بعد حضرت امیر المومنینؑ نے حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کیلئے مدینہ سے باہر جنت البقیع میں ایک حجرہ بنوا دیا جس کو ''بیت الحزن'' کہتے ہیں۔ بیت الحزن کا مترادف عزانہ خانہ ہے پس عزاخانہ کی تعمیر سنت امام معصومؑ ہے۔'' (سیرت بتولؑ ص ۱۰۷، سیرت الفاطمۃ ص ۲۲۰، ۲۲۱، مصائب زہراؑ ص ۲۲۰، ۲۲۱، فاطمۃ الزہراؑ ص ۲۱۸ تا ۲۲۰)

نوٹ: بیت الحزن حضرت زہراءؑ کیلئے حضرت امیر المومنینؑ کا بنایا ہوا عزاخانہ تھا۔ ۸ شوال ۱۳۴۴ھ کو حضرت سیدہ زہراءؑ کا مزار اطہر منہدم کیا گیا جس کے تقریباً ۶۵ سال بعد

تک بھی یہ عزاخانہ برقرار رہا مگر ۱۹۸۸ء میں اسے بھی منہدم کر دیا گیا جس کے آثار بھی اب تقریباً ختم ہو چکے ہیں۔ (سیرت بتولؑ ص ۱۰۷، سیرت الفاطمہ ص ۲۲۱،۲۲۰)

حضرت سیدہ زہراء سلام اللہ علیہا کے گریہ کرنے کے مقام

جلاء العیون ص ۱۹۹ ج ا طبع تہران، سیرت بتولؑ ص ۱۱۲ میں ہے:

"حضرت سیدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا سوموار اور جمعرات کو سید الشہداء حضرت حمزہؓ و دیگر شہداء اُحد کی زیارت کیلئے تشریف لے جاتی تھیں۔ نماز پڑھتی تھیں اور وہاں دُعا و گریہ فرماتی تھیں۔ حضرت حمزہؓ کے مزار سے مٹی لا کر آپؑ نے اپنے لئے تسبیح بھی بنائی تھی"۔

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا قبرِ رسولؐ پر

آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی سوانح حضرت فاطمہ زہراءؑ مترجم ص ۵۴ پر لکھتے ہیں:

"سیدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا حضرت رسولؐ اللہ کی قبر مبارک پر تشریف لے جاتی تھیں۔ درد دل بیان کرتی تھیں۔ آہ و زاری کرتی تھیں اور بہت جگر خراش انداز میں بین کرتی تھیں"۔

میں دیکھ رہا ہوں کہ مجلسِ عزا میں کون کون موجود ہیں؟......

حضرت امام علیؑ ابنِ حسین علیہ السلام

مجموعہ تقاریر سید العلماء علامہ سید علی نقی ج ۳ ص ۲۲۵، ۲۲۶ جلد پنجم ص ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸ نیز یہی تقاریر "روایات عزا" ص ۲۲۸ ۔ ۱۲۸، ۱۸۱ پر بھی نقل ہیں:

"شہاب الدین زہری یہ آئمہ حدیث میں سے ہیں اور عبدالملک بن مروان کے ہاں ان کی بڑی قدر و منزلت ہے۔ کثیر التعداد شاگردوں کے استاد ہیں۔ ان سے احادیث پوچھی جاتی تھیں اور یہ حق کی بہت سی حقیقتوں سے واقف تھے مگر چونکہ بادشاہ تک پہنچ تھی تو آزادی

کے ساتھ ان مفادات کو نظر انداز تو نہ کر سکتے تھے۔

اب اہلِ عزا! ایک بات آپ سے کہوں گا کہ آپ خوش قسمت ہیں کہ جب چاہتے ہیں امامؑ کی مجلس کر لیتے ہیں اور سید الساجدینؑ...... میں سمجھتا ہوں کہ وہ فقط زندانِ شام نہ تھا عمر بھر ان کی قید خانہ میں گزری یعنی باپ کی وہ مجلس نہ کر سکتے تھے کیا دل نہیں چاہتا؟ مگر تمنا تک بیان نہیں کرتے۔

ایک دفعہ زہری آ گئے۔ ان کے دل کے گوشے میں اہلِ بیتؑ سے کچھ عقیدت تھی، محبت تھی، آئے...... امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں اور عرض کیا: مولاؑ! میرے ہاں تقریبِ شادی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ آپؑ میرے گھر کو رونق بخشئے۔ امامؑ نے فرمایا: جب سے واقعہ کربلا ہوا ہے میں نے شادیوں میں شرکت چھوڑ دی ہے۔ اس کے بعد زُہری کو ہمت ہی نہیں ہوئی اصرار کرنے کی...... واپس چلے گئے مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تمنا تھی وہ جملہ، امامؑ کا دل میں گھر کر گیا تھا۔

اس لئے کچھ دن کے بعد حاضر ہوئے اور عرض کیا: اس دن میں نے گزارش کی تھی اور آپؑ نے ایسی بات فرمائی تھی کہ مجھے ہمت نہیں ہو سکتی تھی کہ میں مزید اصرار کرتا لیکن میری دلی تمنا ہے کہ آپؑ میرے گھر تشریف لائیں۔ اب میں نے آپؑ کے والد بزرگوار کی مجلسِ عزا قائم کی ہے۔ آپؑ اس میں تشریف لائیں۔ آپؑ نے فرمایا: ہاں! ہم اس میں ضرور آئیں گے۔

زُہری کی پہنچ حکومتِ شام کے دربار تک تھی۔ یہ کوئی گمنام آدمی نہ تھے لہٰذا بڑی احتیاط سے افراد منتخب کئے کہ کس کس کو مدعو کیا جائے؟ جو خاص اور قابلِ اعتبار افراد ہو سکتے تھے، موالیانِ اہلِ بیتؑ کو جمع کیا اور اس کے بعد امام علیہ السلام وقتِ معین پر تشریف لائے۔ انہوں نے امام علیہ السلام کو صدرِ محفل میں جگہ دی۔ مجلس شروع ہوئی۔ یہ حقیقت ہے کہ ابتدا ذکرِ حسینؑ کی نظم سے ہوئی۔ شاعر نے مرثیہ امام حسینؑ کا پڑھا۔

میں کہتا ہوں کہ کبھی کبھی ذاکر، مصائب میں یہ بیان کر دیتا ہے کہ مجلس میں حضرت سیدہ عالم سلام اللہ علیہا تشریف لاتی ہیں اور ہاتھ میں آپؑ کے رومال ہوتا ہے اور رونے

والے کے آنسوؤں کو خشک کرتی ہیں۔ جب ذاکر یہ بیان کرتا ہے تو مجلس میں اثر پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ تو ایک ذاکر ہے جو بیان کرتا ہے چہ جائیکہ "صاحبِ عزا" سامنے موجود ہوں تو اب سامعین کے اثر کا عالم کیا ہوگا؟ نتیجہ یہ ہے کہ ذکرِ مصیبت شروع ہوا تو کسی کو اتنا ہوش نہ رہا کہ کون کہاں بیٹھا ہے؟ جب ذاکر کا بیان ختم ہوا، زُہری نے سر اُٹھایا تو دیکھا کہ جہاں بٹھایا تھا، وہاں امامؑ تشریف نہیں رکھتے تھے۔ زُہری پریشان ہوئے۔ گھبرائے، اِدھر اُدھر دیکھا۔ یہ دیکھا کہ اِمام زین العابدین علیہ السلام، جہاں لوگ جوتے اُتارتے ہیں، وہاں تشریف رکھتے ہیں اور اتنا ہی نہیں بلکہ لوگوں کے نعلین سیدھے کر کر کے رکھ رہے ہیں۔ زُہری نے آ کر قدموں پر سر رکھ دیا اور کہا: یا مولاؑ! میں نے تو وہاں بٹھایا تھا، یہ آپؑ یہاں کیونکر آ گئے؟

فرمایا: تم تو اس مجمع کو دیکھ رہے ہو جو تمہارے سامنے ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ کون کون یہاں موجود ہے؟ میری جگہ یہیں ہے جہاں میں ہوں۔

احترام وفضائل مجالس عزا کے بارے میں
آیت اللہ الشیخ جعفر شوستری کا نظریہ

ان کا رتبہ گنبد حسینی کے برابر ہے

آیت اللہ جعفر شوستری نے "خصائص حسینیہ" مترجم ص ۱۴۳ تا ۱۴۵ میں امام حسینؑ کی مجالس کی چودہ خصوصیات تحریر فرمائی ہیں۔ اس عارف ربانی نے بڑے اختصار سے اسرار و رموز مجالس عزا بیان فرمائے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

احترام وفضائل مجالس سیدالشہداء علیہ السلام

یہ مجالس ان چودہ خصوصیات کی حامل ہیں جو مشاہد مشرفہ کیلئے مخصوص ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

① ان پر خود خداوند عالم درود وسلام بھیجتا ہے۔

② ان مجالس میں ملائکہ ومقربین نازل ہوتے ہیں۔

③ یہاں آنے والوں کیلئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت امیر المومنینؑ، جناب صدیقہ طاہرہؑ اور حضرت امام حسنؑ دعائے خیر کرتے ہیں۔

④ امام حسین علیہ السلام آنے والوں کو دیکھتے ہیں۔

⑤ امام حسین علیہ السلام مجالس میں شرکت کرنے والوں سے خطاب اور گفتگو کرتے ہیں۔

⑥ یہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا پسندیدہ عمل ہے۔

⑦ عتبات عالیہ، مقام عرفہ کی مثل ہیں۔

⑧ انہیں مشعر الحرام کی حیثیت حاصل ہے۔

⑨ ان کی اہمیت حطیم کی مانند ہے حطیم کعبہ کا وہ رکن ہے جو حجرِ اسود اور بابِ کعبہ کے درمیان واقع ہے۔ یہاں دُعائیں قبول ہوتی ہیں۔

⑩ ان کے طواف کا ثواب خانہ کعبہ کے طواف کے برابر ہے۔

⑪ ان کا رتبہ گنبد حسینی کے برابر ہے۔

⑫ یہ مجالس بھڑکنے والی آگ کو بجھا دیتی ہیں۔

⑬ بہشت میں اس پانی کا سرچشمہ ہیں جسے آبِ حیوان (حیات) کے نام سے پکارتے ہیں۔

⑭ زیارت سے واپس آنے والا، ایسی مجالس کا خطیب قرار پاتا ہے جس کی ابتدا خلقت سے پہلے کا عرش اور انتہا محشر ہے۔

اگر درج بالا مطالب کو ذہن میں رکھا جائے تو اس تصور کا امکان باقی نہیں رہتا کہ انسان، مشاہد مشرفہ سے جو بھرپور صفات کا مجموعہ اور حصول عبادات کا ذریعہ ہیں مایوس اور خالی ہاتھ واپس لوٹے۔ اگر کسی خامی یا رکاوٹ کی وجہ سے یہ خصوصیات بھرپور اثر نہ کر سکیں تو یہ امر محال ہے کہ ان کا کمترین اثر بھی ظاہر نہ ہو کیونکہ

لطف کمی ان توکفایت مرا
گرچه کمت ہانتوان گفت کم

"آپ کا قلیل عطیہ میرے لئے بہت کافی ہے، کیونکہ آپ کے قلیل کو کم نہیں کہا سکتا"۔

آیت اللہ العظمیٰ شہاب الدین نجفی مرعشیؒ کی وصیت کا اقتباس

"میں تاکید کرتا ہوں کہ حسینیہ (امام بارگاہ) جو قم المقدسہ میں، میں نے خود تعمیر کرایا تھا، میں شعائر ذکرِ محمدؐ و آلِ محمدؐ اور عزاداری حضرت سید الشہداءؑ کو جاری و ساری رکھنے کی کوشش کریں۔"

''میں تاکید کرتا ہوں کہ میرے جنازہ کو اس امام بارگاہ حسینیہ جو میں نے اپنے جد نامدار کی عزاداری منعقد کرنے کیلئے بنایا ہے اس طرح رکھا جائے کہ میرے عمامے کا ایک سرا سید الشہداءؑ کے منبر کے ساتھ باندھا جائے اور دوسرا سرا میرے تابوت کے ساتھ باندھا جائے اور یہاں پر مظلوم کربلا امام حسینؑ کے خیمہ گاہ سے مخدرات عصمت کو الوداع کہنے کے مصائب بیان کیے جائیں۔''

پورے ملک کو امام بارگاہ ہونا چاہیے...... امام خمینی رضوان اللہ علیہ

یہ اقتباس شب اول محرم ۱۴۰۰ھ واعظین وذاکرین قم المقدسہ کے ذاکرین عظام کے اجتماع سے خطاب سے ماخوذ ہے:

''یوم عاشور جلوس ہائے عزا میں کسی تبدیلی کا سوچنا بھی مت، ان جلوسوں کو کسی قسم کے لانگ مارچ کی شکل مت دینا، انہیں اپنی سابقہ روش اور روایات کے مطابق اسی سینہ زنی، ماتم اور نوحہ خوانی کے ساتھ بلکہ اگر ہو سکے تو سابقہ روایات سے بھی زیادہ پُر عظمت طریقہ سے برقرار رکھا جائے۔ یہی کامیابی کا راز ہے۔ لانگ مارچ ایک سیاسی مقام ہے اسے الگ رہنے دیں۔ پورے ملک کو امام بارگاہ ہونا چاہیے ہر شخص کو ذاکر اور ہر شخص کو عزادار ہونا چاہیے۔ اس سے زیادہ اتحاد کہاں ملے گا؟ دُنیا میں کون سی ایسی قوم ہے جو ہماری طرح متحد ہے؟ یہ اتحاد کس کی پیداوار ہے یہ مظلوم کربلا کی نوازش ہے''۔ (عزاداری در نگاہ مرجعیت مترجم ص۱۴)

جہاں پر مجالس ہوں وہ جگہ میرا حرم ہے...... حضرت اِمام حسینؑ

سحابِ رحمت علامہ عباس اسماعیلی یزدی ص ۹۷ مترجم طبع ادارہ منہاج الصالحین لاہور پر "اشک رواں" ص ۸۵،۲۵۶ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"مرحوم حاج محمد محمدی یزدی، جو کربلا کے رہنے والے ایک نیک شخص تھے ہمارے لئے نقل کرتے ہیں۔ جس وقت ہمیں عراق سے نکال دیا گیا۔ میں بہت رنجیدہ تھا کہ اِمام حسینؑ کے حرم کو کس طرح چھوڑوں؟ لیکن عراقی حکام کے دباؤ اور اپنی ماں کے اصرار پر حرم مطہر سے وداع کرنے گیا۔ حضرت اِمام حسینؑ سے گہری وابستگی کے سبب شدید گریہ کرتے ہوئے بادلِ نخواستہ حرم سے نکلا پھر واپس گیا اور کئی بار ایسا کیا، اچانک سیدالشہداءؑ کو حالت بیداری میں دیکھا کہ وہ فرما رہے تھے ایران چلے جاؤ جہاں کہیں بھی میری مجلسِ عزا منعقد ہوتی ہے وہ میرا حرم ہے۔ مرحوم، قم المقدسہ تشریف لے آئے اور قم المقدسہ ہی میں وفات پائی اور مرحوم آیت اللہ الشیخ جعفر شوستری نے بھی فرمایا تھا کہ مجالس عزاداری سے (وہ مقام) حرم اِمام حسینؑ بن جاتا ہے۔"

اِمام باڑے مراکز صلوات ہیں

محمد تیجانی سماوی "اہلِ بیتؑ حلال مشکلات" کے ص ۱۶۱ پر لکھتے ہیں:

"اِمام باڑے وہ مراکز ہیں جنہیں شیعوں نے بنا کر اِمام حسینؑ کیلئے وقف کر دیا ہے۔ ان مراکز میں آئمہؑ اطہار کی ولادت و شہادت، عاشورہ، غدیر وغیرہ کی مناسبت سے مجلس و ماتم اور جشن مناتے ہیں۔ یہ اِمام باڑے قیمتی، خوبصورت اور دیدہ زیب قالین سے مزین ہوتے

ہیں۔ امام بارگاہیں، چاہے اس میں مجلس عزا ہو یا محفل مسرت وہ مقامات ہیں جو خدا کے نام اور رسولؐ و آل رسولؐ پر صلوات سے پُر ہیں"۔

میزان الحکمت کا حوالہ

میزان الحکمت ج ۳ ص ۸۲۵ آیت اللہ محمدی ری شہری مترجم مولانا محمد علی فاضل پر روایات درج ہیں۔ قرآنِ حکیم میں سورۂ نور آیت ۳۶ میں ارشاد خداوندی ہے:

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ

"ان گھروں کی نسبت اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کی تعظیم کی جائے اور ان میں اس کا نام لیا جائے جس میں صبح و شام وہ لوگ اس کی تسبیح کیا کرتے ہیں۔"

ابن مردویہ، انس بن مالک اور بریدہ سے روایت کرتے ہیں: حضرت رسول خداؐ نے اس آیت "فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ ــــ الخ" کی تلاوت فرمائی تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہؐ! یہ کون سے گھر ہیں؟ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: "انبیاءؑ کے گھر ہیں" پھر ایک صحابی نے کھڑے ہو کر عرض کیا: کیا یہ گھر (علیؑ اور فاطمہؑ کا گھر) بھی انہی میں سے ہے؟ حضورؐ نے فرمایا: "ہاں! بلکہ ان سے افضل و برتر ہے"۔

یہ روایت تفسیر در منثور ج ۵ ص ۵۰ کے حوالے سے تحریر ہے۔

مقامات مجالس کے بارے میں

استاد العلماء مولانا سید محمد باقر چکڑالوی بیان کرتے ہیں: مجالس المرضیہ استاد العلماء علامہ سید محمد باقر چکڑالوی مرتب علامہ حسین بخش جاڑاؒ ص ۳۱۷، ۳۱۸ پر فرماتے ہیں:

"حضرت اُم سلمیٰؓ روایت فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت رسالت مآبؐ سے سنا آپؐ نے فرمایا: جس مقام پر چند لوگ جمع ہو کر فضائل آل محمدؐ

کی مجلس قائم کریں گے تو آسمان سے فرشتے نازل ہوکر اس مجلس میں شامل ہوں گے اور جب وہ فرشتے واپس لوٹیں گے تو آسمان والے فرشتے دریافت کریں گے کہ تم سے ایسی خوشبو آرہی ہے جو اس سے پہلے نہ تھی۔ جواب میں فرشتے کہیں گے کہ ہم زمین پر ایسی مجلس میں شامل ہوئے جہاں آلِ محمدؐ کے فضائل کا تذکرہ ہورہا تھا۔ پس یہ خوشبو اسی مجلس کا نتیجہ ہے۔ یہ سنتے ہی وہ فرشتے کہیں گے کہ ہمیں بھی مجلس میں لے چلو یا ہمیں اس مکان میں لے چلو جہاں مجلس قائم ہوئی تھی۔" (مودۃ القربیٰ)

گویا جس جگہ مجلس ہوتی ہے وہ جگہ اتنی محترم ہوجاتی ہے کہ فرشتے اس جگہ کی زیارت کیلئے تشریف لاتے ہیں۔

عزاخانہ کا احترام مسجدوں کی طرح لازم ہے......سید شاکر حسین امروہوی

مجاہد اعظم کے ص ۲۲۲ پر سید شاکر حسین امروہوی لکھتے ہیں:

"جو مکان عزاخانہ کے طور پر مخصوص کردیئے گئے وہاں تو ذکرِ حسینؑ کے سوا دنیا کا کوئی کام ہی نہیں ہونا چاہیے۔ اس کا احترام اسی طرح لازم ہے جیسا کہ مسجدوں کا کیا جاتا ہے۔ مسجدوں کی حرمت کیوں ہے؟ صرف خدا کے نام پر منسوب ہوجانے سے وہاں فقط نماز پڑھنے کا حکم ہے اور کسی کام کی اجازت نہیں ہے۔ اسی طرح امام باڑہ بھی جب امام حسینؑ کے نام سے منسوب ہے تو اس کا ادب و احترام بھی زیادہ جیسے ضروری ہے۔"

●......●......●

سامانِ عزا

گریہ، مجلس عزا، عزاداری، تعزیہ، ضریح امام حسینؑ کی شبیہ تابوت، علم، مشک، گہوارہ، ذوالجناح، مہندی کے بارے میں سید العلماء علامہ سید علی نقی نقوی کی تحقیق کے مطابق

اتنا بھی غنیمت ہے لوٹے ہوئے خیموں سے
سجادؑ کے ہاتھ آیا سامانِ عزاداری
ذکی سرور کوٹی

گریہ

سید العلماء سید علی نقی نقویؒ ''نگارشات سید العلماء'' کے ص ۲۹۵ پر لکھتے ہیں:

''تصور کیجئے ایک ایسے وقت کا جب ایک نہایت ہی بلند مرتبہ اور عالی صفات انسان ایک انتہائی مقدس مقصد کی حمایت کی وجہ سے ظلم وستم کی فوجوں میں گھرا ہوا ہو اس کی تعداد انتہائی قلیل اور دُشمن کی فوج انتہائی کثیرہ۔ اُنہوں نے اس بزرگ ہستی اور اس کے ساتھ تمام افراد یہاں تک کہ چھوٹے بچوں تک پانی بند کر دیا ہو اور تین دن کی بھوک و پیاس میں یہ حامیانِ حق، جہاد کا حق ادا کر کے زمین گرم پر یکے بعد دیگرے دم توڑ رہے ہوں۔ باپ بیٹے کی لاش اُٹھا رہا ہو۔ ماں اپنے کڑیل جوان کو برچھیاں کھاتے دیکھ رہی ہو، بہنیں بھائیوں کو خاک وخوں میں لوٹتا پا رہی ہوں، عورتیں رانڈ ہو رہی ہوں اور بچے یتیم، انتہا ہے کہ شیر خوار بچہ تک دُشمن کے تیر سے باپ کے ہاتھوں پر دم توڑ رہا ہو۔ اس وقت ایک حق پرست اور سینہ میں انسانی دل رکھنے والے انسان کا فریضہ یا انسانیت کا تقاضا کیا ہو؟ یقیناً یہی کہ اگر وہ کر سکتا ہے تو ان کے ساتھ خود بھی اس جہاد میں شریک ہو کر اپنے خون کی نذر پیش کر دے۔ اگر وہ ایسا کر گزرے تو پھر چاہے احساس ادائے فرض سے وہ مسکرا بھی دے اور ہنستا ہوا دُنیا سے رُخصت ہو تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر کسی وجہ سے وہ اس سے مجبور ہے تو کیا اس کی آنکھوں کے آنسو بھی رواں ہو کر ہمدردی کا ثبوت نہ دیں گے؟ یہ آنسو اعلان ہوں گے مقصد سے

اتفاق اور اپنی اس جہاد میں شرکت سے مجبوری کا حسرت وملال کے ساتھ، یہی فطرت کا تقاضا ہوگا۔ یہ نہیں کہ اس عالم میں وہ تو دُکھ سہہ رہے ہوں اور شدائد برداشت کر رہے ہوں اور کوئی دوستی کا دعویٰ کرتے ہوئے بھی دور سے کھڑے ہو کر قہقہے لگائے۔ اس خوشی میں کہ یہ لوگ حق کی حمایت میں اتنی بڑی قربانی پیش کر کے عظیم درجہ حاصل کر رہے ہیں۔ ایسا کرنے والا عقل فطری کی بارگاہ سے ماؤف الدماغ ہونے اور غیر معتدل فطرت رکھنے کی سند پائے گا، پھر جس طرح اس وقت جبکہ وہ اس میدان میں مصروفِ جہاد ہوں اور مصائب کی آماجگاہ میں نشانۂ ظلم وستم بنے ہوئے ہوں، فطرت کا تقاضا عملی شرکت سے مجبوری کی صورت میں رونا ہے، ہنسا نہیں، اسی طرح اس کے بعد بھی جب کہ وہ ان مظالم کو اُٹھا کر دُنیا سے رُخصت ہو چکے۔ ان کی یاد کا طریقۂ اظہار، غم اور گریہ ہی کے ساتھ صحیح ہے خوشی کے اظہار کے ساتھ نہیں۔"

مجلسِ عزا

سید العلماء علامہ سید علی نقیؒ "نگارشاتِ سید العلماء" ص ۲۹۷، ۲۹۸ پر تحریر کرتے ہیں: وہ اجتماع جس میں حضرت اِمام حسین علیہ السلام اور ان کے مصائب کا ذکر ہو "مجلس" کہلاتا ہے۔ حضرت اِمام حسینؑ کی شہادت کے بعد مجلسیں فطری طور پر اور ہنگامی ہوتی تھیں، مصیبت زدہ پسماندگانِ حسینؑ، جہاں اور جس مجمع میں بیٹھ گئے، وہی مجلس تھی۔

اولادِ رسولؐ میں سے جو آئمہ حضرات، اِمام حسینؑ کے بعد ہوئے ان کے یہاں مجلسیں جو ہوئیں وہ بھی اسی طرح کی نوعیت رکھتی تھیں۔ حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام کے ہاں جب اصحاب جمع ہوئے اور ہر اِمامؑ نے تذکرۂ اِمام حسینؑ چھیڑ دیا اور اصحاب نے سماعت کی تو مجلس ہوگئی۔ جب کوئی شاعر آ گیا، جس نے حالات اِمام حسینؑ نظم کیے ہیں، اس نے پڑھے حضرتؑ نے اور دیگر حاضرین نے سنے تو مجلس ہوگئی۔ اس ذیل میں کبھی کبھی اتنا اہتمام بھی کیا گیا ہے کہ حضرتؑ نے پسِ پردہ اپنے گھر کی خواتین کو بٹھا دیا کہ وہ بھی اس ذکر کو سُنیں۔

ان مجلسوں میں گریہ ہوتا تھا اور آوازیں بھی بلند ہوتی تھیں۔ اس وقت کے حالات

اس سے زیادہ کی اجازت بھی نہ دیتے تھے۔ بعد میں جیسے علم دین کی تعلیم کے مدارس، بلکہ نماز کے مساجد تک میں نظم وترتیب اور اہتمام کی زیادتی ہو گئی اسی طرح مجالس میں بھی باعتبار تقاضائے اوقات وحالات نظم وترتیب پیدا ہوتا گیا۔ اب تعیّنِ تاریخ کے ساتھ اعلان واشتہار ہونے لگا۔ مجمع میں بھی کثرت ہونے لگی اور طریقۂ بیان میں بھی وسعت پیدا ہوتی گئی۔ جس کو ظاہر ہے کہ کوئی صاحبِ عقل قابلِ اعتراض نہیں سمجھ سکتا۔ اب اس وقت مجلس، عوام کی تعلیم اور ان کی ذہنی تربیت کا ایک مرکز ہے جس سے بہتر سے بہتر فوائد حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

عزاداری کچھ یادیں، کچھ تمنائیں اور حسرتوں کیلئے ہے

سید العلماء علامہ سید علی نقی اعلی اللہ مقامہ مجموعہ تقاریر "شریعت بدل نہیں سکتی" طبع لاہور کے ص ۲۸ تا ۳۰ پر فرماتے ہیں:

"اس بدلتی ہوئی دُنیا میں بھی کچھ حقیقتیں ہیں جو نہیں بدلتیں۔ سو حقیقت یہ ہے کہ اب عرض نہیں کرنا ہے کہ شریعت اسلام کی بقا میں سب سے بڑا راز یہی مضمر ہے کہ جو فطرت کے تقاضے ہوں، وہ نہیں بدلا کرتے۔ لہٰذا وہ قانون بدل جائیں گے جو فطرت کے تقاضوں کے خلاف ہیں اور جو قانون زیادہ سے زیادہ فطرت کے تقاضوں کے مطابق ہوں وہی ناقابلِ تبدیل ہوگا۔

آج پہلی تاریخ محرم کی ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ یوں تو سال بھر عزائے حسینی رہتی ہے اب مجھے تو اپنے ہاں کا حال معلوم ہے، یہاں بھی میرا خیال ہے مومنین کے گھروں میں ایک گوشہ ہوتا ہے جسے مستقل عزاخانہ سمجھا جاتا ہے اور وہاں پردہ پڑا رہتا ہے اور وہ روز مجلس کھلتا ہے تو وہ عزاخانہ مستقل رہتا ہے لہٰذا سال بھر مجالس بھی ہوتی ہیں اور سال بھر مختلف اوقات میں کبھی کبھی علم بھی اُٹھتے ہیں۔ مگر جو بات ایامِ عزاء کی ہوتی ہے وہ اور زمانے میں نہیں ہوتی اور پھر ایامِ عزاء کی وسعت بھی ہمارے ہاں تو آٹھ ربیع الاول تک رہی اور یہاں پر بھی غالباً عمل اس پر ہو گیا ہے جو بعض جگہ چہلم تک سلسلہ رہتا ہے بعض جگہ "چہلم" تک ایامِ

عزا سمجھے جاتے ہیں۔

مگر وہ ایامِ عزا جو دو ماہ سے آٹھ دن تک ہیں لیکن پھر بھی اس عشرہ محرم کو جو خصوصیات ہوتی ہیں وہ خود ایامِ عزا میں بھی اس کے بعد کے عشرہ مجالس میں نہیں ہوتیں۔

آج پہلی تاریخ ہے اور عشرہ محرم شروع ہو گیا ہے اور پہلے بھی کہیں عرض کر چکا ہوں گا کہ یہ ہماری عزاداری کو دُنیا مختلف پہلوؤں سے دیکھتی ہے۔ کبھی شرک کے آئینے میں دیکھتی ہے اور کبھی بدعت کے آئینے میں دیکھتی ہے۔ مگر حقیقت میں ہمارے جتنے عزاداری کے مراسم ہیں وہ کچھ یادوں کا مظہر ہیں اور اس کے ساتھ ہی ایک قدم اور تصحیح کروں کہ کچھ یادیں ہیں اور کچھ تمنائیں ہیں جن کا اظہار ہے۔ یہ ہمارے عزا خانے میں عَلم ہیں یہ کیا ہے؟

یہ احساس ہے کہ کربلا میں عَلم کی حفاظت آخر دم تک کی گئی اور ایک وقت وہ آیا کہ علمدارؑ کے گرنے سے عَلم زمین پر گرا تو یہ ہم عَلم اُٹھاتے ہیں۔ یہ ہے کہ اگر ہم ہوتے، تو عَلم گرنے نہ دیتے۔ اجرکم اللہ۔

بس چند جملے عرض کرنا ہیں ظاہر ہے پہلی مجلس ہے۔ آپ انشاء اللہ مشتاق ہوں گے کہ آج کوئی خاص حال بھی نہیں ہوتا۔ بیان کرنے کا تو، اب یہ کیا یہ ضریحیں کیا ہوتی ہیں؟ تعزیے کیا ہوتے ہیں؟ ان ضریحوں میں ان تعزیوں میں تُربتیں بنی ہوتی ہیں تو کیا مطلب ہے؟ ہمارے پیشِ نظر ہے کہ ہمارے مولاؑ تین دن تک بے گور و کفن تھے تو اس کے ماننے سے کہ اپنے مولاؑ کی تُربت کو تیار کر سکتے۔ تو آج ہم اس وقت کے بے گور و کفن ہستی کی تُربت اپنے ہاتھوں سے تیار کرتے ہیں، یادگار کے طور پر۔

کچھ حسرتیں ہیں کچھ تمنائیں ہیں ہاں یہاں شاید وہ رواج نہ ہو، ہمارے ہاں آخر کی مجلسوں میں، نویں تاریخ محرم کی کچھ اونٹ بھی لائے جاتے ہیں، ہاں ہماری یہ ہمت نہ تھی کہ بے پردہ محملیں لائیں، ہم وہ نسبت، نسبت رکھنے والی محملیں بھی لاتے ہیں تو سیاہ عماریاں ہوتی تھیں۔ سیاہ پردے اُس پر ہوتے تھے مگر اس میں یہ تصور کیا ہے؟ کہ ایک وقت شتران بے کجاوہ پر سواری کی گئی تھی، تو وہ یاد تھی جس کو ہم اس طرح سے پورا کرتے ہیں۔

کچھ یادیں ہیں، کچھ تمنائیں ہیں ہاں ذرا اس میں ہمارا ذوق یہ رہا ہے کہ مصیبت کو ہم بے نقاب نہیں دیکھنا چاہتے۔ عراق اور ایران میں تو زندہ شبیہوں کا رواج رہا مگر ہمارے ذوق نے اس پر تحمل نہیں کیا۔ ہم ذوالجناح کی شبیہ بناتے ہیں مگر مرکب ہو۔ اس پر راکب کوئی نہ ہو اور اب ارباب عزا یہ جملہ کہ ہم گہوارہ بھی لاتے ہیں مگر گہوارہ ہو، اس میں بچہ کوئی نہ ہو۔

"مقالات سید العلماء" طبع کراچی جلد ۲ ص ۱۶۲ پر علامہ سید علی نقی لکھنویؒ لکھتے ہیں:

> "ہم پر یہ بھی اتہام ہے کہ ہم (معاذ اللہ) تعزیہ کا بت بناتے اور اسے پوجتے ہیں مگر حقیقت امر یہ ہے کہ کوئی شیعہ تعزیہ کو مستحق پرستش نہیں سمجھتا۔ وہ صرف ضریح امام حسینؑ کی شبیہ ہے جو بطور یادگار بنائی جاتی ہے اور اس نسبت کی بنا پر اس کا احترام کیا جاتا ہے۔ اگر ہر احترام داخلِ پرستش ہو جائے تو پھر مسجد اور کعبہ اور قرآن سب ہی کا احترام پرستش قرار پائے گا اور شرک میں داخل ہوگا"۔

روضہ اِمام حسینؑ کی مناسبت سے تعزیہ قابلِ احترام سمجھا جاتا ہے

سامان عزاء مطبوعہ اِمامیہ مشن نمبر ۳۴ پر سید العلماء علامہ سید علی نقی لکھنوی کے ص ۹ پر لکھتے ہیں "یہ حضرت اِمام حسینؑ کے روضہ کی شبیہ ہے جو سونے، چاندی، پیتل یا لکڑی کی بھی بنائی جاتی ہے اور سہولت و کفایت کے لحاظ سے بانس، کاغذ اور پنّی سے بھی تیار کی جاتی ہے۔ یہ ہندوستان سے مخصوص ہے اور مشہور یہ ہے کہ بادشاہ تیمور لنگ کے وقت سے رائج ہوئی ہے۔ چونکہ بُعدِ مسافت کی وجہ سے حضرت اِمام حسینؑ کے روضہ تک پہنچنا ہر ایک کے لئے ممکن نہیں اس لئے عقیدت و محبت کی امکانی حد تک پیاس بجھانے کا یہ ایک ذریعہ اختیار کیا گیا ہے۔ شریعتِ اسلام کے لحاظ سے اس میں کوئی خرابی اس لئے نہیں ہے کہ مجسمہ جو ناجائز ہے وہ ذی روح کا ہے۔ یہ تعزیہ کسی ذی روح کی تصویر نہیں ہے۔ یہ حضرت اِمام حسینؑ کے ساتھ عقیدت و احترام کا ایک مظاہرہ ہے جس کی قدر اہلِ دل محسوس کرتے ہیں۔ جس طرح

خانہ کعبہ سرزمین حجاز پر مکہ معظمہ میں ہے لیکن مسجدیں ہر ایک جگہ موجود ہیں جو خانق کی طرف نسبت رکھتی ہیں اور ان کا احترام تنہا واجب ہے۔ اسی صورت سے اصل روضہ سید الشہداء کا کربلائے معلّٰی میں ہے۔ یہ تعزیہ اس کی مشابہت کے سبب سے قابل احترام سمجھا جاتا ہے"۔

تابوت

سالنامہ عزاداری ص ۱۲ پر سید العلماء علامہ سید علی نقی النقویؒ لکھتے ہیں:

تابوت بھی ایک طرح کا ایک صندوق ہوتا ہے۔ جس میں "جنازہ" اٹھایا جاتا ہے۔ ہندوستان میں بھی یہ یوپی کے بعض حصوں اور خصوصیت کے ساتھ لکھنؤ میں شیعہ فرقہ میں رائج ہے۔

تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے حضرت خاتون جنت سیدہ عالم حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کا جنازہ آپؑ کی وصیت کے مطابق تابوت میں اٹھایا گیا تھا۔ اس کے بعد سے اہل بیتؑ اور شیعیان اہل بیتؑ میں یہ طریقہ رائج رہا۔

حضرت امام حسینؑ کی عزاداری میں تابوت کا جزو اس حسرتناک واقعہ کی یاد دلاتا ہے کہ کربلا میں حضرتؑ کا جنازہ نہیں اٹھ سکا۔

کیونکہ آپؑ کی شہادت کے بعد ظالم دشمن آپؑ کے اہل بیتؑ کو اسیر کر کے کوفہ لے گئے اور آپؑ کی لاش اطہر کو گرم ریت پر تمازت آفتاب میں چھوڑ گئے۔ اس کے بعد تیسرے دن بنی اسد نے اسی جگہ ان شہدائے راہ خدا کو دفن کر دیا۔ اس اندوہناک واقعہ کی یاد تابوت سے تازہ ہوتی رہتی ہے۔

تعزیہ و ضریح

امامیہ مشن لاہور کی طرف سے سید العلماء علامہ سید علی نقیؒ کی کتاب "عزائے حسینؑ پر تاریخی تبصرہ" اگست ۱۹۵۵ء میں شائع ہوئی۔ ہم تعزیہ اور ضریح کے بارے میں اس سے ص ۱۸۸ تا ۱۹۱ درج ذیل حوالے دے رہے ہیں:

تعزیہ کے طور پر اس وقت دو شکل کی چیزیں رائج ہیں۔ ایک کو تو تعزیہ ہی کہا جاتا ہے اور ایک کو ضریح کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ میں جہاں تک غور کرتا ہوں ضریح تو روضہ کے اندرونی حصّہ کی نقل ہے اور تعزیہ باہر کا رخ ہے کہ جو ایوان کی طرف کا ہے صحنِ اقدس حرمِ حسینی میں جا کر دیکھئے تو وہ شکل نظر آئے گی جس کی یاد تعزیہ کو دیکھ کر پیدا ہوتی ہے اور ایوان کے اندر جا کر دیکھئے تو وہ صورت دکھائی دے گی جو ضریح میں ہوتی ہے۔

تعزیہ پر اعتراض کئے جاتے ہیں کہ یہ بت پرستی ہے۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ جب سلطنت کے حربے کام نہیں دیتے تو پھر علمی حربے شروع ہو جاتے ہیں۔ یقیناً اسلامی نکتہ نظر سے کسی بات کے خلاف سب سے بڑا الزام سمجھا جا سکتا ہے یہ کہ غیر خدا کی پرستش ہے مگر پرستش صرف نیت سے تعلق رکھنے والی بات ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عبادت کے معنی میں تعظیم اگر بیٹا باپ کو دیکھ کر بھی کھڑا ہو جاتا ہے پھر یہ کیا پرستش ہے؟ اسی طرح باختلاف مراتب ہر معزز آدمی کی آپ تعظیم کرتے ہیں تو کیا یہ سب عبادت میں داخل ہے؟

حقیقت میں مطلق تعظیم عبادت نہیں ہے بلکہ عبادت وہ تعظیم ہے جو کسی کو خدا سمجھ کر یا حکمِ خدا کے مقابلہ میں کی جائے لیکن اگر کوئی تعظیم خود حضرت احدیت کی طرف قریب یا بعید، تعلق رکھنے سے ہو تو وہ تعظیم غیر خدا کی عبادت نہیں سمجھی جا سکتی بلکہ کسی کی عظمت اگر رشتہ ارتباط، دور ہونے کے ساتھ قائم ہے تو وہ اس کی تعظیم کی مظہر زیادہ ہو گی مثلاً اگر کوئی شخص آپ کے پاس آئے اور آپ اس کی تعظیم کو کھڑے ہو جائیں تو کوئی شک نہیں کہ یہ اس کی تعظیم ہے لیکن اگر اس کا لڑکا آئے اور آپ اس کی تعظیم کو سروقد کھڑے ہو جائیں اس لئے نہیں کہ یہ شخص کچھ ہے بلکہ اس بنا پر کہ فلاں شخص کا لڑکا ہے تو یہ اس کی تعظیم بلند تر ہو گی اور جب فرزند بھی نہ ہو بلکہ اس کا غلام آ جائے اور پھر آپ تعظیم کیلئے کھڑے ہو جائیں اس لئے کہ اس کا غلام ہے تو یہ اس شخص کی تعظیم کا اور بلند درجہ ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس شخص کی عظمت کا اثر آپ کے دل پر اتنا ہے کہ اس کا کیا ذکر؟ اس کے بیٹے بلکہ اس کے غلام تک کی عظمت کا آپ کے دل پر اثر ہے غلام تو جاندار ہے اگر اس کا خط آئے اور خط کو دیکھ

کر آپ سروقد کھڑے ہو جائیں اس لئے نہیں کہ یہ ایک کاغذ کا ورق ہے بلکہ اس لئے کہ اس پر اس کے ہاتھ کی تحریر ہے تو یہ خود اس شخص کی تعظیم کا ایک بلند درجہ ہو گا کیونکہ اس سے معلوم ہو گا کہ اس کی عظمت کا آپ کے دل پر اتنا اثر ہے کہ اس انسان کا کیا ذکر؟ اگر اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک پرچہ بھی ہوتا ہے تو آپ اس کی اتنی تعظیم کرتے ہیں یہ تعظیم کاغذ کی تھوڑی ہے بلکہ اس شخص کی تعظیم ہے جس کی طرف اس کاغذ کو قریب یا دور کی نسبت حاصل ہے۔

اسی طرح اگر کسی خوش عقیدہ مسلمان کی باریابی خود حضرت احدیت کی بارگاہ میں ہو جاتی اور بالفرض اس کا دست حق پرست بوسہ دینے کیلئے مل جاتا تو میں مانتا ہوں کہ وہ خداوند عالم کی تعظیم کا ایک مظاہرہ ہوتا۔ لیکن بدقسمتی سے جب وہ نہیں ملا اور نہ کم سے کم اس دُنیا میں اس کے ملنے کی توقع ہے اور ہمارے عقیدہ میں تو کبھی بھی عام مشاہدہ میں اس سے ملنے کی توقع نہیں لیکن اس کا رسولؐ ملتا ہے اور انسان، رسولؐ کے ہاتھ کا بوسہ دیتا ہے اس لئے نہیں کہ آپ حضرت عبداللہؑ کے فرزند ہیں اس لئے کہ آمنہؑ کے بیٹے ہیں اس لئے نہیں کہ مکہ کے باشندہ ہیں اس لئے نہیں کہ بنی ہاشمؑ کی ایک فرد ہیں بلکہ اس لئے کہ اللہ کے رسولؐ ہیں تو یہ ان کے ہاتھ کا ایک بوسہ دینا اللہ کی تعظیم سے الگ کیوں سمجھا جائے؟

بلکہ یہ اللہ ہی کی تعظیم کا ایک بلند درجہ ہے اور اگر بدقسمتی سے رسولؐ اللہ کے زمانہ میں ہم پیدا نہیں ہوئے۔ رسولؐ کے بعد دُنیا میں آئے اس لئے پیغمبرؐ نہیں ملے، مگر پیغمبرؐ کی اولاد میں سے کوئی مل گیا اور ہم نے ان سے اظہارِ عقیدت کیا۔ ان کی تعظیم کی ان کی خصوصیات مادی کی بنا پر نہیں بلکہ اس لئے کہ وہ رسولؐ اللہ کے فرزند ہیں تو بتایئے کہ یہ تعظیم، اللہ کی تعظیم سے جُدا کیوں کر ہے؟

بلکہ وہ تو اللہ کی تعظیم کا اس سے بھی بلند درجہ ہے اور اگر پیغمبرؐ بھی نہ ملے اور نہ اولاد پیغمبرؐ میں سے وہ جو، ان کے کمالات کے آئینہ دار تھے جن کو پیغمبرؐ نے کاندھوں پر چڑھایا تھا اور زبان چوسائی تھی وہ بھی ہمیں نہ مل سکے اور بدقسمتی سے صدیوں کی مسافت درمیان میں حائل ہو گئی لیکن اب موقع ملتا ہے تو مدینہ پہنچ جاتے ہیں اور اسی رسولؐ کی قبر مطہر کی زیارت

نصیب ہوتی ہے اور ہم اشتیاق میں اسی قبر مطہر کو بوسہ دے لیتے ہیں تو کیا اس لئے کہ یہ ایک مٹی کا ڈھیر ہے؟ بلکہ اس لئے کہ یہ رسولؐ اللہ کی آرام گاہ ہے یا اگر وہاں نہ پہنچے اور کربلا پہنچ گئے اور رسولؐ کے عزیز نواسے کی قبر مل گئی اور اس قبر پر ہم نے عقیدت کے ساتھ بوسہ دے دیا۔ اس صورت میں یہ نہ کہنا چاہیے کہ قبر بے جان ہے وہ خط بھی تو بے جان تھا مگر وہ اس کاغذ کی تعظیم نہ تھی اس شخص کی تعظیم تھی جس کا خط ہے۔ اسی طرح یہ تعظیم اس مٹی کی، ان تختوں کی، اس گڑھے کی نہیں ہے جو قبر میں ہوتا ہے اگر فقط قبر ہی کی تعظیم کرنا ہوتی تو ہمارے شہر میں بھی بہت سی قبریں ہیں۔ جس قبر کی طرف چاہتے مڑ جاتے۔ یہ سینکڑوں روپے خرچ کر کے، ہزاروں کاموں کا ہرج کر کے ہزاروں میل کی مسافت طے کر کے ہی جاتے ہیں تو اس نسبت کی خاطر جو کسی قبر کو اللہ کے رسولؐ یا رسولؐ اللہ کی اولاد کی طرف ہے پھر یہ تعظیم، قبر کی کہاں ہوئی؟ یہ تو اس کی تعظیم ہے جس کی قبر ہے اور وہ اگر حسینؑ ہیں تو ان کی تعظیم، رسولؐ کی تعظیم ہے اور رسولؐ کی تعظیم اللہ کی تعظیم ہے، جس کے وہ رسولؐ ہیں اور جب کہ یہ پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ جتنا درمیان میں بُعد زیادہ ہو اتنا ہی تعظیم کا مظاہرہ اصل شخص کی تعظیم کا بلند تر درجہ ہوگا، تو ماننا پڑے گا کہ اللہ کی عظمت محسوس کرتے ہوئے اس کے رسولؐ یا اولادِ رسولؐ کی قبر کی تعظیم اصل میں تعظیم خداوندی کا ایک بلند تر مظاہرہ ہے۔ اس لئے وہ عین عبادت خدا ہے۔ شرک تو اس وقت ہو سکتا تھا جبکہ اس میں عظمت الٰہی کے سوا کوئی اور امر پیش نظر ہوتا اب اس کے بعد کا یہ درجہ ہے کہ اگر قبر نہ مل سکی اور بدقسمتی سے وہاں نہ پہنچ سکے تو جذبہ تعظیم اتنا قوی ہو کہ اس قبر کی شبیہ بنا کر اس کا بھی احترام کیا جائے۔ یہ شبیہ چاہے کاغذ، پنی اور بانس کی تیلوں ہی سے بنی ہوئی ہو لیکن تعظیم ان چیزوں کی تھوڑی ہے۔ اگر ان کی تعظیم کی ہوتی تو جب تک اس شکل سے ان کی ترتیب نہیں ہوئی تھی اس وقت بھی تعظیم کی جاتی مگر ایسا نہیں ہے جب تک یہ شکل پیدا ہوئی تب احترام کیا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ تعظیم ان چیزوں کی نہیں ہے بلکہ اس نسبت کی تعظیم ہے جو اس شکل سے پیدا ہوگئی۔ اب وہ قبرِ حسینؑ کی تصویر ہے اس لئے اس کا احترام کیا جاتا ہے۔

اب اگر حضرت رسولؐ اللہ کی تعظیم، تعظیمِ خدا ہے۔ ایک درجہ بلند اور اہلِ بیتؑ رسولؐ کی تعظیم خدا کی تعظیم ہے دو درجہ بلند اور ان کے قبور کی تعظیم، تعظیم الٰہی ہے چار درجہ بلند تو ماننا پڑے گا کہ شبیہِ قبر کی تعظیم اس رشتہ عظمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو خدا کے ساتھ جا کر ملتا ہے خداوند عالم کی عظمت کے احساس کا ایک بلند ترین درجہ ہے اس لئے اگر وہ عبادت ہے تو اللہ سبحانہٗ ہی کی عبادت ہے کسی غیر کی شرکت کا اس میں شائبہ بھی نہیں ہے۔

حقیقت میں حضرت اِمام حسینؑ نے خود ایک لفظ میں بتادیا تھا کہ اگر کسی چیز کی زیارت کرنا ہو اور وہ نہ ملے تو شبیہ دیکھ لو، تمنائے زیارت پوری ہو جائے گی۔ جس وقت جب علی اکبرؑ رُخصت آخر کیلئے آئے اِمام حسین علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں جو مناجات کی تھی اس میں عرض کیا تھا کہ خداوند! جب ہم تیرے نبیؐ کی زیارت کے مشتاق ہوتے تھے تو اس جوان کو دیکھ لیتے تھے اس لئے کہ یہ تیرے رسولؐ کی شبیہ ہے۔ یاد رکھئے کہ اسی سے ہم نے یہ سبق حاصل کیا ہے کہ جب ہم زیارتِ قبرِ حسینؑ کے مشتاق ہوتے ہیں تو ضریح اور تعزیہ کو دیکھ لیتے ہیں اس لئے کہ یہ قبرِ حسینؑ کی شبیہ ہے۔

⭘......⭘......⭘

مہندی

سید العلماء علامہ سید علی نقیؒ ''سامانِ عزا'' ناشر اِمامیہ مشن لاہور سلسلہ ۳۴ کے ص ۱۴ پر ''مہندی'' کے عنوان سے لکھتے ہیں: یہ نوشاہِ کربلا حضرت قاسمؑ بن الحسنؑ کی یادگار ہوتی ہے جنہیں حضرت اِمام حسینؑ کی وصیت کی بنا پر عین روزِ عاشور میدانِ جہاد میں جانے کے وقت اپنی دامادی کی عزت دے کر کربلا کے مرقعِ غم میں ایک پُرحسرت خون کی رنگینی کا اضافہ کر دیا تھا۔

مقالات سید العلماء علامہ سید علی نقی طبع ا کے ص پر اس مہندی کے عنوان سے آگے لکھتے ہیں:

شادی اسلام میں کوئی خوشی کی تقریب نہیں بلکہ ایک مقدس فریضہ کی تکمیل ہے جس میں بر بنائے وصیت، دُہری اہمیت پیدا ہو گئی تھی وہاں مہندی نہ لگائی گئی تھی بلکہ خون شہداء کی سُرخی تھی مگر مہندی کے لفظ سے عُرفِ عام کی ذہنیت کے مطابق شادی کی طرف تصور کے منتقل کرنے کا ایک ذریعہ ہے جو نتیجہ کی یاد سے دل میں جوشِ غم کے اضافہ کا باعث ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ مختلف ملکوں اور مختلف شہروں کے لحاظ سے بکثرت عزاداری کی رسمیں رائج ہیں۔ جن میں مُشترک روح، واقعہ کربلا کی یاد تازہ کرنا ہے۔ ان میں اصل روح کے تحفظ کے ساتھ جو ضروری ہے بہت سی رسموں میں ترقی یا فی الجملہ تبدیلی کی گنجائش ہے جو اکثر ہوتی بھی رہتی ہے۔

کربلا میں سامان اِمام حسینؑ میں مہندی موجود تھی

سعادت الدارین طبع دوم کے ص ۴۳۶ پر تاراجی خیام کے عنوان پر لکھا ہے:

ظالم جو کچھ مال و اسباب لوٹ کر لے گئے تھے اس میں کچھ زعفران کچھ مہندی اور چند اونٹ بھی شامل تھے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ جس نے بھی زعفران استعمال کیا اس کا بدن جل گیا۔ مہندی راکھ کی مانند ہوئی اور اونٹ جس نے بھی ذبح کئے دیکھا ان کا گوشت حنظلہ سے بھی زیادہ کڑوا ہے۔

نوٹ: خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۱۹۲، تاریخ ابنِ عساکر ج ۴ ص ۲۳۹، مقتل الحسن خوارزمی ج ۲ ص ۹۰ میں بھی مندرجہ بالا روایت موجود ہے۔

عَلم

میدانِ جہاد میں ایک جماعت کا نشان ہوتا ہے وہ عَلم کہلاتا ہے۔ پیغمبر اسلامؐ کے ممتاز علمدار حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ تھے۔ کربلا کے جہاد میں فوج حسینی کے علمبردار آپؑ کے بھائی ابوالفضل العباسؑ تھے۔ عَلم کی وجہ سے اِمامؑ نے جناب عباسؑ کو سب سے آخر میں میدانِ جہاد کی طرف جانے کی اجازت دی اور تاریخ کی مسلمہ حقیقت ہے کہ جس شان سے ابوالفضل العباسؑ نے آخر دم تک عَلم کی حفاظت کی وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ ہزاروں کا مقابلہ مگر عَلم دونوں ہاتھوں پر سنبھلا رہا، داہنا ہاتھ کٹ گیا تو عَلم کو بائیں ہاتھ پر سنبھالا مگر گرنے نہیں دیا۔ بایاں ہاتھ قلم ہو گیا تو عَلم کو دونوں کٹے ہوئے بازوؤں سے پکڑ کر سینے سے لگایا اور گرنے نہیں دیا۔ ہاں جب خود زمین پر آئے تو آپ کے ساتھ ہی ساتھ عَلم بھی زمین پر آیا۔

یہی عَلم کی اہمیت ہے جس کی وجہ سے یہ عَلم عزاداری کا جُزو ہو گیا۔ یہ اعلان ہے اس کا کہ وہ عَلم جو کربلا میں گرا، سرنگوں نہیں ہوا بلکہ آج تک بلند ہے اور حسینی جماعت اس کے بلند رکھنے کی ذمہ دار ہے۔

سامانِ عزا میں عَلم وہ ہے جو غم و ملال کے ساتھ حسرتِ نصرت کا عملی ترجمان ہے۔ یہ ماتم کی صف میں ایک صفِ جہاد کا تصور قائم کرتا ہے اور دل میں ولولۂ نصرت کو زندہ اور بیدار رکھتا ہے۔

عَلم مبارک کے بارے میں معصومین علیہم السلام کے فرمودات

عَلم مبارک حضرت سیدہ زینبؑ کی دُعا اور خواہش ہے

آیت اللہ سید عبدالرزاق موسوی المقرم اپنی کتاب "العباسؑ" جو پاکستان میں ادارہ

منہاج الصالحین لاہور سے شائع ہوئی ہے اس کے ص ۱۱۸ پر لکھتے ہیں:

مقتل میں حضرت زینبؑ نے اِمامؑ وقت حضرت زین العابدینؑ کو تسلی اور تشفی دیتے ہوئے فرمایا:

"اے یادگار پنجتنؑ ! تمہارا کیا حال ہے؟ کیوں اپنی جان سے جائے جا رہے ہو، صبر کرو، خدا نے نانا جان، بابا جان اور ماں جائے حسنؑ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ ایک گروہ کو پیدا کرے گا جو، ان لاشہ ہائے بے گور و کفن کی تدفین کرے گا جو دُنیا کے جابروں کے لئے غیر معروف ہوگا لیکن آسمان کے بلند مقامات میں انہیں سب پہچانتے ہوں گے۔ تمہارے باپؑ کی قبر پر وہ پرچم نصب ہوگا جسے زمانہ سرنگوں نہ کر سکے گا"۔

گھروں پر سیاہ عَلَم لگانا سنت حضرت سیدہ زینب سلام اللہ علیہا ہے

مفسرِ قرآن علامہ سید ظفر حسین امروہوی مصباح المجالس ج ۴ ص ۳۴۷، ۳۴۸ پر لکھتے ہیں: جب یزید ملعون نے حضرت سجادؑ کو بلا کر رہائی کی خبر سنائی تو سیدہ زینبؑ کو آپ نے زندان میں آ کر اطلاع دی۔ آپؑ نے فرمایا: پھوپھی اماں! آج اس نے ہم کو رہا کر دیا ہے۔ اب بتائیں کہ آپ یہاں رہنا چاہتی ہیں یا مدینہ جانا چاہتی ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: بیٹا میں تو ابھی تک اپنے شہیدوں کی صفِ ماتم بھی نہیں بچھا سکی۔ ابھی اپنے ماں جائے کو دل کھول کر رو بھی نہیں سکی۔ یزید ملعون سے کہو کہ ہمارے لیے ایک گھر دمشق میں خالی کرا دے تاکہ ہم مجلسِ غم برپا کر سکیں۔ اِمامؑ نے جب یزید ملعون سے یہ کہا تو اس نے ایک مکان خالی کرا دیا۔ آہ! ایک مدت کے بعد مصیبت کی ماری بیبیاں بے کس، بے بس بیبیاں زندان سے نکلیں اور اس مکان میں منتقل ہوئیں۔

جناب سیدہ زینب سلام اللہ علیہا نے فرمایا:

"اس گھر پر ایک سیاہ عَلَم نصب کرو، تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ بہتر (۷۲)

کے سوگوار اس گھر میں مصروف نوحہ و بکا ہیں اور ہمارے لیے سیاہ لباس تیار کراؤ اور یزید ملعون سے کہو کہ زنانِ دمشق کو ہمارے پاس پُرسے کے لئے آنے کی اجازت دے دی جائے اور ہمارے لوٹے ہوئے تبرکات واپس دے اور ہمارے شہیدوں کے سر ہمارے پاس بھیج دے"۔

حضرت محمد حنفیہؒ قافلے کے ساتھ سیاہ عَلم دیکھ کر غش کر گئے۔

علامہ سید ظفر احسن امروہوی مصباح المجالس ج ۴ کے ص ۳۶۴ پر لکھتے ہیں:

جب بشیر، یہ ندا کرتا ہوا محلّہ بنی ہاشم میں پہنچا تو کئی بار یہ صدا بلند کی:

"قُتِلَ حُسَینُ بِکَرَبلا"

حضرت فاطمہ صغراؑ نے جب آواز سنی تو بے تابانہ دوڑی ہوئی دروازہ پر آئیں اور دریافت کرنے لگیں کہ کیا میرے بابا شہید کر دیئے گئے؟ اور ہمارا باقی کنبہ کہاں ہے؟ اس نے کہا: بیرون مدینہ رُکے ہوئے ہیں۔ یہ سُن کر وہ روتی ہوئی گھر میں آئیں۔ حضرت محمد حنفیہؒ سو رہے تھے شانہ پکڑ کر ہلایا۔ چچا جان! آپؒ سو رہے ہیں؟ ذرا باہر نکل کر سنئے تو یہ ایک شخص کہہ رہا ہے: قُتِلَ حُسَینُ بِکَربلا ہائے چچا جان! میں یتیم ہو گئی۔ محمد حنفیہؒ یہ سُن کر مضطربانہ حالت میں باہر نکلے اور بشیر سے حالات سُن کر روتے ہوئے گھر میں آئے اور حضرت فاطمہ صغریٰؑ کو ساتھ لے کر کنبے سے ملنے چلے۔ جب قریب پہنچے تو کالے کالے نشان (عَلم) نظر آئے۔

فلما رأى اعلام اسود فخر مغشيا عليه.

"جب کالے کالے عَلم دیکھے تو غش کھا کر گر پڑے"۔

بیمارِ کربلا کے خیمے پر ایک سیاہ عَلم نصب کیا گیا

جامع المصائب تالیف مولانا موسیٰ بیگ ہنزوی ص ۳۰۷ پر لکھتے ہیں:

کتاب وسائل الشفاعہ میں ہے جب قافلہ مدینہ پہنچا تو بیمار کربلاؑ نے فرمایا: بیرون

مدینہ خیمے نصب کیے جائیں اور بشیر سے فرمایا: ''شہر میں جا کر منادی کرو۔ خیمے نصب ہوئے۔ بیمار کربلا کے خیمے پر ایک سیاہ عَلم نصب کیا گیا''۔

مَشک

اس عَلم کے ساتھ کبھی کبھی ایک چھوٹی سی مشک بھی آویزاں ہوتی ہے اور اس میں ایک تیر لگا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ اس کی یادگار ہے کہ وہ علمدار، اطفالِ حسینؑ کے لئے پانی کی سبیل کرنے دریا پر گیا تھا۔ اس نے علمدارؑ کے ساتھ ہی ساتھ سقائی کا فرض انجام دیا اور وہ اس میں اس حد تک کامیابؑ ہوا کہ اس کی ہزاروں کی فوج کو شکست دے کر پانی نہر سے بھرا، مگر افسوس وہ پانی خیمہ تک نہ پہنچ سکا۔ علمدارؑ کا خون بہا اور مشک میں تیر لگا۔ جس سے پانی زمین پر بہہ گیا۔ خون کے بہنے سے نہیں مگر اس پانی کے بہنے سے عباسؑ نڈھال ہو گئے اور علم و مشک سمیت گھوڑے سے زمین پر گرے۔ اس مشک اور عَلم کا آج تک ساتھ ہے۔

گہوارہ

جسے دیہاتوں میں 'جھولا'' کہا جاتا ہے۔ یہ کربلا کے بہت بڑے شہید یعنی سب سے کم سِن مجاہد علی اصغرؑ کی یاد تازہ کرنے کے لئے ہے جو شیر خوارگی کے سِن میں باپ کے ہاتھوں پر راہِ خدا میں قربان ہوئے۔ یہ وہ قربانی ہے جس کی نظیر تاریخ عالم میں ناپید ہے، اس لیے یہ یادگار بھی سامانِ عزا میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔

ذوالجناحِ امام حسینؑ

سامانِ عزا میں ''ذوالجناح'' کے تذکرے کے بغیر نہ مجلسِ عزا مکمل ہو پاتی ہے اور نہ ہی جلوسِ عزا۔ ''ذوالجناح'' کے بارے میں ادارہ پیام عمل لاہور کی جانب سے ایک پمفلٹ ''ذوالجناح'' شائع ہوا، جو، اب نایاب ہے، ہم اسے آئندہ نسلوں کیلئے امانت کے طور پر بھی شائع کر رہے ہیں تاکہ سید العلماء کی یہ تحریر ضائع ہونے سے محفوظ رہے۔ آپ لکھتے ہیں:

"جس طرح آدمؑ کی اولاد میں خدا نے ایسے انسان پیدا کئے جو اپنی قابلِ قدر خصوصیتوں کے سبب دُنیا میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اپنا نام چھوڑ جائیں۔ اسی طرح عالم کی کائنات میں دوسری قسم کی چیزوں کے اندر بھی ایسے نمونے خلق کئے ہیں جن کی اعلیٰ صفات اس جنس کیلئے فخر وناز کا سبب بن سکیں۔ قدر دانی ہر چیز کی اس کے لحاظ سے ہونی چاہیے۔ ہر گذشتہ چیز جس سے ایسے واقعات کا تعلق ہو جو آئندہ نسل انسانی کے لئے سبق دینے والے ہوں وہ اس کی حقدار ہے کہ اس کی یاد ہمیشہ تازہ رکھی جائے۔

قدر کے قابلِ صفت ہر شئے میں قدر کے قابل ہے۔ اس میں کسی مذہب وملت کی تفریق نہیں ہے۔ ایک دریادل، صاحبِ جود وسخا، انسان اپنی خصوصی صفت کے باعث ہر انسان کی محبت کا سبب ہے۔ ایک سچائی پر جان دے دینے والا شخص ہر انسان کی عقیدت کا مرکز ہوتا ہے۔ ایک نیک دل خوش اخلاق آدمی کی ہر ایک تعریف کرے گا۔ یہ تمام انسانی اوصاف ہیں جن کا قدردان ہر انسان ہے۔ یہ چیزیں مذہب وملت کے تفرقہ سے بالکل علیحدہ ہیں۔

اسی طرح غیر انسانی جاندار مخلوق میں امتیازی صفات ہر شخص کی توجہ کا باعث ہوسکتے ہیں۔ مہذب اور متمدن جماعتیں یادگار قائم کرتی ہیں۔ ان جانوروں کی بھی، جو کسی اہم واقعہ میں کوئی نمایاں حیثیت رکھتے ہوں۔

آگرہ کے شاہی قلعہ کے باہر سیاح کو گھوڑے کا مجسمہ ضرور نظر آئے گا۔ سینہ تک زمین کے اندر اور صرف سر و گردن اس کی باہر نمایاں ہے۔ اس کی جستجو، ضرور دریافت کرنے پر مجبور کرے گی یہ گھوڑا کیسا ہے؟ اسے معلوم ہوگا کہ یہ گھوڑا ایک بہادر شیر دل انسان کو لے کر قلعہ کی بالائی فصیل پر سے پھاندا تھا اور سینہ تک ریت میں دھنس گیا۔

اس سے انسانی ہمت پر کیا اثر پڑتا ہے؟ انسان کے دل پر کون سا نقش قائم ہوتا ہے؟ انسان کو کیا سبق حاصل ہوتا ہے؟ بہر حال ایسا ہی کچھ تھا جسے بطور یادگار مجسمہ کی صورت میں قائم رکھنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ کم از کم خود انسان کی قدر شناسی ہی ثابت ہوگی کہ وہ جانور کی بھی قدر کرتا ہے اور اگر اس سے کوئی نمایاں واقعہ رونما ہو جائے۔

اخبار بین طبقہ بے خبر نہیں ہوگا ان واقعات سے جو روزانہ دوسرے ممالک میں ہوتے رہتے ہیں۔ جہاں معلوم ہوتا ہے کہ حیوان بھی قدر کے قابل ہوسکتا ہے اور انسان کی انسانیت اس کی قدر شناسی پر مجبور ہو جاتی ہے۔

حیوانی نسل میں ایسی مخلوق کی کمی نہیں ہے جو اپنی جنس کے اعتبار سے بلند صفتوں کی حامل ہو۔ ایک کُتا جو حیرت انگیز وفاداری کا اظہار کرتا ہے اس قابل سمجھا جاتا ہے کہ اس کے مرنے پر اظہارِ غم والم کیلئے ہزاروں روپے صرف کر دیئے جائیں، جلسے ہوں اور اظہار رنج کیا جائے۔ جاپان کے ملک کا یہ واقعہ بھی کچھ زیادہ دور کا نہیں ہوا ہے۔

مذہبی روایات میں اصحابِ کہف کے کُتے کا قرآنِ مجید تک میں ذکر موجود ہے اور وہ بھی انہی خصوصیتوں میں شریک کیا گیا جو اصحابِ کہف کیلئے حاصل ہیں۔ وہ جدید تہذیب کا کارنامہ تھا اور یہ قدیم تاریخ کا قدیمی ورق۔

ایک مدت تک عیسائیوں کے گرجاؤں میں اس "سُم" کی تعظیم ہوئی ہے جو حضرت عیسیٰؑ کی سواری کے حیوان کا، ان کے یہاں سمجھا جاتا تھا۔

اسلام میں اس دُنبہ کی یادگار قائم کی گئی جو حضرت ابراہیمؑ کے پاس ان کے فرزند حضرت اسماعیلؑ کے فدیہ قربانی کے لئے آیا تھا اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بقر عید میں قربانی کا حکم دے کر اس کی شبیہ بنانے کا قانون جاری کر دیا۔

مسلمانوں کے سوادِ اعظم نے اس اونٹ اور محمل کی یادگار قائم کی جس پر حضرت عائشہ سوار ہوئی تھیں اور اب تک مصر سے جو عربی تہذیب وتمدن کا گہوارہ بنا ہوا ہے، وہ محمل مکہ مکرمہ بھیجی جاتی ہے۔

ہندو قوم تو برابر جانوروں کی قدر شناس رہی ہے اور ہر اس جانور کو جس سے نوعِ انسان کو فوائد پہنچے ہیں، قدر کی نگاہ سے اس حد تک دیکھتی ہے جس کو پرستش کی حد تک سمجھا جا سکتا ہے۔ یقیناً انسان کو گذشتہ واقعات کی یاد تازہ رکھنے کیلئے بھی ضرورت ہے کہ ان تمام چیزوں کو باقی رکھے جن کے ساتھ واقعات کا تعلق ہے۔ عیسائیوں نے غیر جاندار چیز وہ سولی

جس پر حضرت یسوع مسیحؑ کو ان کے خیال میں چڑھایا گیا ہے آج تک صلیب کی شکل میں قائم رکھی ہے جو ہر گرجا میں موجود رہتی ہے اور ہر عیسائی کی گردن میں آویزاں ہے۔

اسلامی روایات میں حضرت ابراہیمؑ کے کھڑے ہونے کی جگہ (مقام ابراہیمؑ) مصلیٰ قرار دیا گیا کہ وہاں لوگ نماز پڑھیں وہ پانی جو عین اسماعیلؑ کے پیاسے جان بلب ہونے کی حالت میں نمودار ہوا تھا۔ چاہِ زمزم کے نام سے انتہائی متبرک قرار دیا گیا کہ کوہ صفا و مروہ جہاں حضرت ہاجرہؑ پانی کی تلاش میں سرگرداں پھری تھیں انہیں سعی کا محل بنا دیا گیا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ارکانِ حج ہیں۔ شبیہیں قائم کی گئی ہیں ان گذشتہ واقعات کی جو اہم ہستیوں کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ وہ واقعات زندہ رکھنے کے قابل ہیں جو نسلِ انسانی کو اچھے اچھے سبق دیتے ہوں، جو دل میں رحم و کرم کا جذبہ پیدا کرتے ہوں، جو وفاداری اور نیک شعاری کی قدر بتلاتے ہیں۔

یہ وہ واقعات ہیں جو اگرچہ کسی خاص قوم یا جماعت ہی میں واقع ہوئے ہوں لیکن ان کا مفاد اور نتیجہ تمام نسل انسانی کے ساتھ یکساں حیثیت سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے ان میں وہ ہرگز کوئی تفریق نہیں ہونی چاہیے۔ وہ ہرگز فرقہ وارانہ حیثیت نہیں رکھتے اور نہ فرقہ بندی کا باعث ہوتے ہیں۔ اگر انہیں فرقہ بندی کے طور پر ادا کیا جائے تو یہ کسی خاص جماعت کی غلطی ہوگی جس سے خود واقعہ کی افادیت، حیثیت اور ہمہ گیری کو نقصان پہنچے گا اس لئے خود واقعہ اس طرزِ عمل کا شاکی ہوگا۔

کربلا کا اہم واقعہ جو ۶۱ ہجری میں دسویں تاریخ محرم کو رُونما ہوا وہ اگرچہ مذہبی روایات کے اعتبار سے ایک خاص جماعت یعنی مسلمانوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے لیکن حقیقتاً وہ اپنے نتائج کے اعتبار سے تمام دُنیا کی تاریخ کا ایک اہم سبق آموز صحیفہ ہے۔ وہاں تمام انسانی اوصاف و فضائل عملی طور پر پیش کئے گئے تھے۔ وہاں رحم و کرم، اخلاق و مروّت، ثباتِ قدم اور استقلال، تحمل و ضبطِ نفس، ایثار اور ہمدردی، حق پروری اور حقیقت کوشی یہ سب اور ان کے علاوہ تمام انسانی مکمل صفات تھے جو مجسم طور پر سامنے لائے گئے۔

اس لئے ہرگز کربلا کے واقعہ کی یادگار قائم کرنے اور اس واقعہ سے صحیح سبق حاصل کرنے کے تنہا مسلمان حق دار نہیں ہیں، بلکہ تمام بنی نوع انسان اس واقعہ کے اہم نکات اور تعلیمات سے بہرہ مند ہونے کا تعلق رکھتے ہیں۔ امام حسین علیہ السلام کی ذات تمام دُنیا کیلئے نقطہ اتحاد ہے۔ حسینؑ کی ذات عالم کیلئے مرکز اجتماع ہے۔ حسینؑ کی ذات تمام دُنیائے انسانیت کیلئے پیغام حیات ہے۔ حسینؑ کی ذات تمام نسلِ بشر کیلئے سامان نجات ہے۔

دُنیا ہزاروں مسلکوں میں اختلاف رکھے، آپس میں دست و گریباں ہو، مگر شہید کربلا امام حسینؑ کی ذات سامنے آئے گی تو یہاں آ کر وہ تمام افتراق دور ہو جائیں گے، یہاں اختلاف کی گنجائش نہ ہوگی، کسی مذہب کا ماننے والا ہو، مذہب سے کام نہیں، بالکل لامذہب انسان ہو طبعی ہو، دہری ہو، جو بھی ہو لیکن اگر سینہ میں دل اور دل میں احساس رکھتا ہے تو واقعہ کربلا سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

میں سچ کہتا ہوں کہ حسینؑ کی ذات تمام اختلافات سے بالاتر ہے۔ بھلا شیعہ کیا کہہ سکتے ہیں کہ حسینؑ صرف ہمارے ہیں؟ میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں کو حق نہیں وہ یہ کہیں کہ حسینؑ ہمارے ہیں۔

حسینؑ تمام دُنیائے انسانیت کے ہیں۔ اُنہوں نے وہ کام کیا جس نے مٹتی ہوئی انسانیت کے نقوش کو بھلا دیا ہے۔ جس نے دم توڑتی ہوئی انسانیت کو نئے سرے سے زندہ کر دیا۔ جس نے انسانیت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو ساحل مراد تک پہنچا دیا۔ اُنہوں نے اپنی جان دے کر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے وہ نمونہ قائم کیا جس کی پیروی ہمیشہ کیلئے معیارِ انسانیت رہے گی۔ یقیناً ایسے اہم واقعہ کی یادگار قائم کرنا ہر اس صورت سے جو اس واقعہ کی یاد باقی رکھنے میں مفید ثابت ہو سکے ایک اہم انسانی فرض ہے۔

کربلا میں جس طرح حسینؑ بن علیؑ کے ساتھی انسانوں نے وہ کارہائے نمایاں کئے جس کی مثال صفحہ تاریخ پر نہیں مل سکتی۔ اسی طرح دوسری ذی روح مخلوق یعنی جانور کو بھی یہ فخر ہے کہ اس نے اخلاص و وفا کا ایسا نمونہ پیش کیا جو تاریخ میں یادگار رہے گا۔

وہ حسینؑ کا گھوڑا جو "ذوالجناح" کے نام سے موسوم تھا اس نے اپنے مالک کا ساتھ اس آخری وقت دیا جبکہ کوئی معین ومددگار کوئی خبر گیر و خبر رساں باقی نہ تھا۔

کسے نہیں معلوم کہ کربلا میں فرزند رسولؐ کیلئے پانی کا قحط ہو گیا تھا؟ بھلا کون کہہ سکتا ہے کہ چھوٹے بچوں کیلئے جس میں علی اصغرؑ کا سا شیر خوار بھی ہو، لب تر کرنے کیلئے پانی نہ موجود ہو تو گھوڑے پانی سے سیراب کئے جا سکتے ہوں گے؟ ہرگز نہیں اگر بچوں کیلئے سب سے آخری قطرہ پینے کے پانی کا صرف ہو سکتا ہے تو گھوڑے اس کے قبل سے پیاسے ہوں گے۔

اس کے بعد صبح سے سہ پہر کے وقت تک برابر سیدالشہداءؑ کو عرب کی تیز دھوپ، گرم ہوا میں خیمہ گاہ سے میدانِ جنگ تک، جو کافی دور تھا۔ آنا اور جانا ہر عزیز کی رُخصت کے وقت خیمہ کے پاس ہونا اور جانکنی کے وقت میدانِ جنگ میں اس کے سرہانے یہ تمام آمد و رفت گھوڑے کی پشت پر ہوتی تھی، پھر حملے، لڑائی اور وہ قیامت خیز لڑائی جس کی مثال تاریخ میں نہیں ہے۔

سب سے پہلے آغازِ جنگ تیروں کی بارش ہی سے ہوا تھا۔ اس کے بعد ظہر سے گھنٹہ، ڈیڑھ گھنٹہ پہلے جب تمام یزیدی فوج نے مجموعی طور پر تیروں کی بارش کی ہے اور ہزاروں تیروں کی باڑھیں ایک ساتھ چلی ہیں، تو تاریخ گواہ ہے کہ اس کی سب سے بڑی زد گھوڑوں پر ہوئی تھی چنانچہ فوج حسینی کے زیادہ گھوڑے اس میں پے ہو گئے اور اکثر سوار پیادہ ہوں گے کون کہہ سکتا ہے؟ کہ اس وقت "ذوالجناح" کو کوئی زخم نہیں آیا۔

وہ وقت کہ جب ہزاروں کی فوج کے سیلاب میں ایک تنہا حسینؑ ڈوبتے تھے اور دُشمنوں کو منتشر کر کے باہر آتے تھے۔ نیزوں کے حملے بھی تھے اور تلواریں بھی، تیر بھی تھے اور تبر بھی۔ اس وقت کیا گھوڑا، حسینؑ کا محفوظ تھا؟ اور کیا دُشمنوں کے گھبرائے ہوئے حربے جو بے تابی کے عالم میں پڑتے تھے وہ مرکب کو صاف بچا لے جاتے تھے؟

جنگ کا واقف کار یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ عظیم الشان جنگ میں امام حسینؑ کا گھوڑا، بہادر جانثار اور ایک وفا شعار معین و مددگار کا کام دے رہا تھا۔ وہ یقیناً دُشمنوں کو زد پر

لاتا تھا، وار خالی کرتا تھا اور گرے ہوئے دُشمن کو روندتا بھی تھا اور شکستہ بھی کرتا تھا۔

اس گیرودار، اس جنگ وجدال، اس ہنگامہ قتال میں گھوڑے کی پیاس، اس کے سینہ کا التہاب، اس کے جگر کی سوزش، اس کے احساس سے تعلق رکھتی ہے مگر وہ وقت یادگار ہے کہ جب فوج سے میدان صاف ہوا۔ فرات کا دامن بالکل خالی ہوگیا۔ اِمام حسینؑ نہر کے قریب آئے۔ گھوڑا اپنا نہر میں ڈال دیا اور یہ کہا، یا اپنے طرزِ عمل سے ثابت کیا کہ اے میرے باوفا! تو پیاسا ہوگا یہ پانی موجود ہے، اپنی پیاس بجھالے۔ اس وقت کوئی نہیں فرات کی موجیں گواہی دیں گی ساحلِ فرات شہادت دے گا کہ گھوڑے نے اپنی گردن اُٹھالی تھی۔ اپنا سر بلند کرلیا تھا۔ اپنا منہ بند کرلیا تھا۔ مطلب یہ تھا کہ میں ہرگز پانی نہیں پیوں گا جب تک آپؑ اس پانی سے سیراب نہ ہوں۔ حضرت اِمام حسینؑ نہر کے ساحل سے باہر نکل آئے اور گھوڑا ابھی پیاسا نکلا۔ اب وہ وقت آیا کہ جب گھوڑے کی تمام کوشش ناکام ہوگئی۔ جنگ ختم ہوچکی جب اس کی پشت اس کے راکب سے خالی ہوگئی۔ جب اس کے مالک کو چاروں طرف سے دُشمنوں کی تلواروں نے گھیر لیا۔ اس وقت اس کیلئے حسینؑ کی سب سے بڑی خدمت کا وقت آیا۔ اس وقت اس نے وہ کام انجام دیا جو اس کے لئے مخصوص ہوگیا۔ اس نے احساس کیا کہ اب مدافعت کا کوئی موقع باقی نہیں ہے۔ جنگ کا میدان دُشمنوں سے بھرا ہے اور یہاں کوئی دوست نہیں ہے۔ وہ ابھی جانثاری وجان فروشی کررہا تھا۔ جہاد کے راستہ میں حسینؑ کا ساتھ دے رہا تھا لیکن اب جبکہ اس کا راکب اپنی منزل تک پہنچ گیا جبکہ راستہ کی مسافت ختم ہوچکی۔ اب جبکہ سواری کا کوئی سوال باقی نہیں تو اس نے خود اپنے اس فرض کا احساس کیا کہ وہ بے کس وبے بس مستورات کو جو خیموں میں اپنے والی اور وارث کی خبر کی منتظر تھیں جاکر اپنے مالک کی خبر پہنچادے۔

اس نے اپنی پیشانی خون میں تر، کی۔ وہ سیدھا خیمہ حسینؑ کے دروازہ پر پہنچا۔ اس نے ہنہنا کر اپنی آواز اندر پہنچائی۔ منتظر سیدانیاںؑ اس کی آواز سنتے ہی دروازہ پر آ گئیں۔ وہ

دیکھا جو پہلے کبھی نہ دیکھا تھا اس کی خالی زین اس کی رنگین پیشانی، اس کی کٹی ہوئی باگیں، اس کا زخمی جسم اس کے جسم میں پیوست تیر، وہ سب کچھ کہہ رہے تھے جس کی خبر دینے کو وہ دروازہ پر آیا تھا۔ یہ تھی آخری خدمت جو "ذوالجناح" نے انجام دی اور یہ ہے وہ یادگار واقعہ جو اس یادگار جانور کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔

حضرت اِمام حسینؑ کا ذوالجناح

مقتل مطہر میں شہید مطہری اس عنوان پر ص ۲۸۸ تا ۲۸۹ پر تحریر کرتے ہیں: کہتے ہیں کہ اِمام حسینؑ کا ذوالجناح تربیت یافتہ تھا۔ صرف اِمامؑ کا ذوالجناح ہی نہیں دُشمن کے گھوڑے بھی ایسے سدھائے ہوئے تھے کہ جس وقت اُن کے سوار زمین پر گرتے تھے گھوڑا سمجھ جاتا تھا کہ وہ بے سوار ہو گیا ہے۔ چنانچہ ذوالجناح نے جب یہ دیکھا کہ اِمام حسینؑ زمین پر گر پڑے ہیں اور اپنی جگہ سے اُٹھ نہیں سکتے تو اُس نے اپنی گردن کے بال اِمام حسینؑ کے خون سے رنگین کیے اور خیموں کی طرف چلا آیا تاکہ اہلِ حرم کو یہ خبر ہو سکے کہ اِمام حسینؑ شہید ہو گئے ہیں۔

اُدھر اہلِ حرم سمجھے کہ مولاؑ واپس آ گئے ہیں لہٰذا وہ خیموں سے باہر نکل آئے۔ لیکن جب انہیں حالات کا علم ہوا تو وہ بے ساختہ ذوالجناح کے گرد نالہ و فریاد کرنے لگے۔ بہر حال مولاؑ نے انہیں اجازت نہیں دی تھی کہ وہ باہر آئیں۔ اِمامؑ نے جنگ کے لئے ایک جگہ کو مرکز بنایا ہوا تھا جہاں سے اہلِ حرم آپؑ کی آواز آسانی سے سُن سکتے تھے۔ اس طرح اِمامؑ چاہتے تھے کہ اُن کی ڈھارس بندھی رہے۔

جب حملہ کر کے حضرت اِمام حسینؑ واپس اپنے مرکز پر پہنچتے تو بلند آواز میں "لاحول" پڑھتے تھے۔ جتنی بھی آپؑ میں توانائی تھی اُسے جمع کر کے فرماتے: لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

یعنی اے پروردگار! حسینؑ میں جس قدر بھی رُوحانی یا جسمانی طاقت ہے وہ تجھی سے ہے۔ اہلِ حرم اس آواز کو سُن کر خوش ہو جاتے کہ مولاؑ ابھی زندہ و سلامت ہیں اور انہیں کچھ دیر کے لئے ڈھارس ہو جاتی۔ اُدھر لشکر جب پلٹتا تو کوشش کرتا کہ اِمامؑ کے گرد گھیرا مزید تنگ کر دے۔ وہ دُشمنِ دین آپؑ پر تیر برساتے، آپؑ کو پتھر مارتے مگر آپؑ حملہ کر کے انہیں پھر بھگا دیتے"۔

o.....o.....o
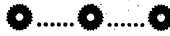
عزاداری، نوحہ خوانی، مومنین کو نیاز کھلانے پر اخراجات کے بارے میں معصومینؑ کی روایات

حضرت اِمام محمد باقرؑ کی اِمام جعفر صادقؑ کو وصیت

زیرِ نظر روایت میں ہم حضرت اِمام محمد باقر علیہ السلام کی اپنی عزاداری کے لئے اِمام جعفر صادق علیہ السلام کو جو وصیت فرمائی ہے اس کے بارے میں مختلف محدثین، مفسرین اور مؤرخین کی روایات کو نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں، جس میں آپؑ نے اس عزاداری پر اُٹھنے والے اخراجات کو اپنے ذاتی مال سے خرچ کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ کی روایت

شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے من لایحضر الفقیہ ج ۴، ص ۳۷۶ پر یوں لکھا ہے:

"اِمام محمد باقر علیہ السلام نے دس سال کے لئے میدانِ منیٰ میں ماتم کیلئے آٹھ سو درہم کی وصیت فرمائی"۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کا تبصرہ

علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ مندرجہ بالا روایت لکھ کر فرماتے ہیں: اس روایت سے ثابت ہوا کہ نوحہ خوانوں کے اخراجات کے لئے کچھ وقف کرنا جائز ہے۔ (بحارالانوار ج ۴، ص ۲۸۸ رسوم الشیعہ فی میزان الشیعہ ص ۲۱۰)

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کی روایت

تہذیب آلِ محمدؑ ج ۲ ص ۱۰۸ پر روایت یوں لکھی ہے:

"حضرت اِمام محمد باقر علیہ السلام نے وصیت فرمائی کہ موسمِ حج میں منیٰ کے مقام پر ان پر رونے اور نوحہ خوانی کرنے والی عورتوں کو آٹھ سو درہم

دیئے جائیں"۔

الکافی کے حوالے سے علامہ محمد باقر مجلسیؒ کی روایت

الکافی ج ۵، ص ۱۱۷ کے حوالے سے علامہ محمد باقر مجلسی رضوان اللہ، بحارالانوار ج ۴ مترجم ص ۱۰ پر لکھتے ہیں: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

"مجھ سے میرے پدر بزرگوار نے فرمایا: اے جعفرؑ! میرے لئے میرے مال میں سے ان سوگوار عورتوں کو اتنا دے دینا کہ دس سال تک منیٰ کے مقام پر حج کے دنوں میں وہ میرا ماتم کریں"۔

علامہ شیخ عباس قمی علیہ الرحمہ کی روایت

علامہ شیخ عباس قمی علیہ الرحمہ "احسن المقال ص ۷۰۰" میں یہ روایت یوں لکھتے ہیں: امام جعفر صادق علیہ السلام نے روایت کی ہے:

"میرے والد گرامی نے فرمایا: اے جعفرؑ! میرے مال سے کچھ مال مجھ پر گریہ وزاری و ماتم کرنے والوں کیلئے وقف کر دینا، تا کہ وہ میدانِ منیٰ میں حج کے موقع پر مجھ پر گریہ وزاری کریں اور رسمِ ماتم کی تجدید کریں اور میری مظلومیت پر آہ و بکا کریں"۔

رہبر انقلاب امام خمینی رضوان اللہ تعالیٰ اس روایت کو بیان کرتے ہیں

قیام عاشورا طبع کراچی ص ۱۲۵، امام خمینیؒ رضوان اللہ تعالیٰ اپنے خطاب میں فرماتے ہیں:
بحارالانوار ج ۴۴ ص ۲۸۸ پر علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"حضرت امام محمد باقرؑ نے اپنی تعزیہ داری اور ماتم پر آٹھ سو درہم خرچ کرنے کی وصیت فرمائی"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے:

"میرے والد گرامی حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا: اے جعفرؑ! میرے

مال میں سے کچھ مقدار رونے والوں کے لئے وقف کریں، جو دس سال تک حج کے زمانہ میں مجھ پر روئیں، رسمِ ماتم کی تجدید کریں اور میری مظلومیت پر روئیں"۔

رہبر معظم سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی

"ہمارے آئمہؑ اور سیاسی جدوجہد" تالیف آیت اللہ سید علی خامنہ ای، طبع کراچی ص ۴۷ پر فرماتے ہیں:

"جب حضرت اِمام محمد باقر علیہ السلام جیسی عظیم ہستی کا دورِ حیات آخری منزلوں پر پہنچنے لگا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ حضرتؑ اپنی جدوجہد کو میدانِ منیٰ میں عزاداری کے ذریعے جاری رکھتے ہیں۔ اِمام محمد باقر علیہ السلام وصیت فرماتے ہیں: دس سال تک منیٰ میں آپؑ پر گریہ کیا جائے۔"

حضرت اِمام محمد باقر علیہ السلام پر گریہ کیا جانا اور وہ بھی منیٰ میں، آخر اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

پھر ص ۴۸ پر لکھتے ہیں:

"حضرت اِمام حسین علیہ السلام کے سوا صرف حضرت اِمام محمد باقر علیہ السلام کی شہادت کے بعد گریے کا حکم نظر آتا ہے اور اِمامؑ وصیت بھی کرتے ہیں اور اپنے مال میں سے آٹھ سو درہم دیتے ہیں کہ ان کے ذریعے منیٰ میں یہ عمل انجام دیا جائے۔" (اس روایت پر بحث اور تفصیل کے لئے خطابات پر مشتمل اس ۶۴ صفحہ کی مختصر سی کتاب جو ہر کتب خانہ سے مہیا ہے، کے مطالعے کی اپنے معزز قارئین سے ہم سفارش کرتے ہیں......مرتب)

علامہ سید ذیشان حیدر جوادی لکھتے ہیں

مفسرِ قرآن علامہ سید ذیشان حیدر جوادی ''نقوشِ عصمت'' میں اس روایت کو یوں لکھتے ہیں شہادت سے پہلے امام محمد باقر علیہ السلام نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو غسل و کفن وغیرہ سے متعلق وصیتیں فرمائیں اور خصوصیت کے ساتھ یہ وصیت فرمائی:

''میرے مال میں سے آٹھ سو درہم میری عزاداری کے لئے مخصوص کر دیئے جائیں اور دس سال تک حج کے موقع پر منیٰ کے میدان میں میرا غم منایا جائے۔''

چونکہ اس تاریخ کو عام طور پر حجاج اس علاقہ میں رہتے ہیں اور سارا عالم اسلام حج بیت اللہ کے لئے اکٹھا ہوتا ہے اس طرح لوگوں کو حکامِ وقت کے مظالم اور آلِ محمدؐ کے فضائل و کمالات اور ان کے احکام و تعلیمات کا علم ہوتا رہے گا اور یہ دین کی ترویج کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس واقعہ سے عزاداری کا اہتمام اور اس کے اخراجات پر بھی واضح طور پر روشنی پڑتی ہے۔

مندرجہ بالا حوالوں کی تفصیل

من لا یحضر الفقیہہ تالیف شیخ صدوق علیہ الرحمہ ج ۳ ص ۳۶، منتہی الاطلب ج ۲ ص ۱۱۲ تالیف علامہ حلی علیہ الرحمہ، احسن المقال ترجمہ منتہی الاعمال تالیف علامہ شیخ عباس قمی رضوان اللہ، ترجمہ علامہ سید صفدر حسین نجفی اعلی اللہ (اب یہ کتاب سیرت معصومینؑ، احسن المقال کے نام سے شائع ہوئی ہے اس کا صفحہ ۷۰۰، نقوش عصمت، علامہ سید ذیشان حیدر جوادی علیہ الرحمہ ص ۴۰۶، تہذیب آلِ محمدؐ ج ۲، ص ۱۰۸)

ہمارے شیعہ ہمارے لئے اپنے مال اور جان صَرف کرتے ہیں

بحار الانوار ج ۴۴ ص ۲۸۷ پر حضرت امیر المومنین علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کا یہ فرمان لکھا ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے زمین پر نگاہ فرمائی اور ہمیں برگزیدہ فرمالیا اور ہمارے لئے ایسے شیعوں کو منتخب فرمایا جو ہماری مدد کرتے ہیں۔ ہماری خوشی پر خوش ہوتے ہیں اور ہمارے غموں پر غمگین ہوتے ہیں اور ہمارے کاموں میں اپنے مال اور جانیں صَرف کر دیتے ہیں۔ وہ ہم میں سے ہیں اور ان کی بازگشت ہماری طرف ہے''۔

عزاداری کے اخراجات پر میں ستّر گنا لوٹاتا ہوں

حدیثِ قدسی شرح باب حادی عشر ص ۶۵، تفسیر انوار النجف ج ۴ تالیف مفسرِ قرآن علامہ حسین بخش جاڑاؒ ص ۱۱۱، اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا:

''جو بھی انسان آپؐ کے نواسے شہید کربلاؑ کی محبت میں اپنے مال سے ایک درہم یا دینار خرچ کرے گا میں دُنیا میں اس کے ایک درہم یا ایک دینار میں برکت ڈال کر اس کو اس عزاداری پر خرچ کے عوض ستر گنا زیادہ عطا کروُں گا۔'' (رسوم الشیعہ فی میزان الشیعہ ص: ۲۶۶)

کسی بھی مومن کو کھانا کھلانے کا اجر

محاسن برقی کے ص ۳۹۳ پر یہ روایت نقل ہے کہ اِمام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جو اپنے کسی امیر یا غریب مومن بھائی کو کھانا کھلا دے گا گویا اس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے اگر کوئی غلام بنالیا گیا ہو تو اس کو آزاد کرانے کے برابر ثواب ملے گا''۔

مومن شیرینی سے محبت کرتا ہے

سفینۃ البحار ج اول ص ۶۱۶ میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''مومن شیرینی سے محبت کرتا ہے''۔

معصومین علیہم السلام کا حلوہ کی نیاز دینا

بحارالانوار ج ۶۶ ص ۳۵۱ ص ۲۸۸ پر یہ روایت نقل ہے: ایک خاتون نے حلوہ پکوا کر اِمام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس بھجوایا۔ آپؑ نے اسے اپنے اصحاب کو کھلا دیا۔

محاسن برقی ص ۴۰۸ پر تفسیر مجمع البیان کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ حضرت اِمام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: ''ہم اہلِ بیتؑ رسولؐ حلوہ پسند کرتے ہیں''۔

بحارالانوار ج ۶۶ ص ۲۸۵، محاسن برقی ص ۴۰۸ پر یہ روایت نقل ہے کہ ہارون بن موفق ہمدانی کہتے ہیں: ہم نے اِمام علی نقی علیہ السلام کے پاس کھانا کھایا تو ان کے ہاں حلوہ بہت زیادہ تھا۔ میں نے عرض کیا: یہ حلوہ کس قدر زیادہ ہے؟

اِمام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا: ''ہم اور ہمارے شیعہ شیرینی سے خلق ہوئے ہیں اس لئے حلوہ سے محبت کرتے ہیں''۔

اِمام جعفر صادق علیہ السلام مختلف کھانے کھلایا کرتے ہیں

بحارالانوار ج ۸ مترجم ص ۲۳ پر علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: المحاسن ص ۴۰۰ پر نقل ہے کہ ابنِ بکیر نے اِمام جعفر صادق علیہ السلام کے بعض اصحاب سے روایت نقل کی ہے کہ ان کا بیان ہے:

> ''اِمام جعفر صادق علیہ السلام ہمیں کبھی گھی میں تل کر گول گول روٹیاں اور مختلف قسم کے حلوے کھلایا کرتے تھے اور کبھی سادھی روٹی کو روغن زیتون کے ساتھ کھلاتے تھے''۔

بحار ج ۸ مترجم ص ۲۴ پر حلیۃ الاولیاء ج ۳ ص ۱۹۴ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام لوگوں کو اتنا کھانا کھلاتے تھے کہ خود ان کے اپنے اہل و عیال کے لئے کچھ نہ بچتا تھا''۔

مومنین کو "اور کھانے پر اصرار" کرنا سنت معصومین علیہم السلام ہے

اُصول کافی ج ۶ ص ۲۷۹، بحارالانوار ج ۸ مترجم ص ۴۴۳ پر یہ روایت نقل ہے:

"عبداللہ بن سلیمان صیرفی سے روایت ہے کہ ہم چند لوگ اِمام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے کہ ہمارے لئے دسترخوان بچھایا گیا، دسترخوان پر بھنا ہوا گوشت اور دوسری غذائیں بھی تھیں، اس کے بعد ایک طبق میں چاول لائے گئے، ہم نے کھانا کھایا تو اِمام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا: "اور کھاؤ"۔ میں نے گزارش کی: فرزند رسولؐ! میں کھانا کھا چکا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا: "نہیں اور کھاؤ، اس لئے کہ کھانے میں بے تکلفی برتنا پختہ دوستی کی علامت ہے"۔

پھر آپؑ نے خود اپنے دستِ مبارک سے طبق میں سے کچھ غذا اُٹھا کر میرے برتن میں ڈالتے ہوئے فرمایا: "تم کھا تو چکے ہو مگر میرے کہنے سے یہ اور کھانا پڑے گا"۔ میں نے پھر سے بھی کھایا۔

اِمام جعفر صادقؑ حضرت رسول اللہؐ کی حدیث بیان فرماتے ہیں

اُصول کافی ج ۶ ص ۲۷۸ کی یہ روایت علامہ باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار ج ۸ مترجم ص ۴۴۳ پر نقل کی ہے:

عبدالرحمٰن بن حجاج کہتے ہیں: ایک مرتبہ ہم کچھ لوگ اِمام جعفر صادق علیہ السلام کے ہاں کھانا کھا رہے تھے تو ایک بڑے طشت میں چاول آئے۔ ہم نے آہستہ آہستہ تکلف کے ساتھ کھانا شروع کیا تو آپؑ نے ارشاد فرمایا: "تم نے کچھ نہیں کھایا، اتنا تکلف تو نہ کریں، جس کے دل میں ہماری محبت زیادہ ہوئی وہ ہمارے دسترخوان سے زیادہ کھانا کھائے گا"۔

پھر آپؑ نے فرمایا: میرے جدِ امجد پیغمبر اکرمؐ کے پاس انصار میں سے کسی کے ہاں سے چاول آئے تو آپؐ نے سلمانؓ، مقدادؓ اور ابوذرؓ کو دسترخوان پر بلایا تو وہ تکلف سے کھا رہے تھے۔ حضرت رسول اللہؐ نے فرمایا: "تم نے ابھی تک کچھ بھی نہیں کھایا۔ یاد رکھیں! تم

میں سے جس کو ہمارے ساتھ زیادہ محبت ہوگی وہ ہمارے یہاں زیادہ کھانا کھائے گا"۔

عزاداری کے اخراجات کا معصومینؑ اجرِ عظیم بیان فرماتے ہیں

آیت اللہ سید علی فانی اصفہانی نے "عزاداری از دیدگاہ مرجعیت" مترجم ص ۱۱۱ پر ان سے کئے گئے سوالات کے جواب مندرجہ ذیل جوابات دیئے ہیں:

"عزاداری کے دشمن کہتے ہیں کہ عزاداری پر خرچ کی جانے والی رقم اگر اقتصادی نظام میں خرچ کی جائے تو اس کے مفادات زیادہ ہوں گے۔ یاد رکھیں! بہترین مال وہ ہے کہ جس کے ذریعہ انسان اپنے امام علیہ السلام تک رسائی حاصل کر سکے۔ ہمارے آئمہ طاہرین علیہم السلام کی روایات بڑی کثرت سے موجود ہیں۔ جس میں عزاداریِ امام حسین علیہ السلام پر کئے جانے والے مال کا ثواب بہت زیادہ ذکر کیا گیا ہے۔ مصلحت امامؑ کا تحفظ اسی میں ہے کہ انسان اپنی دولت کو عظمت امامؑ میں اُجاگر کرنے میں صَرف کرے۔ عزاداری پر خرچ نہ کرنے سے اقتصادی حالت نہ سدھرے گی۔ عزاداری امام حسینؑ، مجالس عزا میں دولت خرچ کرنے کا بے انتہاء ثواب ہے۔ ذکرِ حسین علیہ السلام کے اظہار کی خواہ کوئی بھی کیفیت ہو، بہرحال یہ واضح ہے کہ اس پر اخراجات تو بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ ہمارا یہ مشاہدہ ہے کہ عزاداری کے مراسم میں شرکت کرنے والے شیعہ اور غیر شیعہ فقراء کو معمول کے مطابق کھانا میسر آجاتا ہے۔ اس لئے آئمہ اہلِ بیتؑ نے مراسمِ عزا میں خرچ ہونے والے مال پر اجرِ عظیم کی بشارت دی ہے"۔

سیدہ اُم رباب سلام اللہ علیہا کا اشک آور غذا کھانا

تاریخچہ عزاداری حسینی تالیف سید صالح شہرستانی مترجم ص ۱۲۳ پر یہ روایت ہے کہ ؎

حضرت امام حسینؑ کے مصائب پر ہر قسم کے رونے، حتیٰ کہ آنکھ میں ایک آنسو آنے، رونے کے آثار پیدا ہونے کے اجر و ثواب کا تذکرہ

میں سے جس کو ہمارے ساتھ زیادہ محبت ہوگی وہ ہمارے یہاں زیادہ کھانا کھائے گا"۔

عزاداری کے اخراجات کا معصومینؑ اجرِ عظیم بیان فرماتے ہیں

آیت اللہ سید علی فانی اصفہانی نے "عزاداری از دیدگاہ مرجعیت" مترجم ص ۱۱۱ پر ان سے کئے گئے سوالات کے جواب مندرجہ ذیل جوابات دیئے ہیں:

"عزاداری کے دُشمن کہتے ہیں کہ عزاداری پر خرچ کی جانے والی رقم اگر اقتصادی نظام میں خرچ کی جائے تو اس کے مفادات زیادہ ہوں گے۔ یاد رکھیں! بہترین مال وہ ہے کہ جس کے ذریعہ انسان اپنے اِمام علیہ السلام تک رسائی حاصل کر سکے۔ ہمارے آئمہ طاہرین علیہم السلام کی روایات بڑی کثرت سے موجود ہیں۔ جس میں عزاداری اِمام حسین علیہ السلام پر کئے جانے والے مال کا ثواب بہت زیادہ ذکر کیا گیا ہے۔ مصلحت اِمامؑ کا تحفظ اسی میں ہے کہ انسان اپنی دولت کو عظمتِ اِمامؑ میں اُجاگر کرنے میں صَرف کرے۔ عزاداری پر خرچ نہ کرنے سے اقتصادی حالت نہ سدھرے گی۔ عزاداری اِمام حسینؑ، مجالس عزا میں دولت خرچ کرنے کا بے انتہاء ثواب ہے۔ ذکرِ حسین علیہ السلام کے اظہار کی خواہ کوئی بھی کیفیت ہو، بہرحال یہ واضح ہے کہ اس پر اخراجات تو بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ ہمارا یہ مشاہدہ ہے کہ عزاداری کے مراسم میں شرکت کرنے والے شیعہ اور غیر شیعہ فقراء کو معمول کے مطابق کھانا میسر آجاتا ہے۔ اس لئے آئمہ اہلِ بیتؑ نے مراسمِ عزا میں خرچ ہونے والے مال پر اجرِ عظیم کی بشارت دی ہے"۔

سیدہ اُمِ رباب سلام اللہ علیہا کا اشک آور غذا کھانا

تاریخچہ عزاداری حسینی تالیف سید صالح شہرستانی مترجم ص ۱۲۳ پر یہ روایت ہے کہ ثقۃ

الاسلام کلینی علیہ الرحمہ کے حوالے سے محدث الشیخ عباس قمی علیہ الرحمہ نے نفس المہموم ترجمہ علامہ سید صفدر حسین نجفی اعلیٰ اللہ مقامہ ص ۶۶۵ پر لکھا ہے:

''حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: جب سیدالشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو آپؑ کی زوجہ سیدہ اُم ربابؑ نے آپؑ کی مجلسِ عزا و ماتم بپا کیا۔ خود بھی گریہ کیا اور دوسری مستورات بھی گریہ و بکا کرتی رہیں، یہاں تک کہ اُن کے آنسو خشک ہو کر ختم ہو گئے اور وہ رونے والوں کو حسرت و یاس سے دیکھا کرتی تھیں۔ آپؑ نے اپنی ایک کنیز کو دیکھا کہ اس کے آنسو بہہ رہے ہیں، آپؑ نے اُسے بلایا اور پوچھا کہ کیا بات ہے کہ تمہارے آنسو اتنے زیادہ بہہ رہے ہیں اور ہمارے آنسو تو خشک ہو گئے ہیں۔ اس نے کہا: ''قاوت'' بنا کر کھائیں۔ قاوت ایک غذا تھی جو چنے کے آٹے کو قہوے اور چینی کے ساتھ ملانے سے بناتے تھے۔ اس کے کھانے سے آنکھوں میں آنسو پیدا ہوتے تھے۔''

سیدہ اُم ربابؑ حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد ایک سال تک زندہ رہیں اور آپؑ سائے میں نہ بیٹھتی تھیں، ہمیشہ دھوپ میں بیٹھا کرتیں۔

عزاداری پر خرچ کرنا

آیت اللہ العظمیٰ محمد رضا گلپائیگانی رضوان اللہ کا فتویٰ

س: ہماری درخواست ہے کہ عزاداری اور مراسمِ عزا از قسم سینہ زنی، زنجیر زنی وغیرہ کے جلوسوں پر ہونے والے اخراجات کو جنگ سے متاثرہ لوگوں کی امداد میں خرچ کرنا بہتر ہے یا عزاداری پر؟ (آپ کے عقیدت مند باشندگان خمین)۔

ج: ''عزاداری پر بالعموم اور مراسمِ عزائے سیدالشہداء پر بالخصوص نیاز اور نذر وغیرہ جیسے

اخراجات سابقاً معمولی نہیں۔ ان اخراجات کو اُسی طرح خرچ کرنا چاہیے اور قطعاً ترک نہ کرنا چاہیے۔ اُمید ہے کہ اللہ عزّوجل انہی کے توسّل سے شرپسندوں کے تمام عزائم ناکام فرمائے گا اور خوزستان پر دُشمن کا قبضہ ختم کرے گا۔

ہمیں یہ بھی خطرہ ہے کہ عزاداری کی رسوم پر اُٹھنے والے اخراجات کو جنگ زدگان کی امداد پر خرچ کرنے کا سبق کہیں ایسے افراد کا پڑھایا ہوا نہ ہو کہ جو عزاداری کے دُشمنوں کے ایجنٹ ہوں۔ جن لوگوں نے یہ سوال کیا ہے انہیں توبہ کرنا چاہیے۔ ذات احدیت اُمت اسلامیہ کو نجات عطا فرمائے"۔ یہ فتویٰ ۲۶ ذوالحجہ ۱۴۰۰ ہجری قم المقدسہ کو دیا گیا۔ (عزاداری از دیدگاہ مرجعیت ص ۱۷۴)

سید محمد مہدی موسوی خلخالی

"عزاداروں کو کھانا کھلانا بھی شعائر اللہ کی تعظیم اور آئمہ اہلِ بیتؑ کے مقدس مشن کو قائم و دائم رکھنے میں مددگار و معاون ہے۔" (عزاداری در دیدگاہ مرجعیت ص ۳۱۰، تاریخ فتویٰ ۲۸ شعبان ۱۴۰۱ ہجری)

آیت اللہ العظمیٰ سید رضا صدر رضوان اللہ

"مجالس عزا اور عزاداروں کو نیاز کھلانا عظیم ثواب کے حامل ہیں اور ان کو بجالانا اہم ترین دین کی ضرورتوں میں شمار ہے"۔ (۲۵ شعبان ۱۴۰۲ ہجری، عزاداری در دیدگاہ مرجعیت ص ۲۳۲)

o......o......o

حضرت امام حسینؑ کے مصائب پر ہر قسم کے رونے، حتیٰ کہ آنکھ میں ایک آنسو آنے، رونے کے آثار پیدا ہونے کے اجر و ثواب کا تذکرہ

شعرائے کرام کا نذرانہ عقیدت

وہ زمیں پر کبھی نہیں گرتا
جو بھی اشک عزا حسینؑ کا ہے

❁

مجھ کو نابینا بنا دیتی یہ دُنیا کی چمک
صرف اشکوں کی بدولت میری بینائی ہے

❁

شبیرؑ کے ہر غم کی خبر دیتے ہیں آ کے
آنسو بھی مسافر ہیں مرے کرب و بلا کے

❁

غم حسینؑ میں اک اشک جو بہا دے گا
یہ سوچ لو دلِ زہراؑ اسے دُعا دے گا
(نظیر باقری دہلوی)

❁

اُٹھے کیسے یہ بارِ اشکِ مژگاں
کہ اس قطرے میں وزن کربلا ہے
(میر احمد نوید کراچی)

❁

مجلس میں ساری آنکھوں کا لیتا ہے جائزہ
رومال فاطمہؑ کو گہر کی تلاش ہے

✿

بن جاتے ہیں زخم، دلِ تطہیر کا مرہم
زہراؑ کے لئے راحت جاں ہیں میرے آنسو
(شعلہ جونپوری)

✿

غمِ حسینؑ میں اک اشک کی ضرورت ہے
پھر اپنی آنکھ کو، کوثر کا جام کہنا

✿

متاعِ خُلد اک آنسو کے بدلے
غمِ شبیرؑ بھی کتنا سخی ہے

✿

غمِ شبیرؑ کے لطف و کرم سے
ہر ایک آنسو ہے جنت کا نگینہ
(شہید محسن نقوی)

✿

غم شبیرؑ میں پیہم جو آنکھوں سے برستے ہیں
یہ آنسو جان دے کر جو مل جائیں تو سستے ہیں
(پروفیسر مسعود خاکی)

✿

میں سوچتا ہوں ترا غم بھی نہ اگر ہوتا
تو چشم غم میں نہ یہ اشک معتبر ہوتا
(تبسم نواز وڑائچ)

ایک آنسو کے عوض ملتا ہے گھر فردوس میں
کس قدر شبیرؑ نے جنت کو سستا کر دیا

مندرجہ ذیل روایات ان کتب سے لکھی گئی ہیں، نیز کتب کے حوالے روایت کے ساتھ درج ہیں:

کامل الزیارات، تحریر الشیخ ابوالقاسم جعفر بن محمد بن قولویہ القمی باب ۳۳، اُردو ترجمہ حکیم سید طالب حسین طبع کراچی، ص ۲۱۷ تا ۲۲۱۔ وسائل الشیعہ ج ۱۰، ص ۴۶۶، ثواب الاعمال، تصنیف شیخ صدوق علیہ الرحمہ، اُردو ترجمہ بنام نسیم بہشت از ڈاکٹر سید محمد نقوی النجفی طبع قم المقدسہ (ایران) ص ۱۷۹ تا ۱۸۱)، نفس المھموم تالیف علامہ الشیخ عباس قمی ترجمہ علامہ سید صفدر حسین نجفیؒ دوسری حدیث ص ۴۶، ۴۷، ۸۲)، معالی السبطین تالیف آقای محمد مہدی مازندرانی جلد اول مترجم ص ۲۰۹، عزاداری کیوں؟ طبع کراچی ص ۴۸۔

ابوہارون مکفوف

شیخ صالح بن عتبہ سے شاعر اہلِ بیتؑ ابوہارون جو کہ نابینا تھے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت اِمام ابوعبداللہ جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا: اے ابوہارون! مجھے اِمام حسین علیہ السلام کے بارے میں شعر سناؤ۔ میں نے اشعار پڑھنا شروع کیا۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا: اس طرح نہیں بلکہ اس طرح پڑھو جس طرح اِمام حسین علیہ السلام کی قبر کے پاس لحن (سُر) کے ساتھ پڑھا کرتے ہو۔

علامہ صفدر حسین نجفی اعلی اللہ مقامہ نفس المھموم کے ص ۵۶ پر لکھ کر ص ۸۲ پر لکھتے ہیں: اس زمانہ میں بھی لوگ آواز کو لمبا کر کے ایک دوسرے سے آواز کو ملاتے اور نوحہ پڑھتے تھے۔ غمِ حسینؑ میں رُخساروں سے بہنے والا ایک آنسو جہنم کو سرد کر دے گا۔

ابوعمارہ لکھتے ہیں کہ مجھ سے حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "اے ابوعمارہ! مجھے حضرت اِمام حسین علیہ السلام کے بارے میں مرثیہ سناؤ"۔

میں نے اشعار پڑھے۔ آپؑ نے گریہ فرمایا۔

پھر میں نے اشعار پڑھے اور آپؑ گریہ فرماتے رہے، یہاں تک کہ میں نے مستورات کے گریہ کرنے کی آواز گھر کے اندر سے سنی۔ پس مجھے آپؑ نے فرمایا:

اے ابوعمارہ! اگر کوئی امام حسین علیہ السلام کے متعلق شعر پڑھے اور پچاس آدمیوں کو رُلائے تو اس کے لئے جنت ہے اور اگر کوئی امام حسین علیہ السلام کے بارے میں شعر پڑھے اور چالیس آدمی گریہ کریں تو اس کے لئے جنت ہے اور اگر کوئی شعر پڑھے اور بیس آدمی روئیں تو اس کے لئے جنت ہے اور جو کوئی حضرت امام حسینؑ کے بارے میں شعر پڑھے اور دس افراد کو رُلائے ان کے لئے جنت ہے اور جو کوئی حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے اشعار پڑھ کر صرف ایک آدمی کو رُلائے تو ان کے لئے بھی جنت ہے اور جو شخص تنہا حضرت امام حسین علیہ السلام کے متعلق اشعار پڑھ کر روئے تو اس کے لئے بھی جنت ہے اور جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے متعلق اشعار پڑھ کر رونے کی شکل بنائے اس کے لئے بھی جنت ہے۔ پھر فرمایا: ہر چیز کا ایک ثواب ہے مگر ہماری مصیبت میں بہنے والے آنسو کے ثواب کی کوئی حد نہیں ہے۔

جس شخص کی آنکھ کے آنسو نکل کر رُخساروں پر جاری ہوں تو اگر ان میں ایک آنسو جہنم میں گرے تو وہ آنسو جہنم کی آگ کو اس طرح خاموش کر دے گا کہ گویا دوزخ باقی ہی نہ رہے (یہ ارشاد، نفس المہموم ص ۴۹ پر نقل ہے)۔

امام جعفر صادقؑ کے مجلس سنتے وقت آنسو رُخساروں اور ریش مبارک پر جاری ہوتے

سندِ متصل کے ساتھ جعفر بن قولویہ کی اسناد سے یہ روایت نقل ہے۔ زید شام کہتا ہے کہ ابوعبداللہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہمراہ اہلِ کوفہ کی ایک جماعت کے ساتھ تھا کہ جعفر بن عفان آپ کی بارگاہِ قدسی میں حاضر ہوا۔ آپ نے اسے قریب بلا کر فرمایا:

اے جعفر! مجھے خبر ملی ہے کہ تو حضرت اِمام حسینؑ کے بارے میں اشعار کہتا ہے اور عمدہ کہتا ہے۔ اس نے کہا: جی ہاں! فرزند رسولؐ! اللہ تعالیٰ مجھے آپ کا فدیہ قرار دے۔ آپؑ نے فرمایا: پھر پڑھو! پس اس نے کچھ اشعار پڑھے اور آپؑ نے گریہ فرمایا اور آپؑ کے آنسو رُخساروں اور ریش مبارک پر جاری ہوئے اور جو لوگ آپؑ کے پاس بیٹھے تھے اُنہوں نے بھی گریہ کیا۔

اللہ کی قسم! ملائکہ ہم سے زیادہ گریہ کر رہے تھے

اے جعفر! اللہ کی قسم! جس وقت تم اشعار پڑھ رہے تھے آسمان سے فرشتے حاضر ہوئے تو ہمارے جدامجد حضرت اِمام حسین علیہ السلام کے بارے میں تیرا کلام سنتے رہے اور ہم سے بھی زیادہ گریہ کرتے رہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ عزّوجل نے اسی وقت تیرے لئے جنت واجب کردی ہے اور تجھے بخش دیا ہے۔

ہمارے غم میں بہنے والے آنسوؤں کے ثواب کی کوئی حد نہیں

اے جعفر! کیا اس سے زیادہ کہوں؟

جعفر نے کہا: فرزند رسولؐ! جی ہاں ارشاد فرمائیں۔

حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جو شخص حضرت اِمام حسینؑ کے بارے میں اشعار کہے خود روئے اور دوسروں کو رُلائے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت واجب فرماتا ہے۔ اللہ عزّوجل نے ہر کام کا ثواب مقرر فرمایا ہے مگر ہماری مصیبت میں بہائے جانے والے آنسوؤں کے ثواب کی کوئی حد نہیں ہے۔ (کامل الزیارات ص۳۴،۳۵)

مجلسِ عزا میں پردہ داروں کی بلند آواز سے آہ وفغاں

فضل اسان سے روایت ہے کہ میں حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں ان کے چچا زید شہید کی تعزیت کرنے کے لئے حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا: اجازت ہو

تو میں آپ کو "سید" (حمیری سید کے نام سے معروف تھے) کے شعر سناؤں۔ حضرتؑ نے فرمایا: سناؤ۔ پردے کے پیچھے سے مجھے گریہ وزاری کی آواز آئی۔ اِمام علیہ السلام نے جانتے ہوئے اچانک پوچھا: یہ اشعار کس نے کہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: سیّد نے کہے ہیں۔ حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ اس پر رحم کرے"۔

حافظ زبانی نے اخبار السید میں فضیل سے روایت کی ہے کہ میں جناب زید کی شہادت کے بعد حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آنحضرتؑ گریہ کناں ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں: اللہ زیدؒ پر رحم کرے وہ سچے عالم تھے۔ اگر حکومت ان کے ہاتھ میں آجاتی تو وہ جانتے تھے کہ کس کے حوالے کریں؟

میں نے عرض کیا: آپؑ اجازت دیں تو میں "سید" کے اشعار پڑھوں؟ آپؑ نے فرمایا کہ تھوڑی دیر رک جاؤ، پھر آپؑ نے پردہ کا انتظام فرمایا اور پس پردہ مخدرات عصمتؑ تشریف فرما ہوئیں اور ایک پردے کے دروازے کے علاوہ تمام دروازے کھول دیئے چنانچہ میں نے مرثیہ شروع کیا اور اس معروف قصیدہ، لام عمرو باللوی مربعکے تیرہ اشعار پڑھے تو میں نے سنا کہ پردہ کے پیچھے سے مستورات کے بلند گریہ کی آواز آرہی ہے۔ پس اِمام معصومؑ نے فرمایا: "اس مرثیہ پڑھنے پر تمہارا شکریہ"۔

ایک آنسو کا اجر جنت کا محل ہے

محقق طوسیؒ ایک خواب نقل کرتے ہیں: امالی شیخ طوسی تالیف محدث و محقق علامہ شیخ طوسی رضوان اللہ کے ص ۱۸۳ (مترجم) پر نقل ہے۔ جناب احمد یحییٰ نے ابنِ ابراہیم سے اُنہوں نے ربیع بن منذر سے اور اُنہوں نے اپنے والد سے اور اس نے حضرت سیدالشہداء اِمام حسین علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا:

"جس شخص کی آنکھ سے ہمارے غم میں ایک آنسو نکل آئے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کا ایک محل عطا فرمائے گا"۔

جناب احمد بن یحییٰ اودی کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے خواب میں سیدالشہداء حضرت اِمام حسین علیہ السلام کی زیارت سے شرفیاب ہوا تو میں نے عرض کیا: فرزند رسولؐ ! ابنِ ابراہیم نے جو روایت نقل کی ہے کہ آپ کے مصائب پر کسی شخص کا آنسو نکل آئے تو اللہ عزوجل اس کے عوض میں جنت کا محل عطا فرماتا ہے، کیا یہ دُرست ہے؟

حضرت اِمام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جو شخص ہمارے غم میں ایک آنسو بہائے تو اس کے اجر میں اللہ تعالیٰ جنت میں ایک محل عطا کرے گا، ہاں یہ دُرست ہے۔

ہمارے ذکر پر بہنے والا ایک آنسو

فضیل بن بسیار نے حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

> ''جس کے سامنے ہمارا ذکر ہو اور اس کی آنکھ سے اگرچہ مکھی کے پَر کے برابر آنکھ سے آنسو گرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دے گا، اگرچہ وہ گناہ سمندر کے برابر ہوں۔ وہ گناہ معاف کر کے اللہ تعالیٰ اس پر جہنم حرام کر دے گا اور جنت عطا فرمائے گا۔'' (کامل الزیارات ص ۲۱۳)

چیونٹی کے پَر کے برابر آنسو

ہمان ص ۲۸۲ کے حوالے سے عزائے آلِ محمدؐ ص ۲۷ طبع ادارہ منہاج الصالحین لاہور پر یہ روایت درج ہے کہ اِمام جعفر صادق علیہ السلام نے فضیل بن یسار سے فرمایا:

> ''اے فضیل! جس کے سامنے ہمارا تذکرہ کیا جائے اگر اس کی آنکھ سے آنسو جاری ہو جائے، اگرچہ وہ چیونٹی کے پَر کے برابر ہو، اللہ عزوجل اس کے گناہ معاف کر دے گا، اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں''۔

ہمارے غم میں بہایا گیا ایک آنسو جہنّم کی آگ کو سرد کر سکتا ہے

مسمع بن عبدالمالک بصری کہتے ہیں مجھ سے حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام نے پوچھا:

اے مسمع! تم عراق کے رہنے والے ہو کیا تم حضرت اِمام حسین علیہ السلام کی قبرِ اطہر کی زیارت کے لئے بھی آتے ہو؟ میں نے کہا: فرزند رسولؐ! نہیں، کیونکہ میں اہلِ بصرہ میں مشہور آدمی ہوں اور ہمارے پاس ایسے ہیں جو حاکم وقت کے تابع ہیں اور اہلِ قبائل اہلِ بیتؑ کے دُشمن ہیں اور میں ہمیشہ ان سے خوفزدہ ہوں کہ میرے حالات کی خبر سلیمان کے لڑکے کو کر دیں گے اور وہ لوگ مار ڈالیں۔

حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''تم جد امجد حضرت اِمام حسین علیہ السلام پر آنے والے مصائب اور ٹوٹنے والے مظالم کا ذکر کرتے ہو!''

میں نے کہا: ہاں اس کا ذکر ضرور کرتا ہوں۔ اِمام جعفر صادق علیہ السلام نے پوچھا: ''کیا تم ان کا ذکر کرتے وقت بے قرار ہوتے ہو؟''

میں نے کہا: فرزند رسولؐ! اللہ کی قسم! میں اتنا روتا ہوں کہ میرے آنسو میرے چہرے پر جاری ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ میرے گھر والے اس کے اثر کو دیکھتے ہیں اور میں کھانا ترک کر دیتا ہوں، یہاں تک کہ بھوک کے آثار میرے چہرے سے ظاہر ہونے لگتے ہیں۔

حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے آنسوؤں پر رحم فرمائے، تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم ان لوگوں میں شمار ہوتے ہو جو ہمارے لئے بے قرار ہوتے ہیں اور ہماری خوشی سے خوش ہوتے ہیں اور ہمارے غم سے غمزدہ ہوتے ہیں۔ جب ہم خوف کے ماحول میں ہوتے ہیں تو وہ بھی خائف رہتے ہیں اور جب ہم امن میں ہوتے ہیں تو وہ بھی امن میں ہوتے ہیں۔

اے مسمع! تم یقین رکھو کہ تم اپنی موت کے وقت ہمارے آباؤ اجداد کو اپنے پاس دیکھو گے اور ملک الموت سے اپنے بارے میں ان کی وصیت دیکھو گے اور جس بشارت کے ساتھ

وہ تم سے ملاقات کریں وہ افضل ہوگی اور یقیناً ملک الموت تم پر رحمدل ہوں گے اور وہ اس سے زیادہ تم پر رحمدل ہوں گے جتنا ماں اپنے بچے پر رحم کرتی ہے۔ مسمع کہتے ہیں کہ اس کے بعد آپؑ نے گریہ کیا اور میں بھی ان کے ساتھ رویا۔

اس کے اس سلسلے کو جاری رکھتے ہوئے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے مسمع! تمام تعریفیں اس اللہ عزوجل کے لئے ہیں جس نے اپنی رحمت سے تمام مخلوق پر ہمیں فضیلت دی اور ہم اہلِ بیتؑ کو اپنی رحمت سے مخصوص کیا۔

اے مسمع! جب سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام شہید کئے گئے یقیناً زمین و آسمان ہم پر رحم کر کے روتے ہیں اور ملائکہ سے زیادہ ہم پر کوئی نہیں رویا۔ جو کوئی ہمارا حق سمجھ کر ہمارے مصائب پر روتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کی نظر ڈالتا ہے اور جب اس کی آنکھ کا آنسو اس کے رُخسار پر جاری ہو تو اگر اس کا ایک آنسو کا ایک قطرہ بھی جہنم میں گر جائے تو جہنم کی آگ کی گرمی ختم ہو جائے گی اور وہ سرد ہو جائے گی اور جس دل میں ہمارے لئے درد ہو تو وہ اس دن خوش ہوگا جب ہمیں اپنی موت کے وقت دیکھے گا اور اس کی یہ خوشی اس کے دل کیلئے دائمی ہوگی، یہاں تک کہ وہ ہمارے پاس حوضِ کوثر پر پہنچے گا اور کوثر بھی ہمارے دوست سے خوش ہوتا ہے۔" (کامل الزیارات)

حضرت اِمام علیؑ ابنِ الحسینؑ گریہ کا اجر بیان کرتے ہیں

شیخ صدوق رضوان اللہ تعالیٰ ثواب الاعمال ص ۹۳ (مترجم) طبع کراچی میں یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت اِمام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد گرامی حضرت اِمام علیؑ ابنِ الحسینؑ نے ارشاد فرمایا:

"جب بھی کسی مومن کی آنکھیں، شہادت اِمام حسین علیہ السلام کے سلسلے میں آنسو بہائیں، یہاں تک کہ وہ آنسو اس کے رُخسار پر بہنے لگے، تو اللہ تعالیٰ ان آنسوؤں کی جنت میں ایک نہر میں ایک مدت کے

کے ٹھہرا دیتا ہے اور جب بھی کسی مومن کی آنکھیں ہمارے ان مصائب پر روئے جو ہم پر گزرے ہیں اور اس کے آنسوؤں کے رُخساروں پر بہنے لگیں تو اللہ تعالیٰ اس کے اجر کے طور پر اُسے صادقین کے ساتھ مقام عطا فرماتا ہے ہ اگر کوئی مومن کسی پریشانی میں مبتلا ہو اور وہ اپنی مصیبت کی بجائے ہمارے مصائب پر روئے تو اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت کو دُور فرما دیتا ہے۔ اور قیامت کے دن قیامت کی تمام سختیوں کو اس سے دُور فرما دے گا اور اس کو جہنّم کی آگ کی شدّت سے امان عطا فرمائے گا۔" (مزید کامل الزیارات سے رجوع کیا جائے اس کتاب کے صفحہ ۹۳ تا ۹۵ تک یہ تمام روایات نقل ہیں)۔

حضرت اِمام حسینؑ کے قاتلوں پر نفرین کرنے والا، میرے جدامجد حضرت رسولؐ اللہ کے ساتھ اعلیٰ مقامات پر ہوگا۔

عیون اخبار الرضاؑ تالیف شیخ صدوق علیہ الرحمہ ج ۱ مترجم ص ۵۲۰ تا ۵۲۲ طبع کراچی سے یہ روایت لکھ رہے ہیں:

"(بحذف اسناد) ریان بن شبیب بیان کرتے ہیں کہ میں محرم کی پہلی تاریخ کو اِمام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا: "اے ابنِ شبیب! کیا تم آج روزہ سے ہو؟" میں نے کہا: نہیں! حضرتؑ نے فرمایا: "اس دن حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے یہ دُعا مانگی تھی "میرے پروردگار! اپنی طرف سے مجھے پاکیزہ اولاد عطا فرما، بے شک تو دُعا کا سننے والا ہے"۔ (آلِ عمران، ۳۸) اللہ تعالیٰ نے ان کی دُعا کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا اور جب وہ اپنے حجرۂ عبادت میں نماز پڑھ رہے تھے تو فرشتوں نے انہیں یحییٰ علیہ السلام کی نوید دی تھی۔ چنانچہ جو شخص اس دن روزہ رکھے اور اللہ سے اپنی حاجات طلب کرے تو اللہ اس کی دُعا کو اسی طرح سے قبول کرے گا جس طرح سے زکریا علیہ السلام کی دُعا کو قبول کیا تھا"۔

پھر آپؑ نے فرمایا: "اے ابنِ شبیب! دورِ جاہلیت میں بھی لوگ ماہ محرم کا احترام

کرتے تھے اور اس ماہ کی حرمت کی وجہ سے جنگ اور ظلم سے پرہیز کرتے تھے لیکن اس اُمت نے اس مہینے کی حرمت کو نہیں پہچانا اور اپنے نبیؐ کی حرمت کا خیال نہیں رکھا۔ اس مہینے میں ان لوگوں نے ذرّیت پیغمبرؐ کو قتل کیا اور مخدراتِ عصمت کو قید کیا اور ان کا سامان لوٹا، اللہ انہیں کبھی معاف نہیں کرے۔

اے ابنِ شبیب! اگر کسی چیز پر تم رونا چاہتے ہو تو حسینؑ بن علیؑ پر روؤ، انہیں اس طرح سے قتل کیا گیا جس طرح گوسفند کو ذبح کیا جاتا ہے، اور ان کے ساتھ ان کے خاندان کے ان اٹھارہ افراد کو شہید کیا گیا جن کی روئے زمین پر کوئی مثال موجود نہ تھی۔

ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ان کے قتل پر روئیں اور آسمان سے چار ہزار فرشتے ان کی نصرت کے لئے نازل ہوئے جنہیں جنگ کی اجازت نہ ملی، چنانچہ قائم آلِ محمدؐ کے خروج تک وہ فرشتے سروں پر خاک ڈالے قبرِ حسینؑ پر موجود رہیں گے اور جب قائم آلِ محمدؐ کا ظہور ہوگا تو وہ ان کے مددگار ہوں گے اور "یَا لِثَارَاتِ الْحُسَیْن" ان کا نعرہ ہوگا"۔

"اے ابنِ شبیب! میرے والد نے مجھ سے اپنے والد کی سند سے بیان کیا اور اُنہوں نے اپنے والد اِمام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی"۔ اُنہوں نے فرمایا: "جب میرے دادا حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو آسمان سے خون اور سرخ مٹی کی بارش ہوئی"۔

اے ابنِ شبیب! جب تم اِمام حسین علیہ السلام پر اتنا گریہ کرو گے کہ تمہارے آنسو تمہارے رُخساروں پر آجائیں تو اللہ تعالیٰ تیرے صغیرہ و کبیرہ یعنی تمام گناہ معاف کردے گا"۔

"اے ابنِ شبیب! اگر تمہیں یہ بات اچھی لگتی ہو کہ تم خدا کے حضور اس حالت میں پیش ہو کہ تمہارے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ نہ ہو تو پھر حسین علیہ السلام کی زیارت کرو"۔

"اے ابنِ شبیب! اگر تم جنت کے بلند و بالا محلات میں نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہنے کے خواہش مند ہو تو پھر قاتلانِ حسین علیہ السلام پر لعنت بھیجو"۔

"اے ابنِ شبیب! اگر تم شہدائے کربلا کے ثواب کو حاصل کرنے کی آرزو رکھتے ہو تو جب بھی اِمام حسین علیہ السلام کو یاد کرو تو یہ الفاظ کہو: یَا لَیْتَنِی کُنْتُ مَعَھُم فَاَ فُوزَ فَوزًا

عَظِیماً" "اے کاش! میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو عظیم کامیابی حاصل کرتا"۔

"اے ابنِ شبیب! اگر تمہیں اس بات سے خوشی محسوس ہوتی ہو کہ تم ہمارے ساتھ جنت کے بلند ترین مقامات پر ہو تو پھر ہماری غمی پر غم کرو اور ہماری خوشی کے ساتھ خوشی مناؤ اور ہماری ولایت سے وابستہ رہو، اگر کوئی شخص کسی پتھر سے بھی محبت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے ساتھ محشور فرمائے گا"۔

گریہ اور مجلس کا ثواب

عیون اخبار الرضاؑ ج اص ۵۱۱ پر یہ روایت نقل ہے: (بحذف اسناد) علی بن حسن بن علی بن فضال نے اپنے والد سے روایت کی، اُنہوں نے اِمام علی رضا علیہ السلام سے روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:

"جو ہمارے مصائب کو یاد کر کے خود روئے اور دوسروں کو رُلائے تو اس کی آنکھ اس دن (روز قیامت) نہیں روئے گی جب دوسری آنکھیں رو رہی ہوں گی اور جو شخص ایسی مجلس میں جا کر بیٹھے جس میں ہمارے امر کو زندہ کیا جا رہا ہو تو اس کا دل اس دن نہیں مرے گا جس دن دوسرے دل مریں گے"۔

اِمام علی رضا علیہ السلام کی اپنی عزاداری خود کروانا

شیخ صدوق علیہ الرحمہ عیون اخبار الرضاؑ دوم ص ۴۷۳ مترجم پر اپنی اسناد سے لکھتے ہیں کہ حسن بن علی وشاء نے کہا کہ مجھے حضرت اِمام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

"جب میں مدینہ سے خُراسان روانہ ہوا تو میں نے اپنے تمام اہل و عیال کو جمع کیا اور میں نے انہیں حکم دیا کہ وہ مجھے جی بھر کر رولیں تا کہ میں ان کے گریہ کرنے کی آواز کو خود سُن سکوں، پھر میں نے اپنے اہل وعیال کو بتایا کہ میں اب کبھی آپ کے پاس واپس نہ آسکوں گا"۔

ہمارے غم میں رونے والا ہمارے ساتھ ہوگا...... اِمام علی رضاؑ

بحارالانوار ج ۴۴ ص ۲۷۸ پر یہ روایت نقل ہے کہ اِمام علی رضا علیہ السلام کا ارشاد ہے:

"جو شخص بھی ہمارے مصائب کو یاد کرے اور ہمارے اُوپر ڈھائے جانے والے مصائب کو یاد کر کے روئے وہ قیامت کے دن ہمارے ساتھ ہمارے درجہ میں ہوگا اور جو شخص ہمارے مصائب کو بیان کر کے خود بھی روئے اور دوسروں کو بھی رُلائے، تو جس دن سب آنکھیں رو رہی ہوں گی اس کی آنکھ نہیں روئے گی اور جو شخص کسی ایسی مجلس میں بیٹھے جس میں ہمارا ذکر کیا جا رہا ہو اور ہماری ولایت کا تذکرہ ہو تو جس دن دل مُردہ ہو جائیں گے اس کا دل مردہ نہیں ہوگا۔"

مرثیہ کہہ کر ہماری مدد کرو

حضرت اِمام علی رضاؑ اپنے خصوصی شاعر دعبل خزاعی کو فرماتے ہیں:

"تم ہمارے مداح اور ناصر و مددگار ہو اِمام حسینؑ کی مصیبت پر مرثیہ کہو اور جہاں تک ہو سکے ہماری مدد اور نصرت میں کوتاہی نہ کرنا۔" (مجالس السنیہ ص ۳۸ السید محسن الامین، بحارالانوار)

دعبل کے قصیدہ میں اِمامؑ کی طرف سے دو اشعار کا اضافہ

بحارالانوار جلد ۵ مترجم ص ۲۵۹ پر ہروی سے روایت ہے کہ دعبل بن علی خزاعی مرو میں حضرت اِمام علی رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: فرزند رسولؐ! میں نے آپؑ کی مدح میں ایک قصیدہ کہا ہے اور قسم کھائی ہے کہ آپؑ کو سنانے سے پہلے میں یہ قصیدہ کسی کو نہ سناؤں گا۔ آپؑ نے فرمایا: سناؤ کیا قصیدہ ہے؟ دعبل نے اپنا مشہور قصیدہ مدارس سنانا شروع کیا اور جب دعبل اپنے اس شعر پر پہنچا جس کا ترجمہ یہ ہے:

حضرت اِمام علی رضا علیہ السلام کا گریہ فرمانا

میں دیکھتا ہوں کہ ان لوگوں کا مال تو اغیار میں تقسیم ہو رہا ہے اور یہ لوگ بے چارے بالکل خالی اور تنگدست ہیں یہ سن کر حضرت اِمام علی رضاؑ رونے لگے اور فرمایا: اے خزاعی! تو نے بالکل سچ کہا۔ اس کے بعد آلِ محمدؐ کے مصائب کا ذکر کرتے کرتے جب دعبل اپنے اس شعر پر پہنچا:

ان بے چاروں کو تو قبریں بھی ایک جگہ نہیں ملیں چنانچہ ایک قبر بغداد میں ہے جو نفس ذکیہ کی ہے۔ اللہ ان کو غرفہائے جنت میں جگہ دے تو حضرت اِمام علی رضاؑ نے فرمایا: کیوں نہ میں یہاں پر دو شعروں کا اضافہ کر دوں؟ تا کہ تمہارا قصیدہ مکمل ہو جائے۔

دعبل نے عرض کیا: ہاں ہاں فرزند رسولؐ! اس سے بڑھ کر میرے لئے اور کیا سعادت ہوگی؟ آپؑ نے فرمایا: اچھا لکھ لو:

"اور ایک قبر طوس میں بھی ہوگی افسوس یہ مصائب ایسے ہیں کہ اس کے غم کی آگ حشر تک دلوں میں بھڑکتی رہے گی یہاں تک اِمام قائمؑ کو اللہ تعالیٰ بھیجے گا جو ہمارے سارے غم واندوہ کو دور کر دے گا۔"

دعبل نے عرض کیا: فرزند رسولؐ! یہ طوس میں کس کی قبر ہوگی؟ اِمامؑ نے فرمایا: یہ میری قبر ہوگی اور کچھ زیادہ مدت نہ گزرے گی کہ طوس میں ہمارے شیعوں اور زواروں کی آمد و رفت شروع ہو جائے گی۔ یاد رکھو جو طوس میں آ کر مجھ غریب الوطن کی زیارت کرے گا وہ قیامت کے دن میرے درجے میں ہوگا اور اللہ تعالیٰ اُسے بخش دے گا۔

ہماری مصیبت پر رونے والے کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے......

حضرت اِمام علی رضاؑ کا دعبل سے ارشاد

"اے دعبل! مرحبا! اللہ تعالیٰ تمہیں خوش رکھے، تم اپنے ہاتھ اور زبان سے ہمارے معین و مددگار ہو، اے دعبل! یہ ایام (ایام عزا) ہمارے

لئے مصیبت وغم کے ایام ہیں اور ہمارے دشمنوں کیلئے مسرت وشادمانی کے دن ہیں۔

اے دعبل! جو ہماری مصیبت پر روئے اور رُلائے گا اس کا اجر خداوند عالم کے ذمہ ہے۔"

ایک اور مقام پر اِمام علی رضا علیہ السلام دعبل سے فرماتے ہیں:

"تم ہمارے ناصر و مددگار ہو، اِمام حسینؑ کے حق میں مرثیہ کہو اور ہماری نصرت میں کوتاہی نہ کرو۔"

o......o......o

زندانِ شام اور اہلِ بیتؑ رسولؐ

سکینہؑ پھیل رہے ہیں جہاں سیاہ سائے
اِسی مقام کو زندانِ شام کہتے ہیں

*

آئے ہیں کربلا سے جو قیدی دمشق میں
لوگو! یہ خاندانِ رسالت مآبؐ ہے

*

روئے گی بہت شام کے زنداں میں سکینہؑ
معصومؑ کو انداز، یتیمی کے سکھا دو

*

شیخ صدوقؒ اور بڑے بڑے جید علماء نے زندان شام کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے اورموجودہ آثار بھی اس بات کے گواہ ہیں کہ ایک زندان، دمشق شہر کی فصیل کے باہر باب الصغیر کی جانب تھا جہاں بعض شہداء کے سر دفن ہیں اور وہیں پر مسافروں کا قبرستان بھی ہے جبکہ قصر کے قریب بھی ایک زندان قرار دیا گیا تھا جس میں اِمام حسین علیہ السلام کی تین سالہ بیٹی سیدہ رقیہ سلام اللہ علیہا کی شہادت ہوئی اور اسی زندان ہی میں آپ کو دفن کر دیا گیا جہاں پر آج عظیم الشان مزار ہے اور کسی بھی عالم و محقق نے اس کا انکار نہیں کیا۔ زندان کے بارے ذیل میں چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

زندان کے بارے میں شیخ صدوقؒ لکھتے ہیں

امالی شیخ صدوقؒ مجلس ۳۱ حدیث ۴ طبع ادارہ منہاج الصالحین لاہور پر لکھتے ہیں:

فاطمہؑ بنت الحسینؑ فرماتی ہیں: پھر یزید "لعنت اللہ علیہ" نے حکم دیا اور حسینؑ کی مخدرات کو امام علیؑ ابن الحسینؑ کے ساتھ ایسے زندان میں قید کر دیا کہ سردی و گرمی کا جہاں کوئی فرق نہ تھا یہاں تک کہ ہمارے چہرے کا گوشت پھٹ گیا۔

دیگر حوالہ جات

سید ابن طاؤس لہوف ص ۱۷۳ طبع ادارہ منہاج الصالحین لاہور۔ انوار نعمانیہ ج ۳ ص ۲۵۲۔ تفسیر علی بن ابراہیم ج ۲ ص ۱۳۴ سورہ قصص میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہے۔۔ ابن نما مثیر الاحزان ص ۱۰۵۔ سحاب رحمت مترجم آقای عباس اسماعیل یزدی ص ۴۷۷۔ نفس المہموم ص ۴۴۹۔ یہ تمام کتابیں معتبر علماء کی ہیں اور ان سب نے ایسے زندان کا ذکر کیا ہے جس کی چھت نہ تھی۔

عارف ربانی سید ابن طاؤس کا حوالہ

غم نامہ کربلا ترجمہ اللہوف ص ۲۳۰ مترجم مولانا ریاض حسین جعفری پر عارف ربانی سید ابن طاؤس لکھتے ہیں:

> "یزید نے حکم دیا کہ اسیران اور مستورات کو ایسی جگہ پر ٹھہرایا جائے کہ جہاں پر نہ وہ سردی سے بچ سکیں اور نہ ہی گرمی سے یعنی دن کو سورج کی تمازت سے پریشان حال ہوں اور رات کو اوس کی یخ بستہ ٹھنڈک ان کے بدنوں میں سرایت کر جائے اور وہ ٹھٹھرنے لگیں۔

> اسیران خانوادۂ رسولؐ کو ایسے مقام پر ٹھہرایا گیا کہ جہاں سورج کی چلچلاتی دھوپ سے ان کے پاک و پاکیزہ چہرے جھلس گئے تھے اور وہ ایک عرصہ تک دمشق میں اپنے پیاروں، لخت جگر اور مہ پاروں کی یاد میں

مجلس برپا کرتی رہیں اور ان کے نوحے پڑھتی رہیں۔"

حضرت اِمام علی ابن الحسین علیہ السلام کا بیان

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ بازار شام سے گزرتے ہوئے حضرت اِمام علی ابن الحسین علیہ السلام کی منہال بن عمرو سے ملاقات ہوئی۔ آپؑ کی ان سے تفصیلی گفتگو ہوئی۔ اس میں خود حضرت اِمام علیؑ ابن الحسینؑ نے "زندان" کا ذکر فرمایا۔ یہ گفتگو تمام تواریخ میں موجود ہے۔ ہم اپنے موضوع کی مناسبت سے یہ اقتباس "سحابِ رحمت" طبع ادارہ منہاج الصالحین لاہور سے نقل کر رہے ہیں: حضرت اِمام سجاد علیہ السلام، منہال سے فرماتے ہیں:

"اس زندان میں جہاں ہم رہ رہے ہیں جس کی چھت تک نہیں ہے وہاں سورج ہمیں جھلسائے دیتا ہے اور ہوا تک میسر نہیں"۔

زندان شام...... الدمعۃ الساکبہ کے تین حوالے

الدمعۃ الساکبہ کی اہمیت اس سے بھی واضح ہے: "سعادت الدارین" میں اس کے ۶۱ حوالے نقل کیے گئے ہیں۔ الدمعۃ الساکبہ مترجم ج ۲ ص ۳۲۱ پر لکھا ہے:

"یزید لعنت اللہ علیہ نے اسیرانِ آلِ محمدؐ کو خرابہ شام میں بند کرنے کا حکم دیا۔ یہ وہ مقام تھا جہاں نہ گرمی سے تحفظ تھا اور نہ سردی سے۔ اس مقام میں سادات اتنا عرصہ قید رہے کہ تمام قیدیوں کے چہرے، گرمی اور سردی کی شدت سے بدل گئے تھے۔ اس خرابہ کی دیواریں اتنی بوسیدہ تھیں کہ ہر وقت ان کے گرنے کا خطرہ رہتا تھا۔ یزید کا مقصد یہ تھا کہ چونکہ مستورات ہیں انہیں قتل کرنے سے ملامت زیادہ ہوگی اس لیے ایسی جگہ رکھا جائے کہ دیواریں گریں اور تمام قیدی دب جائیں تاکہ کوئی بھی بچ کر مدینہ نہ جائے۔"

اسیروں کے چہروں کے رنگ بدل گئے

الدمعۃ الساکبہ ج ۲ کے ص ۳۳۳ پر تحریر ہے:

"آلِ محمدؐ کو زندان میں اتنی مدت گزر گئی جس میں گرمی اور سردی کی شدت نے ان کے چہروں کے رنگ بدل ڈالے"۔

زندان پر پہرہ لگایا گیا تھا

الدامعۃ الساکبہ ج ۲ ص ۳۳۶ پر لکھا ہے:

"شعبی کے مطابق اسیرانِ آلِ محمدؐ جس خرابہ میں مقیم تھے اس پر اگرچہ یزید نے پہریدار بٹھا رکھے تھے اور وہ کسی کو قریب نہیں آنے دیتے تھے مگر اس کے باوجود کسی نہ کسی کو حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام سے بات کرنے کا موقع مل ہی جاتا تھا"۔

علامہ عبدالرزاق المقرم لکھتے ہیں

العباسؑ مترجم کے ص ۲۸۱ طبع ادارہ منہاج الصالحین لاہور پر آیت اللہ السید عبدالرزاق موسوی المقرم النجفی رقمطراز ہیں:

"یزید نے آثار آلِ محمدؐ کو محو کرنے میں کوئی کمی اٹھا نہیں رکھی۔ اہلِ حرم کی تحقیر کرنے کے لیے جو قید خانہ منتخب کیا اس میں دن کی دھوپ اور رات کی ٹھنڈک سے بچاؤ کے لیے کوئی سائبان نہیں تھا"۔

سید شاکر حسین امروہوی لکھتے ہیں

سید شاکر حسین امروہوی مجاہد اعظم طبع جدید ناشر دار الثقافۃ الاسلامیہ ص ۳۴۷ پر لکھتے ہیں:

"علامہ مجلسیؒ، سید ابنِ طاؤس اور ابنِ بابویہ وغیرہ کا ارشاد ہے کہ اہلِ حرم

ایک ایسے مکان میں ایک ماہ تک قید رہے جہاں سردی اور گرمی سے کوئی بچاؤ نہ تھا"۔

پھر آگے ص ۳۴۸ پر لکھتے ہیں:

"ہم علامہ مجلسیؒ، ابنِ بابویہؒ، شیخ بہائی اور ان کے ہم خیال حضرات کے اس بیان کو کہ "اہلِ بیتؑ نبوت ایک ماہ تک نظر بند رہے اور اس کے بعد سات روز اور قیام فرما کر راہی مدینہ ہوئے" کو سب اقوال پر ترجیح دیتے ہیں"۔

مزید حوالے ملاحظہ فرمائیں

تظلم الزہراءؑ ص ۳۷۸۔ لواعج الاشجان ص ۱۸۴۔ نفس المہموم ص ۲۵۲۔ روضہ ص ۲۳۰۔ سعادت الدارین ص ۵۰۴۔ بحار الانوار ج ۲ مترجم ص ۴۲۔ زینبؑ زینبؑ ہے ص ۲۷۱۔ جامع المصائب ص ۳۰۰۔ مقالات شہید لاہور ص ۲۷۴۔ انوار نعمانیہ ص ۳۴۰۔ قمقام ص ۴۷۶۔ معالی السبطین ج ۲ مترجم ص ۳۲۱۔ ریاض القدس ج ۲ مترجم ص ۶۸۷۔ سوگنامہ آلِ محمدؐ ص ۶۲۹۔ مصباح المجالس ج ۴ ص ۳۱۳، ۳۲۱، ۳۲۲۔ سیرت امام حسینؑ ج ۲ عماد الدین اصفہانی ص ۲۶۷۔ ریاض الاحزان ج ۲ ص ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۲۲، ۴۳۱۔ روایات عزا ص ۱۸۸ بیان علامہ علی نقی لکھنوی۔ سحاب رحمت آقای عباس اسماعیلی یزدی مترجم ص ۴۵۷۔ صحیفہ کربلا آقای علی نظری منفرد ترجمہ نثار احمد زین پوری۔ مہیج الاحزان آقای حسن بن محمد علی یزدی مترجم ص ۳۸۹، ۵۵۷۔

o.....o.....o

اسیرانِ اہلِ بیتؑ کا شام سے کربلا میں ورود

''مقتل لہوف'' تالیف سید ابنِ طاؤس (وفات ۶۶۴ ہجری) مترجم طبع ادارہ منہاج الصالحین لاہور کے ص ۱۲۴ پر اپنی اسناد سے لکھتے ہیں:

''راوی کہتا ہے کہ جب حضرت اِمام حسین علیہ السلام کے اہلِ بیتؑ شام سے عراق کی طرف آئے تو اُنہوں نے قافلے کے راہنما سے کہا کہ ہمیں کربلا کی طرف لے چلو۔ جب سرزمینِ کربلا پر پہنچے تو ان کی ملاقات جابر بن عبد اللہ انصاریؓ اور چند افرادِ بنی ہاشم سے ہوئی، جو مدینہ سے قبرِ اِمام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے آئے تھے۔ سب گریہ و بکا کرنے لگے اور منہ پر طمانچے مارنے لگے اور اس طرح چند روز عزاداری کی کہ جو دلوں کو مجروح اور جگر کو آگ لگا دیتی تھی۔ عرب کی خواتین جو کہ کربلا میں موجود تھیں وہ چند روز اسی طرح عزاداری کرتی رہیں۔''

اس روایت کے دیگر حوالے

تاریخ عاشورہ تالیف ڈاکٹر ابراہیم آیتی مترجم ص ۲۷۵ طبع کراچی۔ مصباح المتہجد تالیف شیخ طوسی علیہ الرحمہ۔ قمقام زخار ص ۵۸۶۔ مثیر الاحزان تالیف ابنِ نما۔ ناسخ التواریخ احوال اِمام حسینؑ ج ۳ ص ۲۷۔ نفس المھموم ص ۴۶۶۔ الدمعۃ الساکبہ ج ۵ ص ۱۶۲۔

صحیفہ کربلا تالیف علی نظری منفرد ترجمہ نثار احمد زین پوری طبع لاہور، اس کتاب کے

ص ۴۷۲ تا ۴۷۸ تک اس عنوان پر مکمل بحث ہے اور مندرجہ بالا حوالہ جات اسی کتاب سے نقل کیا گیا ہے۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہ انصاری کی کربلا میں عزاداری

اللہوف ص ۸۲ ذریعۃ النجات ص ۲۷۱، کاروانِ حریت ص ۲۶۱ تا ۲۶۸ پر لکھا ہے کہ حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ انصاری جنہیں بعض مورخین غزوہ بدر میں بھی اپنے والد کے ہمراہ لکھتے ہیں، اُنہوں نے اپنے والد گرامی کے ہمراہ ۱۸ غزوات میں شرکت کی اور پیغمبر اکرمؐ کے وصال کے بعد جنگ صفین میں امیر المومنین حضرت علیؑ ابنِ ابی طالب علیہ السلام کی حمایت میں شرکت کی۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ انصاری حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت سی احادیث کے راوی بھی ہیں۔ زندگی کے آخری حصے میں ان کی بینائی ختم ہو چکی تھی۔ اُنہوں نے ۹۴ سال کی طویل عمر پائی۔ مورخین کے مطابق ۷۴، ۷۸ یا ۷۹ ہجری میں وفات پائی اور مدینہ منورہ میں دفن ہوئے۔ یہ شہادت اِمام حسین علیہ السلام کے بعد کربلا پہنچے۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ انصاری جب زیارت کے ارادے سے آئے، تو عطیہ عوفی جسے شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے اپنے رجال کی فہرست میں حضرت امیر المومنین علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کے اصحاب میں شمار کیا ہے یہ "بکالی" کے ساتھ مشہور ہیں جو ہمدان کا ایک قبیلہ ہے۔ یہ جابرؓ بن عبداللہؓ کے ہمراہ کربلا میں زیارت کے لئے آئے تھے۔ جابرؓ نے فرست سے غسلِ زیارت کیا اور احرام باندھنے والوں کی طرح ایک چادر اوڑھی اور قبرِ حسین علیہ السلام کی طرف چلے اور عطیہ عوفی سے کہا کہ میرے ہاتھ کو اِمام حسینؑ کی قبر پر رکھ دے۔ قبر اطہر پر ہاتھ رکھتے ہی جابرؓ بے ہوش ہو گئے اور تین مرتبہ کہا "یا حسینؑ! یا حسینؑ! یا حسینؑ"۔

شام سے کربلا واپسی پر زائرین سے فرمایا

علامہ محمد تقی برغانی مرحوم صاحب مفتاح البکاء لکھتے ہیں:

"شہزادیؑ جب شام سے کربلا آئیں تو تمام زائرین کو یوں مخاطب ہو کر فرمایا: "اے قوم! اس غریب پر آنسو بہاؤ، جس کو فرات کے پانی سے محروم کیا گیا اور اس کی لاش کو صحراء میں بے کفن چھوڑ دیا گیا۔ اس کے سر کو نوک نیزہ پر بلند کیا گیا۔ جس کو تلواروں نے خون سے غسل دیا۔ کربلا کی خاک نے کفن دیا۔ جس کی لاش خون سے لتھڑی ہوئی کربلا میں پڑی رہی۔" (الطراز المذہب ص ۴۳۷)

○......○......○

مدینۃ الرسولؐ میں اسیرانِ اہلِ بیتؑ کی واپسی اور عزاداری

حضرت سیدہ زینبؑ کے مصائب کی وجہ سے بال سفید ہوگئے

یہ اس ستم رسیدہ اُم المصائب خاتونؑ کے المناک مصائب کی طویل داستان ہے، صبر سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جناب اُم المصائبؑ دُنیا کی سب سے زیادہ ستم رسیدہ اور دکھیاری شہزادیؑ تھیں۔ علامہ مازندانی فرماتے ہیں:

''خلقت آدمؑ سے لے کر آج تک کسی خاتون پر اس قدر مظالم نہیں ڈھائے گئے جس قدر اس شہزادیؑ پر آئے حتیٰ کہ مسلسل مصائب کی شدتیں برداشت کرنے کی وجہ سے شہزادیؑ اہلِ شام کے مظالم اور شماتت اعداء کی وجہ سے اس قدر روئیں کہ قد ختم ہوگیا اور سر کے بال سفید ہو گئے اور ساری عمر شہزادیؑ کی روتے ہی گزر گئی۔'' (الطراز المذہب ص ۴۴۶)

حضرت سیدہ زینبؑ رونے کو ترستی رہیں

خدا جانے کس طرح اس شہزادیؑ نے اپنے بھائی حسینؑ مظلوم پر وارد ہونے والے مصائب و آلام کو آنکھوں سے دیکھا جب کہ بچپن سے ہی اپنے برادر کی مشتاق تھیں اور ذرا سی دیر بھی حسینؑ کا فراق ان کے لئے ناقابلِ برداشت تھا۔ یہی وجہ تھی کہ یہ سیدہ بی بیؑ کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام تک روح فرسا سفر میں اور زندانِ شام میں بھی ترستی رہیں کہ کوئی ایسا

موقعہ ملے کہ جی بھر کر بھائی کا ماتم کرسکوں، چنانچہ قید سے رہا ہوتے ہی اپنے دل کی حسرت پوری کی اور سات روز تک شام میں عزاداری کا سلسلہ قائم کیا۔

کربلا کے بعد آپؑ ہمیشہ سوگوار رہیں

واقعہ کربلا کے بعد شہزادیؑ کو کسی نے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا حتیٰ کہ تمام مخدرات عصمتؑ نے واقعہ کربلا کے بعد سوگواری قائم رکھی۔

حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

ینح علی الحسین سنة کل یوم ولیلة

''اِمام حسین علیہ السلام پر کئی سال برابر دن رات نوحہ خوانی کی گئی۔''

کتب مقاتل میں ہے:

''اِمام مظلوم کی شہادت کے بعد تمام بنی ہاشم کی عورتوں نے سیاہ لباس پہنے اور وہ اس طرح غم میں محو ہوئیں کہ اُنہوں نے کبھی سردی یا گرمی کی شکایت نہ کی۔ حضرت اِمام سجاد علیہ السلام ان کے طعام کا انتظام فرمایا کرتے تھے اور پانچ سال تک کسی ہاشمی شہزادیؑ نے نہ سُرمہ لگایا اور نہ خضاب لگایا، نہ کسی گھر میں آگ جلائی گئی یہاں تک کہ ابنِ زیاد قتل ہو گیا۔''

جناب فاطمہؑ بنت علیؑ سے مروی ہے:

''ہم میں سے کسی بی بیؑ نے مہندی نہیں لگائی اور کسی نے آنکھوں میں سُرمہ کی سلائی نہیں بھری اور کسی نے سر میں کنگھی نہیں کی یہاں تک کہ مختارؒ نے عبید اللہ بن زیاد کا سر قلم کر کے مدینہ بھیجا''۔ (الدمعتہ الساکبہ ص ۲۴۸، بحار جلد دہم ص ۳۱۸)

مدینۃ الرسولؐ کے نام حضرت سیدہ اُم کلثومؑ کا مرثیہ

''اے ہمارے نانا کے مدینہ! تو ہم کو قبول نہ کر کیونکہ ہم غم واندوہ لے کر

آئے ہیں۔ اے مدینہ! رسولِ خداؐ کی خدمت میں ہماری طرف سے عرض کر کہ ہم اپنے والد بزرگوار کی مصیبت میں گرفتار ہوئے۔ اے مدینہ! ہمارے مرد کربلا میں بے سر پڑے ہیں اور فرزند ہمارے ذبح ہو گئے۔ ہمارے جد کو خبر کر کہ ہم گرفتار کر کے قیدی بنائے گئے اور اے خدا کے رسولؐ! آپ کا خاندان کربلا میں بے گور و کفن پڑا ہے۔ ان کے کپڑے تک چھین لئے گئے اور حسینؑ کو شہید کیا گیا اور آپؐ کی رعایت ہمارے بارے میں نہ کی۔ اے رسولؐ اللہ! کاش آپؐ اپنی آنکھوں سے ان قیدیوں کو شتر بے پالان پر سوار دیکھتے۔ یا رسولؐ اللہ! پردہ حجاب کے بعد یہ نوبت پہنچی کہ لوگ ہمارے تماشے کے لئے آئے۔ یا رسولؐ اللہ! آپؐ ہماری حفاظت ونگہداشت فرماتے تھے، آپؐ کے بعد دُشمنوں نے ہم پر ہجوم کیا ہے۔"

راتوں کی بیداری نے ہماری بینائی چھین لی

"اے فاطمہؑ! کاش آپؑ اپنی بیٹیوں کو دیکھتیں! کہ کس طرح شہر بہ شہر اسیر کر کے پھرائی گئیں۔

اے فاطمہؑ! کاش ہم بے وارثوں کی طرف آپؑ دیکھتیں! اور کاش زین العابدینؑ کی حالت کو ملاحظہ فرماتیں!

اے فاطمہؑ! کاش آپؑ دیکھتیں کہ راتوں کی بیداری نے ہماری بینائی چھین لی ہے۔

اے فاطمہؑ! جو مصائب ہم نے دُشمنوں کے ہاتھوں برداشت کئے ہیں ان مظالم سے کہیں سوا ہیں جو آپؑ نے اپنے دُشمنوں سے اُٹھائے تھے۔

اے فاطمہؑ! اگر آپؑ زندہ ہوتیں تو ہماری حالت دیکھ کر قیامت تک

روتیں اور نوحہ کرتیں۔ ذرا بقیع میں جا کر (اے سجادؑ) فرزند حبیب خداؐ کو پکارو اور کہو: اے چچا حسن مجتبیٰؑ! آپؑ کے بھائی کے عیال و اطفال مار ڈالے گئے، اے چچاؑ! آپؑ کا ماں جایا آپؑ سے دُور کربلا کی ریت پر، بغیر سر کے آرام کر رہا ہے جس پر پرندے و درندے نوحہ و بکا کر رہے ہیں۔ اے آقا! کاش کہ آپ وہ منظر دیکھتے جبکہ بے یار و مددگار اہلِ حرم کو شتران بے کجاوہ پر تشہیر کیا جا رہا تھا۔ اس وقت آپ اپنے عیال و اطفال کو سر برہنہ دیکھتے۔ اے ہمارے ناناؐ کے مدینے! اب ہم تجھ میں رہنے کے قابل نہیں رہے کیونکہ بڑے رنج و غم لے کر آئے ہیں۔"

اب بچے ہماری گودیوں میں نہیں رہے

"جب ہم تجھ سے نکلے تھے تو تمام اہل و عیال کے ساتھ نکلے تھے اور اب جو پلٹے ہیں تو نہ مردوں کا سایہ ہمارے سروں پر ہے اور نہ بچے ہماری گودیوں میں ہیں۔ مدینہ سے نکلتے وقت ہم سب اکٹھے ہو کر نکلے تھے لیکن جب پلٹے تو سر برہنہ ہو چکے تھے۔ ہماری چادریں چھینی جا چکی تھیں۔ مدینہ سے نکلتے وقت ہم اللہ تعالیٰ کی امان میں تھے جب پلٹے تو خائف و ترساں ہیں۔ جب ہم نکلے تھے ہمارا ولی و وارث حسینؑ ہمارے سر پر موجود تھا اور اب انہیں کربلا میں دفن کر کے آ رہے ہیں۔"

ہمیں بے پالان اونٹوں پر شہر بہ شہر پھرایا گیا

"ہم وہ خانماں برباد ہیں جن کا کوئی کفیل نہیں۔ ہم اپنے بھائی کے نوحہ گر ہیں۔ ہم وہ ہیں جن کو شتران برہنہ پر در بہ در پھرایا گیا۔ ہم یاسین و طٰہٰ کی بیٹیاں ہیں۔ ہم اپنے باپ کی نوحہ گر ہیں۔ ہم وہ پاکیزہ مخدرات

ہیں جن کی طہارت پردہ خفا میں نہیں ہے۔ ہم خالص برگزیدہ ہیں۔ ہم مصائب پر صبر کرنے والے ہیں۔ ہم صدق و صفا والے ہیں۔ اے ناناً! آپؐ کی اُمت نے حسینؑ کو مار ڈالا اور آپ کی کوئی رعایت نہ کی۔ اے ناناً! دُشمن اپنی مراد کو پہنچ گئے اور ہمارے بارے میں اُنہوں نے اپنی شقاوت کی انتہا کردی۔ اُنہوں نے مخدراتؑ کی بے حرمتی کی اور بہ ظلم و قہر، ان کو اونٹوں پر پھرایا۔ اُنہوں نے زینبؑ کو خیمے سے باہر نکالا۔ فاطمہؑ گریاں ہیں۔ خیانت کاروں نے زین العابدینؑ کو ذلت کے ساتھ ہتھکڑیاں، بیڑیاں پہنائی ہیں اور ان کے قتل کا ارادہ کیا۔ ان مرنے والوں کے بعد زندگانی دُنیا پر خاک ہے کیونکہ اسی دُنیا کی خاطر ہم کو موت کا جام پلایا گیا۔ یہ ہے میری داستان غم اور میری شرح حال اے سننے والو! ہم پر گریہ و بکا کرو۔'' (بحار الانوار جلد دوم ص ۷۸)

پیغمبر اکرمؐ کی قبرِ اطہر سے گریہ کی آواز

حضرت امیر المومنینؑ کی مظلومہ بیٹی حضرت سیدہ اُم کلثومؑ نے قبر پیغمبر اکرمؐ پر بَین کرتے ہوئے عرض کیا:

''نانا بزرگوار! آپؐ پر سلام ہو! میں آپؐ کے فرزند حسینؑ کا پُرسہ دینے آئی ہوں''۔

یہ سننا تھا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس قبر سے بلند آواز کے ساتھ رونے کی آواز آئی۔ حاضرین نے رونے کی آواز سُنی تو سب کی چیخیں نکل گئیں اور مسجد نبویؐ کے در و دیوار سے رونے کی صدائیں بلند ہو گئیں۔ (کاروانِ حریت ص ۲۴۹)

حضرت اِمام زین العابدین علیہ السلام کا مختار ثقفیؒ سے رابطہ

آیت اللہ سید علی خامنہ ایؒ اپنی کتاب ''حضرت اِمام زین العابدین علیہ السلام'' مترجم

طبع کراچی کے ص ۳۴ پر لکھتے ہیں:

"ان حالات میں اگر حضرت اِمام علی ابنِ الحسین علیہ السلام یا آئمہؑ میں کوئی ہوتا اور کھل کر کسی حکومت مخالف تحریک میں شامل ہو جاتا۔ یا تلوار لے کر سامنے آ گیا ہوتا تو یقینی طور پر شیعیت کی جڑیں ہمیشہ کے لئے کٹ جائیں اور پھر آئندہ کسی زمانہ میں مکتب اہلِ بیتؑ کی نشو ونما اور ولایت و اِمامت کے قیام کی کوئی اُمید باقی نہ رہ جاتی۔ سب کچھ ختم ہو کر رہ جاتا۔

بظاہر یہی وجہ نظر آتی ہے کہ حضرت اِمام علی ابنِ الحسینؑ، مختار ثقفیؒ کے معاملہ میں ان سے کھل کر کسی طرح کی ہم آہنگی کا اعلان نہ کرتے۔

اگر چہ بعض روایات اس بات کی شاہد ہیں کہ حضرت اِمام علی ابنِ الحسینؑ کا مخفی طور پر رابطہ قائم تھا۔ چنانچہ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ حضرت اِمام علی ابنِ الحسینؑ نے علی الاعلان ان سے کبھی بھی کسی طرح کا رابطہ نہیں رکھا۔

○......○......○
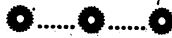
حضرت اِمام زین العابدینؑ چالیس سال تک سیدالشہداء اِمام حسینؑ کے مصائب پر گریہ فرماتے رہے، حضرت اِمام جعفر صادقؑ

مت پوچھ ان میں خون کی سُرخی ہے کس لئے؟
عابدؑ کے آنسوؤں کی کہانی طویل ہے
(اخترؔ چنیوٹی)

❁

سجادؑ کی پلکوں پہ یہ آنسو جو اُڑے ہیں
غیرت کی ہر اک شاخ پہ یاقوت جڑے ہیں
(شہید محسن نقوی)

❁

کامل الزیارات میں ابنِ قولویہ قمی رقمطراز ہیں

کامل الزیارات، تالیف ابنِ قولویہ قمی (وفات ۳۶۷ ہجری) ترجمہ سید طالب حسین طبع کراچی تفصیلی روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت اِمام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

"بہت زیادہ گریہ کرنے والے پانچ ہیں: آدمؑ، یعقوبؑ، یوسفؑ، فاطمہؑ بنتِ محمدؐ، علیؑ ابنِ الحسینؑ"۔

علیؑ ابنِ الحسینؑ نے چالیس سال اِمام حسینؑ پر گریہ کیا۔ جب آپؑ کے سامنے پانی لایا جاتا تو آپؑ گریہ فرماتے یہاں تک کہ آپؑ کے ایک غلام نے عرض کیا: یا ابن رسولؐ اللہ!

میں ڈرتا ہوں کہ کہیں روتے روتے آپؑ کی جان نہ چلی جائے؟ آپؑ نے فرمایا: میں اپنے دردِ دل اور اندوہ وغم کی شکایت اپنے اللہ تعالیٰ سے کرتا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ جو تم نہیں جانتے اور مجھے جس وقت اولادِ فاطمہؑ کی مقتل گاہ یاد آتی ہے تو مجھے گریہ گھیر لیتا ہے۔

سید ابنِ طاؤسؒ لکھتے ہیں

لہوف، سید ابنِ طاؤس (وفات ۶۶۴ ہجری) مترجم مولانا ریاض حسین جعفری طبع لاہور ص ۱۳۱، ۱۳۲ پر لکھتے ہیں:

حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ زین العابدینؑ چالیس سال اپنے باپ کی مصیبت میں روتے رہے درحالانکہ دنوں میں روزہ دار ہوتے اور راتوں میں عبادت کرتے تھے اور جب افطاری کا وقت ہوتا حضرت علیؑ ابن الحسینؑ کا غلام پانی اور کھانا آپؑ کے سامنے رکھتا تھا اور عرض کرتا: میرے مولاؑ! تناول فرمایئے۔

حضرت امام زین العابدینؑ فرماتے: "پیغمبرؐ کے بیٹے کو بھوکا پیاسہ قتل کیا گیا اور ہمیشہ یہ بات کرتے تھے اور روتے تھے۔ جب بھی کھانا اور پانی تناول فرماتے تو ان کی آنکھیں اشکوں سے پُرنم ہو جاتی تھیں اور ہمیشہ اس حالت میں رہے یہاں تک کہ دُنیا سے انتقال کر گئے"۔

الشیخ عباس قمی علیہ الرحمہ تحریر کرتے ہیں

نفس المہموم تالیف محدث الشیخ عباس قمی علیہ الرحمہ ترجمہ علامہ سید صفدر حسین نجفی اعلیٰ اللہ مقامہ ص ۶۶۳ پر لکھتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اپنے والد گرامی سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام پر چالیس سال گریہ کرتے رہے۔ دن کو روزہ رکھتے اور رات عبادت میں بسر کرتے تھے۔ جب افطار کا وقت ہوتا تو آپؑ کا خادم کھانے پینے کی چیزیں لے کر آتا اور آپؑ کے

سامنے رکھتا اور کہتا: اے مولاؑ! کھانا کھایئے۔ آپؑ فرماتے: فرزند رسولؐ اللہ! بھوکے پیاسے شہید کیے گئے اور بار بار ان الفاظ کی تکرار کرتے اور روتے جاتے یہاں تک کہ غذا آپ کے آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ پھر پانی آپؑ کے آنسوؤں سے مل جاتا، یہی آپؑ کی کیفیت رہی یہاں تک اللہ عزوجل سے جا ملے۔"

مجاہد اعظم کے مصنف لکھتے ہیں

جناب شاکر حسین امروہوی مجاہد اعظم کے ص ۳۸۹ پر لکھتے ہیں:

"بعد واقعہ سب سے زیادہ سید الساجدین علیؑ ابن الحسینؑ نے اس خونی منظر کو آنکھوں سے دیکھا تھا۔ آپؑ اس سے متاثر ہوئے اور اپنی بقیہ حیات تک جس کا زمانہ چالیس (۴۰) برس کا ہے ہمیشہ روتے رہے"۔

اِمام علیؑ ابنِ الحسینؑ نے چالیس سال تک گریہ کیا

اُستاد العلماء علامہ محمد باقر چکڑالوی مجالس المرضیہ کے ص ۱۶۰ پر لکھتے ہیں:

"حضرت اِمام علیؑ ابنِ الحسینؑ نے چالیس سال برابر اپنے باباؑ کے غم میں گریہ کیا۔ دن کو روزہ اور رات کو عبادت میں بسر کرتے تھے اور حضرت ربابؑ بھی عزاداری مولا اِمام حسینؑ کے بعد ایک سال تک زندہ رہیں اور اسی رنج وغم سے عالمِ فانی سے کوچ کیا اور اِمام حسینؑ کے بعد سایہ پر نہ بیٹھیں۔" (تذکرہ خواص الامتہ)

اُستاد العلماء علامہ محمد باقرؒ اِمام زین العابدینؑ کے چالیس برس گریہ کی تکرار فرماتے ہیں

اُستاد العلماء علامہ محمد باقر چکڑالوی "مجالس المرضیہ" کے ص ۳۰۸ پر فرماتے ہیں کہ

لوگ کہتے ہیں کہ شیعہ اور خصوصاً سید روتے اور پیٹتے کیوں ہیں؟

میں ان کو جواب دیا کرتا ہوں...... یہ نہ کہو کہ تم پیٹتے کیوں ہو! بلکہ یہ کہو کہ تم جیتے کیوں ہو؟ ہائے جس غیور، عزت دار، نوجوان کی ماں، پھوپھی اور بہن سر برہنہ درباروں اور بازاروں میں پھرائی جائیں تو وہ روئے نہیں تو کیا کرے؟ اور یہی وہ مصائب ہیں جن کی وجہ سے جناب زینبؑ خاتون کے سر کے بال ایک سال کے اندر سفید ہو گئے اور انہی مصائب کو یاد کر کے حضرت سجادؑ چالیس برس روتے رہے۔

اِمام سجادؑ اپنے باپ کے ماتم میں چالیس سال تک گریہ کرتے رہے

اُستاد العلماء علامہ محمد باقر چکڑالوی "مجالس المرضیہ" کے ص۱۸۱ پر بھی اپنی تقاریر میں بار بار فرماتے ہیں:

"حضرت سجادؑ اپنے باباؑ کے ماتم میں چالیس سال تک گریہ کرتے رہے، حالانکہ دن کو روزہ اور رات کو عبادت میں گزارتے تھے، بیشک رونے والوں میں جناب زینبؑ بھی بہت روئیں، بعد از قتل و اسیری اہلِ بیتؑ جب لاشہ ہائے شہداء پر پہنچیں تو بھائی کی لاش کی طرف غمزدہ حالت، غبار آلود چہرہ، بھوکی، پیاسی، محزون روتی ہوئی آئیں۔"

دیگر حوالہ جات

بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۴۹۔ الدمعتہ الساکبہ ج ۲ ص ۳۴۴۔ صحیفہ کربلا علی نظری منفرد ص ۴۹۴۔ نفس المہموم ص ۶۶۳، ص ۲۵۶۔ سوگنامہ آلِ محمدؐ ص ۶۷۹۔ خلاصتہ المصائب ص ۴۱۱۔ ریاض الاحزان ص ۷۷۔ مفتاح الجنۃ ص ۱۶۷۔ ریاض القدس ج ۲ ص ۷۹۶۔ سعادت الدارین طبع دوئم ص ۵۳۱۔ ناسخ ج ۶ ص ۳۵۸۔ مقام ص ۵۵۶۔ لوائج الاشجان ص ۱۹۵۔ تصویر عزا، علی حیدر نقوی طبع لاہور ص ۳۵۰۔ معالی السطین ج ۲ ص ۴۰۵۔ محرم و آداب عزا ص ۲۴۔ مناقب ج ۴ ص ۱۲۷۔ تہذیب نفس اور عہد حاضر ص ۱۰۔ جامع المصائب ص ۲۹۸۔

○......○......○

حائرِ حسینیؑ اور خاکِ شفا کی حدود خاکِ شفا کے اثرات

محسن نقوی شہید کا نذرانہ عقیدت

میں موت سے خائف ہوں نہ محشر سے ہراساں
محسنؔ میری بخشش کی سند خاکِ شفا ہے

*

ہر دَم وہ دَم ہے پھر دمِ عیسیٰؑ کی آبرو
اک بار آ گئی جسے خاکِ شفا پسند

*

ہم چھپا کر اُسے رکھتے ہیں کفن میں محسنؔ
خونِ شبیرؑ کی جس خاک سے خوشبو آئے

*

تو نجاتِ ملت بیضا کی وہ تحریر ہے
تیری مٹی ابنِ مریمؑ کے لیے اکسیر ہے

*

جب تری مٹی شہیدوں کا بچھونا ہو گئی
جوہری سب مر مٹے تجھ پر، تو "سونا" ہو گئی

*

جس کی برکت سے تُو ارضِ کبریا کہلائے گی
خاک تیری حشر تک "خاکِ شفا" کہلائے گی

حائرِ حسینیؑ سے کیا مراد ہے؟

''حائرِ حسینیؑ'' عموماً حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبرِ اطہر کے بارے میں استعمال ہوتا ہے اس سلسلے میں علامہ سید افتخار حسین نقوی النجفی نے یوں وضاحت فرمائی:

''حائر'' کے معنی حیرت میں ڈالنے والا، حیران کن ہے۔ جب اہلِ بیتؑ کے دُشمن کربلا میں پانی چھوڑ دیتے تھے تو وہ پانی قبرِ اطہر میں داخل نہ ہوتا تھا تو لوگ حیران ہو جاتے اور اس مقام کو ''حائر'' کا نام دیتے رہے اور یہ آج تک چلا آ رہا ہے''۔

حائرِ حسینیؑ سے مراد روضۂ اطہر کے گنبد کے نیچے کا مقام ہے۔ پورے کربلا کے لئے بھی ''حائر'' لکھا اور بولا جاتا ہے۔ ہمارے کئی علماء ''حائری'' لکھتے رہے ہیں یہاں سے مراد ''کربلائی'' ہے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ معصومین علیہم السلام نے ''حائرِ حسینیؑ'' یعنی گنبد اطہر کے نیچے یا قبرِ اطہر کی کتنی حدود مقرر کی ہیں۔

حائرِ حسینیؑ کی حدود کا ذکر

اسحاق بن عمار سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا: ''حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبرِ اطہر کی جگہ کی حُرمت ان لوگوں کو معلوم ہے جو اس جگہ کو جانتے ہیں''۔

میں نے کہا: فرزندِ رسولؐ! میں آپ پر قربان جاؤں مقام قبر جسے خصوصی طور پر ''حائرِ حسینیؑ'' کہتے ہیں وہ کتنا ہے؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''جہاں آج کل قبرِ اطہر ہے وہیں پر ان کے سر مبارک، پاؤں کی جانب سے اور دائیں بائیں جانب سے پچیس، پچیس ہاتھ ناپ لو، تو یہ قبرِ اطہر کی حدود شمار ہوگی۔'' (کامل الزیارات ص ۵۶۲)

فاصلے اور کرنسی کے بارے میں معلومات

فرسخ کتنا ہے؟

اس سلسلے میں، ایک مرتبہ علامہ سید اعجاز حسین کاظمی رضوان اللہ تعالیٰ سے راقم الحروف نے یہ سوال کیا تو انہوں نے بتایا کہ ایک فرسخ، تین میل تین فرلانگ اور ساٹھ گز کے فاصلے کا شمار ہوتا ہے۔

درہم و دینار کا وزن

علامہ کاظمی اعلی اللہ مقامہ سے جب درہم و دینار کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: درہم چاندی کا ہوتا تھا جس کا وزن ۴۲.۲ گرام تھا اور دینار سونے کا ہوتا تھا جو اڑھائی یا تین گرام کا ہوتا تھا۔

کربلا کو حضرت امام حسین علیہ السلام نے ساٹھ ہزار دینار میں خرید فرمایا تو اس سلسلے میں ان کی مالی حیثیت کا کچھ اندازہ تو لگایا جا سکتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حضرت امام حسین علیہ السلام تک کے مالی حالات کے بارے میں علماء کرام سے اور کتب سے رابطے میں ہوں انشاء اللہ یہ سعادت بھی حاصل ہوگی کہ واضح ہو سکے کہ یہ اپنے اپنے عہد کے امیر ترین قبیلے کے افراد تھے۔ (مرتب)

خاکِ شفا کی حدود کہاں تک ہے؟

- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ قبرِ امام حسینؑ سے کتنے فاصلے تک سے خاکِ شفا حاصل کی جائے تو آپؑ نے ارشاد فرمایا: قبرِ اطہر کی چاروں اطراف سے ایک ایک فرسخ تک قبرِ امام حسینؑ کی حرمت ہے جہاں سے چاہیں لے لیں یہ خاکِ شفا ہے۔ (کامل الزیارات ص۵۶۲، ۵۶۸، ۵۷۶)
- منصور بن عباس اپنی اسناد سے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے

ہیں کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: "اِمام حسین علیہ السلام کی قبرِ اطہر حرمت ہر چہار جانب سے پانچ، پانچ فرسخ میں ہے"۔ (کامل الزیارات ص۴۶۴)

خاکِ شفا میں ہر بیماری کی شفا ہے

- حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے: حضرت اِمام حسین علیہ السلام کی خاکِ پاک میں ہر بیماری کی شفا ہے یہ دواءِ اکسیر ہے"۔ (کامل الزیارات ص۵٦۸)
- حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے: جس شخص کو کوئی بھی کسی قسم کی بیماری ہو تو وہ خاکِ شفا سے علاج کرے تو سوائے مرض الموت کے اس کی ہر بیماری ختم ہو جائے گی۔ (ص۵٦۸)
- مکارم الاخلاق ص۳۸۴ پر یہ روایت نقل ہے کہ ایک شخص "برص" کے مرض میں مبتلا تھا تو وہ حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس گیا تو آپ نے اُسے فرمایا: "خاکِ شفا کو پانی میں ملا کر پیو تو یہ مرض جاتا رہے گا"۔
اس نے جب خاکِ شفا کو پانی میں ملا کر پیا تو اس کا مرض ختم ہو گیا۔

خاکِ شفا کا اثر نیت پر منحصر ہے

ابنِ یعفور سے روایت ہے کہ میں نے حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ فرزندِ رسولؐ ایک انسان خاکِ شفا لے جاتا ہے تو اس سے اُسے ہر فائدہ حاصل ہوتا ہے اور ایک شخص لے جاتا ہے تو اُسے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"مجھے اس اللہ کی قسم! جو "لا الٰہ الا ھو" ہے۔ خاکِ شفا کو جو بھی کوئی جتنے یقین، عقیدے اور نیت سے کھائے گا اُسے اتنا ہی وہ فائدہ دے گی"۔ (کامل الزیارات ص۵٦۷)

خاکِ شفا میں شفا ہے اور یہ باعثِ حفظ و امان ہے

حضرت اِمام علی رضا علیہ السلام نے خُراسان سے کپڑوں کی ایک گٹھڑی بھیجی اور ان کپڑوں کے درمیان تھوڑی سی خاکِ شفا رکھی۔ راوی نے پوچھا کہ فرزندِ رسولؐ! یہ کیا شئے ہے؟ آپؑ نے فرمایا: یہ کربلا کی خاکِ شفا ہے۔ انسان کی زندگی اور سامان کی حفاظت کے لئے اسے پاس رکھنا باعثِ امان ہے۔ (کامل الزیارات ص۵۷۴)

حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: ''اولاد کو پیدا ہونے کے بعد خاکِ شفا کی گھٹی دو، کیوں کہ یہ باعثِ برکت و امان ہے''۔ (کامل الزیارات ص۵۷۴)

ایک شخص نے حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: فرزندِ رسولؐ! میں خاکِ شفا کو اپنے پاس رکھتا ہوں اور اس کے ذریعے برکت طلب کرتا ہوں۔ آپؑ نے فرمایا''اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ یقیناً باعثِ برکت ہے اور خاکِ شفا ہر خوف سے امان میں رکھتی ہے''۔ (کامل الزیارات ص۵۷۵)

حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: ''خاکِ شفا ہر بیماری، جسم کی ہر درد کے لئے شفا میں اکسیر اعظم ہے''۔ (کامل الزیارات باب ۹۵، ص ۵۸۸، ۵۸۹)

خاکِ شفا کتنی مقدار میں کھائی جائے؟

حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے: اگر کوئی مومن مریض ہو اور وہ حضرت اِمام حسین علیہ السلام کی عزت و حرمت و ولایت کی معرفت کے ساتھ خاکِ شفا کو چیونٹی کے پَر کے برابر کھالے تو یہ خاکِ شفا اس کے لئے دوا بن جائے گی اور اسے صحت ملے گی۔ (کامل الزیارات ص۵۷۳)

حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''خاکِ شفا کو چنے کے دانے کے برابر کھایا جائے''۔ (کامل الزیارات ص۵۸۹)

حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان مبارک

حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام تسبیح کی تاریخ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

''حضرت زہراءؑ نے تکبیر کے عدد کے برابر ایک رسی پر (۳۴) گرہ لگائی تھیں اور اس پر ذکر پڑھتی تھیں۔ حضرت حمزہ سیدالشہداءؑ کی شہادت کے بعد ان کی قبر کی مٹی سے تسبیح بنائی جاتی تھی۔ جب اِمام حسینؑ شہید ہوئے تو لوگوں نے اس بافضیلت قبر کی مٹی کی طرف رجوع کیا اور اس سے تسبیح بنائی۔'' (مزار، شیخ مفیدؒ ص ۱۵۰، مستدرک ج ۱ ص ۲۴۸)

حضرت اِمام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا ارشاد

حضرت اِمام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

''ہمارے شیعہ چار چیزوں سے بے نیاز نہیں ہیں: جائے نماز، انگشتر، مسواک اور تسبیح خاکِ شفا۔ جس کے ۳۳ دانے ہوں جو کوئی یہ تسبیح پڑھے اور ذکرِ خدا کرے تو ہر دانے پر اسے ۴۰ نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اگر بھول جائے اور ویسے ہی تسبیح گنتا رہے تو ہر دانہ پر اسے ۲۰ نیکیاں ملتی ہیں۔'' (مزار، شیخ مفیدؒ ص ۱۵۲، مصباح المتہجد ص ۷۵۳، مستدرک ج ۱ ص ۳۴۱، بحار الانوار ج ۴۷ ص ۱۳۶-۱۳۵)

حضرت اِمام زمانہؑ فرماتے ہیں

مرحوم احمد طبرسیؒ لکھتے ہیں کہ اِمام زمانؑ سے تربتِ اِمام حسینؑ پر تسبیح پڑھنے اور اس کی فضیلت کے بارے میں سوال کیا گیا تو جواب میں آنحضرتؑ نے فرمایا:

''ہاں جائز ہے اور کوئی تسبیح بھی اس سے زیادہ فضیلت نہیں رکھتی۔ اس

محدثین، مفسرین اہل بیتؑ، مراجع عظام خاکِ شفا کے اثرات کے بارے میں اپنے تجربات و مشاہدات بیان فرماتے ہیں

حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان مبارک

حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام تسبیح کی تاریخ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

''حضرت زہراؑ نے تکبیر کے عدد کے برابر ایک رسی پر (۳۴) گرہ لگائی تھیں اور اس پر ذکر پڑھتی تھیں۔ حضرت حمزہ سیدالشہداءؑ کی شہادت کے بعد ان کی قبر کی مٹی سے تسبیح بنائی جاتی تھی۔ جب اِمام حسینؑ شہید ہوئے تو لوگوں نے اس بافضیلت قبر کی مٹی کی طرف رجوع کیا اور اس سے تسبیح بنائی۔'' (مزار، شیخ مفیدؒ ص۱۵۰، مستدرک ج۱ص۲۴۸)

حضرت اِمام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا ارشاد

حضرت اِمام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا:

''ہمارے شیعہ چار چیزوں سے بے نیاز نہیں ہیں: جائے نماز، انگشتر، مسواک اور تسبیح خاکِ شفا۔ جس کے ۳۳ دانے ہوں جو کوئی یہ تسبیح پڑھے اور ذکرِ خدا کرے تو ہر دانے پر اسے ۴۰ نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اگر بھول جائے اور ویسے ہی تسبیح گنتا رہے تو ہر دانہ پر اسے ۲۰ نیکیاں ملتی ہیں۔'' (مزار، شیخ مفیدؒ ص۱۵۲، مصباح المتہجد ص۷۵۳، مستدرک ج۱ ص۳۴۱، بحارالانوار ج۴۷ص۱۳۶-۱۳۵)

حضرت اِمام زمانہؑ فرماتے ہیں

مرحوم احمد طبرسیؒ لکھتے ہیں کہ اِمام زمانؑ سے تربتِ اِمام حسینؑ پر تسبیح پڑھنے اور اس کی فضیلت کے بارے میں سوال کیا گیا تو جواب میں آنحضرتؑ نے فرمایا:

''ہاں جائز ہے اور کوئی تسبیح بھی اس سے زیادہ فضیلت نہیں رکھتی۔ اس

کے جملہ فضائل میں یہ بھی ہے کہ اگر صاحبِ تسبیح ذکر فراموش بھی کردے تو ذکر اور تسبیح کا ثواب اس کے لئے لکھا جائے گا"۔ (احتجاج ص ۴۸۹، وسائل ج ۴ ص ۱۰۳۴۔۱۰۳۳، بحار الانوار ج ۵۳ ص ۱۶۵)

خاکِ شفا کی تسبیح کی فضیلت

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہاتھ میں ایک تسبیح دیکھی گئی اور اس کے بارے میں سوال کیا گیا۔ حضرتؑ نے فرمایا "میرے لئے یہ تسبیح بہت فائدہ مند ہے"۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

"اگر کسی کے پاس یہ تسبیح ہو تو اگر وہ ذکر و تسبیح نہ بھی کرتا ہو تو خداوند اُسے تسبیح اور ذکر کرنے والوں میں شمار کرتا ہے۔" (مزار شیخ مفید ص ۱۵۱، مستدرک ج ۲ ص ۲۲۲)

انہی حضرتؑ سے ایک دوسری روایت ہے:

"ایک مکمل تسبیح استغفار یا کوئی دوسرا ذکر پڑھے تو خداوند ۷۰ گنا اجر اس کیلئے لکھ دے گا اور اگر ذکر نہ پڑھے تو ایک دانے کے بدلے ۷ گنا ثواب (ذکر و تسبیح) کا دیا جائے۔" (مزار شیخ مفید ص ۱۵۰، مصباح المتہجد ص ۷۳۲، وسائل ج ۴ ص ۱۰۳۳، بحار الانوار ج ۸۵ ص ۳۳۴)

انہی حضرتؑ سے ایک اور روایت میں ہے:

"اگر تسبیح خاکِ شفا ایک مرتبہ پڑھے تو خداوند تعالیٰ اس کے لئے ۴۰۰ نیکیاں لکھتا ہے۔ ۴۰۰ گناہ معاف ہوتے ہیں ۴۰۰ حاجات پوری ہوتی ہیں اور ۴۰۰ درجے بلند ہوتے ہیں۔ پس فرمایا: دھاگے کا رنگ نیلا اور

۳۴ دانے ہوں چونکہ تسبیح حضرت زہراءؑ جو خاکِ تربت حضرت حمزہ سید الشہداءؑ سے بنائی گئی تھیں ایسی ہی تھی اور آپؑ ہر نماز کے بعد اس پر تسبیح و ذکر پڑھتی تھیں۔" (بحار الانوار ج ۸۵ ص ۳۴۰، مستدرک ج ۱ ص ۳۴۱)

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا:

"اگر کوئی تسبیح خاکِ شفا پر "سبحان اللہ، الحمد للہ اور لا الہ الا اللہ واللہ اکبر" کہے تو خداوند تعالیٰ ہزار دانے پر اسے چھ ہزار (۶۰۰۰) نیکیاں عطا فرمائے، ۶۰۰۰ گناہ محو ہوں، ۶۰۰۰ درجے بلند ہوں اور ۶۰۰۰ بخشش اس کیلئے مقرر کرے گا"۔(مزار شیخ مفیدؒ ص ۱۸۱، بحار الانوار ج ۸۵ ص ۳۴۰، مستدرک ج ۱ ص ۲۴۸)

o......o......o

محدثین، مفسرین اہل بیتؑ، مراجع عظام خاکِ شفا کے اثرات کے بارے میں اپنے تجربات و مشاہدات بیان فرماتے ہیں

مخاطب کو اپنے معانی و مطالب سمجھانے کے لیے ایک راستہ مثال بیان کرنا ہے۔ دانشوران اپنے مطالب علمی بیان کرنے اور سمجھانے کے لیے مثال سے مفہوم کو واضح کرتے ہیں۔ خدائے تعالٰی نے بھی قرآنِ مجید میں گذشتہ اُمتوں کے واقعات مثال کے طور پر بیان کیے تاکہ ہم عبرت و سبق حاصل کرسکیں۔ بلاشبہ واقعہ (حکایت) معانی و مطالب کو سمجھنے اور ذہن پر ان کا نقش قائم کرنے میں مدد دیتا ہے۔ جب ایک واقعہ پڑھایا سنا جائے تو گردو پیش سے اس کے متعلق منفی یا مثبت اظہار رائے بھی کیا جاتا ہے اور بعض اوقات اپنے آپ کو اس کی جگہ محسوس کیا جاتا ہے اور اس کی زندگی کا بخوبی مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ خاکِ کربلا اور حرمِ اِمامِ حسین علیہ السلام کے متعلق علماء و بزرگوں سے بیشتر واقعات نقل کیے گئے ہیں، جن کو سُن کر ہم آپؑ کی عظمت اور خاکِ کربلا کے معجزات سے آگاہ ہوتے ہیں اور یہ ہمارے پیشواؤں کے احکامات پر ایمان و عقیدہ کی تقویت کا باعث بھی ہوتے ہیں۔

خاکِ شفا کے اثرات کو زیادہ سے زیادہ بیان کریں

جلیل القدر عالم محدث قمی فرماتے ہیں:

"اس خاکِ مقدس سے جو واقعات رونما ہوتے ہیں ان کو زیادہ سے زیادہ بیان کیا جائے"۔ (مفاتیح الجنان ص ۴۷۰ آداب تربت)

مصنف لکھتے ہیں:

"ہماری مختصر تحریر خاکِ شفا سے وابستہ واقعات سے خالی نہ ہو اس لیے چند مستند روایات ذکر کی جاتی ہیں"۔

خاکِ کربلا ہمارے عقیدے کی حقانیت پر دلیل ہے

صفوی دور میں ایک یورپی دانشور، اصفہان آیا چونکہ وہ علم حساب، ہیئت اور نجوم وغیرہ میں بہت مہارت رکھتا تھا اس لیے لوگوں کو پیش آنے والے واقعات کی پیشگوئی کرتا تھا۔ یہ شخص بادشاہِ وقت کے پاس گیا اور حضور ختمی المرتبتؐ کی نبوت پر دلیل دی، اس پر بادشاہ نے ایک شیعہ عالم دین فیض کاشانی کو طلب کیا کہ اس سے مناظرہ کریں۔ جب مجمع جمع ہو گیا تو فیض کاشانی نے اس کی طرف دیکھ کر کہا: تمہارا بادشاہ کس قدر کم ذہن اور چھوٹی سوچ کا ہے کہ اس نے اتنے اہم مسئلے کے حل کے لیے تمہیں بھیجا ہے؟

فرنگی دانشور نے غصہ سے کہا: ''اے مسلمانوں کے عالم! اپنی قدر پہچانو اور اپنی حد میں رہ کر بات کرو! حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی ماں کی قسم! اگر تم میرے علوم و کمالات سے آگاہ ہوتے تو یقین کر لیتے کہ دُنیا کی کسی عورت نے مجھ سا بیٹا پیدا نہیں کیا''۔

محقق کاشانی اپنا ہاتھ پہلو میں لے گئے اور کوئی چیز نکالی اور کہا: بتاؤ میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ وہ سوچ میں ڈوب گیا اور اس کا رنگ متغیر ہو گیا۔ محقق کاشانی نے کہا: کتنی جلدی تیری جہالت و نادانی ظاہر ہو گئی اور تیرا دعویٰ باطل ہو گیا۔ اس نے جواب میں کہا: عیسیٰؑ اور ان کی مقدس ماں کی قسم! میں جانتا ہوں کہ آپ کے ہاتھ میں کیا ہے؟ لیکن میرے خاموش رہنے کا کچھ اور سبب ہے۔ اس سے یہ سبب دریافت کیا گیا تو اس نے کہا: جانتا ہوں آپ کے ہاتھ میں خاکِ بہشت ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ آپ کے ہاتھ میں کیسے پہنچی؟

فیض کاشانی نے کہا: ممکن ہے کہ تمہارا حساب غلط ہو گیا ہو۔

اس نے کہا: عیسیٰؑ اور ان کی مقدس ماں کی قسم میں نے کوئی غلطی نہیں کی۔

محقق کاشانی نے کہا: ہاں اس ہاتھ میں خاکِ کربلا قبر سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام ہے۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: کربلا بہشت کا ایک ٹکڑا ہے اس طرح وہ عیسائیت سے دستبردار ہوا اور خاکِ شفا کی برکت سے مشرف بہ اسلام ہوا۔ (خلاصہ و تصرف از اسرار الشہادۃ ص ۱۶۰۔

۱۵۰،خزینۃ الجواہر ص ۵۹۲، قصص العلماء ص ۳۲۲)

حجاز کے شریف کو شفا ملنا اور شیعہ ہونا

اہلِ تشیع کے مرجع تقلید اور بزرگ علماء میں سے حضرت علامہ مرعشی نجفی نقل کرتے ہیں کہ مکہ کا شریف جو حسنی سادات اور اہلِ سنت میں سے تھا۔ ناصرالدین شاہ قاچار کے زمانے میں ایران آیا اور امیر کبیر کا مہمان بنا۔ امیر کبیر نے اس کے اعزاز میں دعوت کی اور اس میں علماء کو بھی مدعو کیا گیا۔ جب دستر خوان پر کھانے کے لیے امیر کبیر نے دعوت دی تو اس نے معذرت چاہی اور کہا کہ ہم عرب لوگوں میں ایک رسم ہے۔ اگر مہمان کسی چیز کی فرمائش کرے اور جب تک میزبان اُسے پورا نہ کرے وہ کھانا کھانے سے اجتناب کرے، لہٰذا میری بھی آپ سے ایک خواہش ہے۔ امیر کبیر نے دریافت کیا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: میں آپ سے ایسی غذا تیار کرنے والا خانساماں چاہتا ہوں۔

امیر کبیر نے اس کی خواہش کو پورا کیا اور کھانا کھانے کے بعد اس کنیز کو اطلاع دی، جس نے کھانا تیار کیا تھا۔ وہ پریشان ہوئی اور کہا: میں شیعہ ہوں اور کس طرح غیر عقیدہ لوگوں کے ساتھ میں زندگی گزار سکوں گی؟ لیکن معاملہ گزر گیا اور شریف اسے اپنے ساتھ حجاز لے گیا۔ کچھ عرصہ بعد شریف، آنکھوں کی شدید بیماری میں مبتلا ہوا، اور تمام ڈاکٹر اس کا علاج کرنے میں ناکام رہے۔ اس نے بیشتر دُعائیں اور واسطے دیے مگر اس کی بینائی جاتی رہی۔ اس نے اپنی ایرانی کنیز سے بھی ذکر کیا تو اس نے تھوڑی سی خاکِ شفا قبر امامِ حسین علیہ السلام شریف کی آنکھوں پر مل دی جس سے اس کی بینائی واپس آ گئی۔

شریف نے پوچھا: تم نے کیا جادوگری کی ہے؟

اس نے جواب میں کہا: میں خدا سے پناہ مانگتی ہوں۔

پوچھا: پس وہ کیا چیز تھی؟

اس نے کہا: اس بات کو چھوڑو۔

شریف نے جب زیادہ اصرار کیا تو اس شیعہ لڑکی نے کہا: مجھ سے وعدہ کرو کہ میں امان وسلامتی میں رہوں گی تو حقیقت بیان کروں۔

شریف نے کہا: تم امان میں ہو اور میری جانب سے تمہیں کوئی اذیت نہیں دی جائے گی۔ اس لڑکی نے کہا: ہم شیعہ لوگ جب تمام صورتحال سے ناچار ہو جاتے ہیں تو خاکِ قبرِ امام حسین علیہ السلام سے شفا طلب کرتے ہیں اور آپ کی آنکھوں پر ملی جانے والی چیز بھی یہی مٹی تھی۔ شریف اس واقعہ کے بعد شیعہ ہو گیا اور اپنے احباب کو اس کی اطلاع دی اور ان سے بھی مکتب تشیع اختیار کرنے کی درخواست کی۔

خاکِ شفا کا تمسخر اُڑانے کی سزا

شیخ طوسیؒ نقل کرتے ہیں کہ موسیٰ بن عبدالعزیز کہتا ہے: یوحنا نصرانی جو ایک طبیب تھا، اس نے مجھے پیغمبر اکرمؐ اور دین کی قسم دے کر پوچھا کہ تمہارے شیعوں کا ایک گروہ قصر ابنِ ھبیرہ میں ایک قبر کی زیارت کو ہمیشہ آتے ہیں یہ کس کی قبر ہے؟ کیا یہ تمہارے پیغمبرؐ کے نواسے کی قبر ہے؟ اس نے کہا: تمہارا اس سے کیا مطلب ہے؟ اس نے کہا: اس کے متعلق ایک حیرت انگیز بات ہے۔

سابور کبیر نے خادمِ ہارون رشید کو میرے پاس بھیجا اور ہم رات کو اس کے ساتھ موسیٰ بن عیسیٰ ہاشمی کے پاس گئے اور دیکھا کہ اس کی عقل زائل ہو چکی ہے۔ تکیہ سے ٹیک لگائے ہوئے تھا اور اس کے سامنے ایک طشت رکھا ہے جس میں اس کی انتڑیاں دیکھائی دیتی تھیں۔

سابور نے اس کے ایک قریبی ساتھی سے پوچھا: اس کی یہ حالت کیسے ہوئی ہے؟ اس نے جواب دیا: وہ اپنے دوستوں کے ساتھ ٹھیک ٹھاک حالت میں بیٹھا تھا کہ حضرت امام حسین ابنِ علی علیہ السلام کا ذکر چل پڑا۔ موسیٰ نے کہا: رافضیوں نے ان کے بارے میں اس حد تک غلو کر دیا کہ ان کی قبر کی مٹی کو بیماریوں کے لیے بطور علاج استعمال کرتے ہیں۔

ان میں سے ایک بنی ہاشم بھی موجود تھا، اس نے کہا: ایک دفعہ میں سخت بیمار ہو گیا اور

اس کا کوئی علاج نہ ہو سکا، مجھے کہا گیا کہ یہ خاکِ کربلا استعمال کرو۔ پس خداوند نے مجھے خاکِ شفا کے استعمال سے بیماری سے نجات دے دی۔ موسیٰ نے کہا: کیا اس مٹی کی کچھ مقدار تمہارے پاس موجود ہے؟ اس ہاشمی شخص نے کچھ مٹی منگوا کر اس شخص کو دی مگر اس نے شیعوں اور اِمام حسین علیہ السلام کی توہین و تمسخر کی غرض اس کی بے حرمتی کی (جو نا قابلِ بیان ہے)۔ اس توہین کے ساتھ ہی اس نے آہ و فریاد بلند کی: "آگ، آگ" فوراً طشت لایا جائے۔ جب طشت لایا گیا تو اس کی انتڑیاں باہر گر پڑیں جو تمام یہاں دیکھ رہے ہو۔ یوحنا کہتا ہے: وہ اس دردناک حالت میں اسی رات کی صبح ہلاک ہو گیا۔ راوی کہتا ہے کہ یوحنا جو ابھی تک نصرانی تھا، زیارت اِمام حسین علیہ السلام سے مشرف ہوا اور کچھ عرصہ بعد (خاکِ شفا کی برکت سے) اُس نے اسلام قبول کرلیا۔ (خرائج ص ۸۷۴،۸۷۳۔ مناقب ج ۴ص ۶۴۔ بحارالانوار، ج ۴۵ص ۴۰۰،۳۹۹)

قبر سیدالشہداء کی بے حرمتی کے نتائج

بزرگ عالم دین اور مصنف شیخ محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی (وفات: ۵۸۸ھ ق) لکھتے ہیں: ابطہ اور نطنزی (جو اہلِ سنت سے ہیں) نے ابوعبدالرحمان بن احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ میرے چچا نے کہا: ایک شخص نے قبر حضرت اِمام حسین علیہ السلام کے قریب ایک عمل سرانجام دیا جو توہین میں شمار ہوتا تھا (مصنف بیان کرنے سے قاصر ہے)۔ اس کا ربد کے سبب وہ اور اس کا خاندان دیوانگی، برص اور جذام میں مبتلا ہو گیا اور اس بیماری کے مضمرات آج تک اس نسل میں باقی ہیں (مناقب: ج ۴ص ۶۴، بحارالانوار ج ۴۵ص ۴۰۱)۔

بزرگوں کا خاکِ کربلا کے احترام کا طریقہ

ہمارے بہت بڑے مرجع اور محقق اردبیلی کے حالات زندگی میں نقل ہے کہ جب وہ کربلا میں تھے تو چونکہ اس کو خاکِ شفا جانتے تھے اس لیے اس پر گندگی وغیرہ گرانے سے اجتناب کرتے تھے لہٰذا انہوں نے کھال کا ایک تھیلہ (جسے وہ خیک کہتے تھے) تیار کیا۔ اسے

رفع حاجات کیلئے استعمال کرتے تھے اور کچھ عرصہ بعد چار(۴) فرسخ فاصلہ سے باہر خالی کرتے تھے (قصص العلماء ص ۳۴۲)۔

خاکِ شفا کی سجدہ گاہ کے احترام وحفاظت میں کوتاہی کا نتیجہ

فاضل محدث نوری فرماتے ہیں: ایک دن میری ماں نے دیکھا کہ میرے ایک بھائی نے خاکِ شفا کو اپنی قبا کے نیچے والی جیب میں ڈالا ہوا ہے، اس عمل سے وہ ناراض ہوئیں اور کہا: یہ عمل خاکِ شفا کی بے حرمتی کے مترادف ہے، ممکن ہے بیٹھنے کے وقت نیچے آ کر ٹوٹ جائے، لہٰذا انہوں نے اسے اس کام سے منع کیا۔ بھائی نے اعتراف کیا کہ اس سے پہلے بھی دو سجدہ گاہیں ٹوٹ چکی ہیں۔ اس نے آئندہ احتیاط کرنے کا وعدہ کیا۔

والد صاحب جو اس واقعہ سے بے خبر تھے عالمِ خواب میں دیکھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام ان سے ملاقات کے لیے ان کے کتابخانے تشریف لائے اور فرمایا: تم اپنے فرزندوں کو بلاؤ تاکہ انہیں کچھ انعام واکرام دوں۔ میرے پانچ بیٹے آ گئے۔ حضرت انہیں آواز دیتے جاتے اور اپنے سامنے رکھے انعامات عطا فرماتے جاتے۔ جب برادرِ مذکور کی نوبت آئی تو حضرت نے غضبناک ہو کر اسے دیکھا اور میرے والد سے فرمایا: تمہارے اس بیٹے نے میری قبر کی مٹی کی دو سجدہ گاہیں اپنی ران کے نیچے رکھ کر توڑ دیں ہیں۔ آپؑ نے اسے دوسرے بھائیوں کی طرح آواز نہ دی بلکہ کوئی چیز اس کی طرف پھینک دی۔ (خلاصہ از دار السلام: ج۲ ص ۲۸۳، مفاتیح الجنان ص ۴۸۴ آداب تربت)

خاکِ شفا سے علاج

مرحوم شیخ طوسیؒ اور دیگر اس طرح نقل کرتے ہیں: اہلِ سنت میں سے ایک شخص خاکِ شفا حضرت امام حسین علیہ السلام کو ہر درد کی شفا کے بارے میں یوں محوِ گفتگو تھا: ''بہت عرصہ سے میرے دل میں درد ہوتا تھا، جس قدر علاج کروایا مجھے افاقہ نہ ہوا یہاں تک کہ مایوس ہو کر مرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ اہلِ کوفہ میں سلمہ نامی عورت ہمارے گھر آئی تو میری بیماری

شدت اختیار کر گئی تھی۔ اس نے کہا: اس طرح روز بروز تمہاری بیماری بڑھتی جارہی ہے۔ میں نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: تم علاج چاہتے ہو کہ خداوند کریم تمہیں شفا عنایت کرے؟ میں نے کہا: ہاں۔ پس اس نے پانی کا ایک جام مجھے دیا جس کے پینے سے مجھے تسکین ہوئی اور ابھی تک میں ٹھیک ہوں۔ وہ دو مرتبہ میرے پاس آئی۔ میں نے پوچھا: اے سلمہ! خدا کے لیے بتاؤ کہ تم نے مجھے کیا چیز دی کہ مجھے شفا نصیب ہوئی؟ اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی تسبیح کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: یہ اس ایک تسبیح کا ایک دانہ تھا اور یہ تسبیح خاکِ قبرِ امام حسین علیہ السلام سے تیار کی گئی ہے۔

میں نے اس سے کہا: اے رافضی! تم نے میرا علاج قبرِ امام حسین علیہ السلام کی مٹی سے کیا؟ وہ غضبناک ہو کر چلی گئی (اس کے بعد دو مرتبہ)۔ میری بیماری اور دل کے درد نے شدت اختیار کر لی اور میں ابھی تک اس مصیبت و تکلیف میں مبتلا ہوں اور خدا کی قسم! مجھے ڈر ہے کہ اسی بیماری سے میری موت واقع ہو جائے گی (خلاصہ مناقب ج ۴ ص ۶۴، خرائج ص ۸۷۳، بحار الانوار ج ۴۵ ص ۳۹۹، عوالم ج ۱۷ ص ۱۲۷، امالی شیخ طوسی سے نقل کیا، ج ۱ ص ۳۲۷، ان مصادر میں تھوڑا بہت اختلاف پایا جاتا ہے مگر مطالب و معانی واضح ہیں)۔

خاکِ شفا کا سُرمہ

محدث کبیر سید نعمت اللہ جزائری اپنی شرح حال میں لکھتے ہیں:

"ہم کاظمین سے کربلا گئے...... اِمام حسین علیہ السلام کے پاؤں مبارک کی طرف سے کچھ مٹی اُٹھالی...... اسے اپنی آنکھ سے لگایا۔ اس روز سے میری بینائی روشن ہو گئی اور نہ صرف قوت مطالعہ پیدا ہو گئی بلکہ اس میں اضافہ بھی ہو گیا۔ اب جب میری آنکھ میں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو سُرمہ کے طور پر اس کو استعمال کرتا ہوں اور بس یہی میری دوا ہے۔" (قصص العلماء ص ۴۴۷، فوائد الرضویہ ص ۶۹۵)

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

"کچھ عرصہ سے میری بینائی کمزور ہو گئی، میں گنبد کے نیچے بارگاہ سیدالشہداءؑ میں زیارت کے لیے گیا، کچھ زائرین باہر تھے جب کہ خدامِ حرمِ مطہر میں جاروب کشی میں مشغول تھے، اتنا گردوغبار پیدا ہوا کہ یہاں پر موجود لوگ ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ میں اور ایک گروہ نے اپنی آنکھیں کھولیں تاکہ یہ گرد و غبار ہماری آنکھوں میں جائے۔ ابھی ہم حرم سے باہر بھی نہ آئے تھے کہ میری دونوں آنکھیں روشن ہوگئیں اور اس وقت سے لے کر اب تک کوئی علاج نہیں کروایا سوائے یہ کہ اپنی آنکھوں میں خاکِ شفا کا سُرمہ استعمال کیا۔"

خاکِ شفا سے پُرتلاطم سمندر کا پُرسکون ہونا

مرحوم حاج کاظم بوشہری نقل کرتے ہیں:

"ہم کویت کی بندرگاہ سے کراچی یا بمبئی جا رہے تھے کہ راستے میں شدید سمندری طوفان آ گیا اور لاؤڈ سپیکر سے اعلان کیا گیا کہ ہم اس حادثے کی پیشگی اطلاع نہ دے سکے اگر کسی کے پاس خاکِ کربلا ہے تو ہمارے پاس آ جائے۔ میں تعجب سے آگے بڑھا اور کہا: خاکِ کربلا کیا کرو گے؟ اس نے کہا: اس کو سمندر میں ڈالیں گے تاکہ یہ تلاطم ختم ہو جائے۔ میں نے خاکِ کربلا کو جیب سے نکال کر انہیں دیا۔ اُنہوں نے اُسے سمندر میں پھینک دیا جس کے ساتھ ہی تلاطم تھم گیا اور طوفان ختم ہوگیا۔ جہاز ران جو ایک مسیحی تھا اس نے کہا: مجھے نہیں معلوم کہ اس خاک میں کیا راز اور خصوصیت چھپی ہوئی ہے؟ لیکن جب ہمیں اس کے بارے میں بتایا گیا اور ہم نے تجربہ کیا تو یہ مٹی موجوں کے تلاطم کو

خاموش کرنے کا باعث ثابت ہوئی۔"

فرہاد میرزا کی روایت

کتاب "قمقام زخار" کے مصنف مرحوم فرہاد میرزا سے نقل کیا گیا ہے:

"سفر کے دوران جب ہم سمندری طوفان میں گھر گئے تو کچھ خاکِ کربلا کو پانی میں ڈالنے سے یقینی ہلاکت سے نجات حاصل کر لی۔" (نجاۃ الامۃ ص۱۶۲)

قم کے دریا کی طغیانی کا تھم جانا

نقل کرتے ہیں کہ گرانقدر شیعہ عالم دین مرحوم حاج شیخ عبدالکریم حائریؒ کے زمانے میں قم کے دریا میں طغیانی آ گئی۔ مرحوم شیخ ابوالقاسم قمی نے کچھ خاکِ کربلا اس میں ڈالی جس سے طغیانی ختم ہو گئی۔

شیخ کفعمی فرماتے ہیں

سمندر کو پُرسکون رکھنے کے لیے دوسری اشیاء میں سے ایک خاکِ قبرِ امام حسین علیہ السلام ہے اور یہ بات تجربے سے ثابت ہو چکی ہے۔ (مستدرک ج۸ ص۲۳۷)

عصر حاضر کے مصنفین میں سے ایک لکھتے ہیں:

"تجربے سے ثابت ہوا ہے کہ جب بھی سمندر میں طوفان آ جائے تو تھوڑی سی خاکِ قبرِ امام حسین علیہ السلام سمندر میں ڈال دی جائے تو اسی لمحہ سمندر پُرسکون ہو جائے گا۔ حُجّاج کی ایک جماعت جو سمندر کے راستے سفر کرتی تھی اور ان میں میرے استاد کے والد بھی موجود تھے، اس واقعے کے چشم دید گواہ ہیں۔" (احسن الجزاء ج۲ ص۲۰۶، دوائر المعارف کاظمی سے منقول ص۹۲)

خاکِ کربلا کے وسیلے سے حفظِ آبرو

علامہ حلیؒ لکھتے ہیں:

''حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں ایک بدکار اور زانی عورت زنا سے پیدا ہونے والی اولاد کو آگ میں جلا دیتی تھی تا کہ اس کے عزیز و اقارب اس کی بدکاری سے آگاہ نہ ہو جائیں اور اس کی ماں کے علاوہ کسی کو اس فعل کی خبر نہ ہو سکے۔ جب وہ دُنیا سے چل بسی تو سپردِ خاک کرنے کے لیے جنازہ اُٹھایا گیا تو زمین نے اُسے قبول نہیں کیا اور لاش کو باہر پھینک دیا۔ ایک اور جگہ کا انتخاب کیا گیا مگر زمین نے اُسے قبول نہ کیا۔ بالآخر وہ لوگ حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں پیش ہوئے اور واقعہ عرض کیا۔ آپؑ نے اس کی ماں سے دریافت کیا کہ تیری بیٹی نے کون سا گناہ کیا ہے؟ اس نے سارا واقعہ بیان کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا: زمین نے تیری بیٹی کو اس لیے قبول نہیں کیا کہ اس نے خلق خدا کو وہ عذاب دیا جو کہ صرف ذاتِ احدیت کے لیے مخصوص ہے۔ آپؑ نے فرمایا: ''کچھ خاکِ تربت سیدالشہداءؑ کی اس کے ساتھ اس کی قبر میں رکھ دو تا کہ زمین اسے قبول کرلے''۔ انہوں نے آپؑ کے اس حکم کی تعمیل کی اور زمین نے اسے قبول کر لیا'' (منتہی المطلب ج۱ص۴۶۱، وسائل ج۲ص۷۴۲، بحارالانوار ج۸۲ص۴۵، یہ واقعہ بہت سی فقہی کتب میں آدابِ دفن میت کے ضمن میں آیا ہے)۔

خاکِ کربلا کے وسیلے سے مشکل کا حل ہونا

جناب عبدالحسین رضوی نے نقل کیا ہے:

''ہمارے طالبعلمی کے زمانے میں ایک بدکار عورت فریب سے پاکدامن عورتوں کے روپ میں حضرت معصومہ قمؑ کی زیارت کے لیے آئی، چونکہ دونوں ہاتھوں سے ضریح مطہر حضرت معصومہؑ کو پکڑا ہوا تھا، اس لیے وہ ضریح کے ساتھ چپک کے رہ گئے اور انہیں کسی بھی طریقہ سے ضُریح سے جدا نہیں کیا جا سکا۔ میں آیت اللہ حجت کی خدمت میں شرفیاب ہوا، اور اس مشکل کا حل دریافت کیا۔ آیت اللہ حُجت نے فرمایا: خاکِ کربلا حضرت سیدالشہداءؑ کی تھوڑی سی مقدار کو پانی میں حل کر کے اس بدانجام عورت کے ہاتھ پر ڈال دو، کیونکہ یہ تمام تکالیف و درد میں نجات و امان ہے۔ جب مٹی ملا پانی اس کے ہاتھوں پر ڈالا گیا تو اس کے ہاتھ ضریح سے الگ ہوئے، کیونکہ یہ عورت حضرت معصومہؑ کے غضب کا شکار ہوئی تھی۔ اس واقعہ کے بعد پاگل ہوگئی۔ ہر وقت گلی و کوچہ میں پھرتی رہتی تھی اور دوسروں کے لیے باعث عبرت بن گئی تھی۔ ایک روز وہ گاڑی کے نیچے آ کر مر گئی۔'' (کریمہ اہلِ بیتؑ ص ۲۸۸)

خاکِ کربلا کا خون آلود ہونا

مرحوم شیخ محمود عراقی لکھتے ہیں:

''مرحوم ملا عبدالحسین خوانساری نے کہا: سید علی طباطبائی (صاحب ریاض) کے فرزند مرحوم سید مہدی بیمار ہو گئے۔ دو عادل علماء کو بھیجا گیا،

تا کہ غسل کریں اور جامۂ احرام کے ساتھ حرم اطہر امام حسین علیہ السلام کے تہہ خانے میں جائیں اور کچھ خاکِ شفا مخصوص اعمال و آداب کے ساتھ لے آئیں۔ ان دو افراد کی گواہی کے بعد کہ یہ خاک قبر مطہر ہے ایک چنے کے برابر خاک کو تناول کریں۔ وہ سیّد کی فرمائش پر عمل کرتے ہوئے مٹی لے آئے۔ کیونکہ کچھ زیادہ تھی لہٰذا باقی حاضرین کو بھی دی گئی۔ ان میں سے ایک قابلِ اعتماد شخص تھا جس کے پاس باقی ماندہ خاک موجود تھی۔ موت کے وقت اس نے مجھے دی اور میں نے بھی اسے کفن میں رکھ دیا، جسے میری ماں نے اپنے لیے تیار کیا تھا۔

روز عاشور میری نظر اس کفن پر پڑی تو دیکھا کہ مرطوب (گیلا) ہے۔ کفن کو کھولا تو دیکھا کہ گہرے رنگ کا خون تھا۔ ۱۱محرم کے دن ۲ مرتبہ کفن کھول کر دیکھا کہ مٹی خشک اور سفید ہو گئی ہے لیکن خون کا رنگ اور اثر کفن پر باقی ہے۔ بعد کے آنے والے سالوں میں بھی یوم عاشور کو اس مٹی میں تبدیلی رونما ہوئی۔ میں سمجھ گیا کہ خاکِ قبرِ امام حسین علیہ السلام جہاں کہیں بھی ہو روز عاشور خون کی شکل اختیار کر لیتی ہے" (تلخیص و تصرف از دارالسلام عراقی ص ۵۴۴، یہی واقعہ دوسرے دو واقعات کے ساتھ داستانہای شگفت: ص ۲۸۰ پر رجوع کریں)۔

خاکِ کربلا پر سجدہ کرنے سے ساتوں حجابات دور ہوتے ہیں

شیخ طوسیؒ (وفات ۴۶۰ھ) و قطب راوندی (وفات ۵۷۳ھ) معاویہ بن عمار سے نقل کرتے ہیں:

"حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس ایک زرد رنگ کا تھیلا تھا

جس میں خاکِ قبرِ امام حسین علیہ السلام رکھتے تھے، نماز کے وقت اُسے جائے نماز پر رکھتے اور اس پر سجدہ کرتے اور فرماتے: ''تربت (خاک قبر) ابا عبداللہ الحسینؑ پر سجدہ کرنے سے ساتوں حجابات دور ہوتے ہیں''۔ (بحار الانوار ج ۵۸ ص ۱۵۳، ج ۱۰۱ ص ۱۳۵)

حضرت امام جعفر صادقؑ صرف خاکِ کربلا پر سجدہ فرماتے تھے

شیخ دیلمی (وفات ۷۷۱ھ) نے فرمایا:

''حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام خدائے تعالیٰ کے سامنے خشوع و خضوع کے اظہار کے لئے خاکِ شفا امام حسینؑ کے علاوہ کسی چیز پر سجدہ نہیں کرتے تھے۔'' (ارشاد القلوب ج ۱۱۵، وسائل ج ۳ ص ۶۰۸، بحار الانوار ج ۸۵ ص ۱۵۱)

شیخ احمد طبرسیؒ (متوفی قرن ششم) وقطب راوندی (وفات ۵۷۳ھ) لکھتے ہیں:

''امام زمانؑ سے تحریری طور پر کئے جانے والے سوالات میں سے ایک یہ تھا کہ خاکِ شفا کی سجدہ گاہ پر سجدہ کرنا کیا فضیلت رکھتا ہے؟ آپؑ نے جواب میں فرمایا: یہ عمل دُرست ہے اور باعثِ فضیلت ہے۔'' (احتجاج ص ۴۸۹، دعوات ص ۱۸۸، وسائل ج ۳ ص ۶۰۸، بحار الانوار ج ۵۳ ص ۱۶۵)

یہ روایات بزرگ علماء اور دین شناس لوگوں سے ہم تک پہنچی ہیں، ہمارے بہت سے علماء نے ان روایات کو نقل کیا ہے۔ ان سب کو نقل کرنا طول دینے کے مترادف ہوگا۔ بعض بزرگان خاکِ شفا پر سجدہ مذہب حقہ کا شعار سمجھتے ہیں (انوار المواجب ص ۲۹۲)۔

شیعہ عالم فقیہ شیخ محمد حسن نجفی جو ''صاحبِ جواہر'' کے نام سے مشہور ہیں، خاکِ شفا

امام حسینؑ کو سجدہ کی بہترین چیز قرار دینے کے بعد فرماتے ہیں:

"یہ ایک واضح اور قطعی بات ہے اور اس پر شیعہ عملی طور پر کار بند ہیں"۔ (جواہر الکلام ج ۸ ص ۴۳۷)

یعنی جن چیزوں پر سجدہ کرنا جائز ہے ان اشیاء میں سے تربت امام حسینؑ سب سے افضل ہے، کیونکہ ساتوں حجابات کو آشکار کرتی ہے اور ساتوں زمین تک کو نورانی اور روشن کرتی ہے۔

وہ تمام فقیہان جنہوں نے "عروۃ الوثقی" پر شرح لکھی ہے، اُنہوں نے ان مطالب کو قبول کیا ہے۔ مرحوم محدث نوری جو شیعہ کے بزرگ فقہاء میں سے ہیں اُنہوں نے شہید اول سے نقل کیا ہے:

"اگر انسان کی نماز بارگاہِ خداوندی میں قبول ہونے والی نہ ہو تو خاکِ شفا تربت امام حسینؑ پر سجدہ کرنے سے قبول ہو جاتی ہے۔" (مستدرک ج ۱ ص ۲۴۸)

○......○......○

فرات کی فضیلت اور اس کے پانی پینے اور اس میں غسل کرنے کا ثواب

مندرجہ ذیل روایات کامل الزیارات باب ۱۳ص ۹۵ سے ص ۱۰۰ تک لکھی گئیں:

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

" پانی دُنیا و آخرت کے پینے کی چیزوں میں سب سے افضل ہے اور دُنیا میں چار نہریں جنت کی ہیں: (۱) فرات (۲) نیل (۳) سیحان (۴) جیحان، فرات پانی ہے اور نیل شہد ہے اور سیحان شراب ہے اور جیحان دودھ ہے۔"

سلیمان کہتے ہیں کہ اُنہوں نے حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام سے کہتے ہوئے سنا، آپؑ ارشاد فرماتے ہیں:

"جو شخص فرات کا پانی پئے اور اس سے بچہ کا تالو اُٹھائے وہ ہم اہلِ بیتؑ کا دوست ہے۔"

اور انہیں اسناد سے احمد بن محمد نے روایت کی ہے۔ ان سے عثمان بن عیسیٰ نے ان سے ابوالجارود نے حضرت اِمام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی کہ وہ فرماتے ہیں:

"اگر ہمارے اور فرات کے درمیان کئی میل کی بھی دوری ہوتی ہم فرات ضرور جاتے اور اس کے ذریعہ سے ہر ایک کے لئے شفا چاہتے۔"

سلیمان بن ہارون عجلی نے روایت کی کہ میں نے حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام کو کہتے ہوئے سنا:

"اس شخص کے متعلق جس بچے کا تالو فرات کے پانی سے اُٹھایا جائے تو وہ ہم اہل بیتؑ کو دوست رکھے گا۔ حضرتؑ نے مجھ سے پوچھا: تمہارے اور نہر فرات کے درمیان کیا فاصلہ ہے؟ میں نے فاصلہ بتایا۔ آپؑ نے فرمایا: اگر میں اس کے قریب ہوتا تو فرات پر صبح وشام جایا کرتا۔"

سلیمان بن نہیک نے اِمام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ حضرت نے قول خدا اوینا هما الی ربوة ذات قرار و معین کے متعلق فرمایا:

"ربوہ، نجف وکوفہ ہے اور معین فرات ہے۔"

امیر المومنین حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا:

"فرات کا پانی دُنیا وآخرت میں ساری نہروں کا سردار ہے۔"

حضرت اِمام علیؑ بن الحسینؑ نے فرمایا:

"ایک فرشتہ ہر رات کو اُترتا ہے اس کے ساتھ تین مثقال جنت کی مشک ہوتی ہے تو وہ اس کو فرات میں ڈال دیتا ہے اور مشرق ومغرب میں کوئی نہر برکت میں فرات سے بڑھ کر نہیں ہے۔"

حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"فرات میں ہر روز چند قطرات آب جنت سے ٹپکائے جاتے ہیں۔"

عبداللہ کہتے ہیں کہ جب حضرت اِمام جعفر صادقؑ کوفہ میں ابی العباس کے زمانہ میں وارد ہوئے تو آپؑ اپنے سفر کے لباس میں اپنی سواری پر تشریف لائے اور کوفہ کے پُل پر ٹھہرے پھر اپنے غلام سے فرمایا: مجھے پانی پلاؤ، اس نے ملاح سے برتن لیا اور اس کو پانی میں ڈبویا اور حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام کو پلایا۔ آپؑ نے نوش فرمایا اور پانی آپؑ کے دہن مبارک کے دونوں کناروں سے آپؑ کی داڑھی اور کپڑے پر بہہ رہا تھا۔ اس کے بعد پھر مانگا کہ اور پانی دو۔ اس نے پیش کیا تو آپؑ پانی پی کر حمد خدا بجالائے اس کے بعد فرمایا: یہ اس

پانی کی نہر ہے جس کی برکت بہت زیادہ ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اس نہر میں ہر روز سات قطرۂ آب جنت سے ڈالے جاتے ہیں۔ اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اس میں کتنی برکت ہے تو لوگ اس نہر کے دونوں کناروں پر آ کر خیمہ زن ہو جاتے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اگر اس نہر میں گنہگار لوگ داخل نہ ہوتے تو کوئی بیمار ایسا نہ ہوتا کہ وہ اس میں غوطہ لگائے اور اچھا نہ ہو۔

حضرت اِمام جعفرصادق علیہ السلام نے فرمایا: وادی ایمن کا کنارہ جس کا ذکر خداوند عالم نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے وہ فرات ہے اور "بقعہ مبارکہ" کربلا ہے اور "شجرہ" محمدؐ ہیں۔

حضرت اِمام علیؑ بن الحسین علیہ السلام نے فرمایا:

"خداوند عالم ہر شب میں ایک فرشتہ کو نازل کرتا ہے اور اس کے ساتھ تین مثقال جنت کی مشک ہوتی ہے اور وہ فرشتہ اسے تمہاری فرات میں ڈال دیتا ہے اور زمین کے مشرق و مغرب میں کوئی نہر عظیم برکت والی فرات سے زیادہ نہیں ہے۔"

عقبہ بن خالد نے روایت کی کہ اِمام جعفرصادقؑ نے فرات کا ذکر کیا اور فرمایا:

"تمہیں واقف ہونا چاہیے کہ وہ نہرفرات حضرت اِمام علی علیہ السلام کے شیعوں کے لئے ہے اور جس کا بھی تالو اس سے اُٹھایا جائے گا وہ ہم اہلِ بیتؑ کا دوست ہوگا۔"

ابوبصیر نے حضرت اِمام جعفرصادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

"دو نہریں مومن ہیں اور دو نہریں کافر ہیں دونوں کافر نہریں نہر بلخ اور دجلہ ہیں اور دونوں مومن نہریں نیل مصر اور فرات ہیں۔ تم فرات کے پانی سے اپنی اولاد کے تالو کو اُٹھاؤ۔"

o.....o.....o

آئمہ معصومینؑ سید الشہداء حضرت اِمام حسینؑ کی قبرِ اطہر کی زیارت کا ثواب بیان فرماتے ہیں

یہ روایات ''کامل الزیارات'' کے باب الزیارات سے لکھی گئی ہیں

حضرت اِمام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جو دریائے فرات کے کنارے حضرت اِمام حسینؑ کی قبرِ اطہر کی زیارت کرے وہ اس شخص کی مانند ہے جو اللہ کی عرش پر زیارت کرتا ہے''۔

حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جو اِمام حسینؑ کے حق کی شناخت کے ساتھ زیارت کو جائے تو اللہ تعالیٰ اس زیارت کو اعلیٰ علیین میں لکھتا ہے۔''

حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جو حضرت اِمام حسینؑ کے حق کی شناخت کے ساتھ زیارت کو جائے تو اس کا یہ عمل علیین میں لکھا جائے گا''۔

حضرت اِمام علی رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جو اِمام حسینؑ کے حق کی شناخت کے ساتھ زیارت کو جائے تو خداوند متعال اس کے اول سے آخر تک تمام گناہ معاف کرے گا''۔

راوی کہتا ہے کہ میں حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض گزار

ہوا کہ مولاؑ! لوگ کہتے ہیں کہ جو حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت کرے گا تو وہ اس شخص کی مانند ہے جو حج وعمرہ بجالایا ہو، آپؑ نے فرمایا:

''خدا کی قسم! جو حضرت امام حسینؑ کے حق کی معرفت رکھتے ہوئے زیارت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے اول سے آخر تک کے تمام گناہ معاف کردے گا''۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جو حضرت امام حسین علیہ السلام کے حق، احترام اور ولایت کو پہچانتے ہوئے دریائے فرات کے کنارے زیارت کرے گا تو اس کا کمترین ثواب یہ ہے کہ خدا اس کے اول سے آخر تک کے تمام گناہ معاف کردے گا''۔

ابوسعید مدائنی کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں کیا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کو جاؤں؟ فرمایا:

''ہاں۔ دختر رسولؐ کے بیٹے کی قبر کی زیارت کو جاؤ کہ جو نیک لوگوں میں نیک ترین پاکیزہ لوگوں میں پاک تر اور نیکوکاروں میں نیک تر تھے۔ جب تو اس کی زیارت کرے گا تو اللہ تیرے لئے پچیس غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھے گا''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''بیشک چار ہزار فرشتے پریشان اور غبار آلود بالوں کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر پر قیامت تک کیلئے گریہ کررہے ہیں۔ ان کے سردار فرشتے کا نام منصور ہے جو شخص بھی زیارت کے لئے جاتا ہے یہ اس کا استقبال کرتا ہے۔ یہ سب فرشتے جب تک یہ زندہ رہے اس سے جدا نہ ہوں گے۔ اگر بیمار پڑجائے گا تو اس کی عیادت کریں گے۔ اگر مرے گا تو اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور مرنے کے بعد اس کے

لئے استغفار کریں گے۔"

راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے فرماتے ہوئے سنا:

"خداوند متعال نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر پر چار ہزار فرشتوں کی ذمہ داری لگائی ہے کہ قیامت تک قبر حسینؑ پر گریہ کرتے رہیں۔ جن کے بال پریشان اور غبار آلود ہیں جو حضرت کے حق کو پہچانتے ہوئے زیارت کرے گا یہ فرشتے وطن واپس جانے تک اس کے ساتھ ساتھ چلیں گے۔ جب بیمار ہوگا تو صبح و شام اس کی عیادت کریں گے۔ جب مرے گا تو اس کے جنازے میں شریک ہوں گے اور قیامت تک اس کے لئے استغفار کرتے رہیں گے۔"

ابوالجارود کہتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا: تمہارے گھر سے حضرت امام حسینؑ کے مزار تک کتنا فاصلہ ہے؟ میں نے کہا: اگر سواری پر جاؤں تو ایک دن لگتا ہے اور اگر پیدل جاؤں تو ایک دن سے زیادہ دن لگتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا: آیا ہر جمعہ زیارت کیلئے جاتے ہو؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ جب وقت ملتا ہے چلا جاتا ہوں۔ فرمایا: تو کتنا کٹھن دل ہے اگر کربلا ہمارے قریب ہوتی تو ہم وہاں پر ہی رہائش پذیر ہو جاتے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جب بھی حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرنا چاہو تو غمگین، حزن سے نڈھال، کھلے بال، غبار آلود چہرے بھوکے اور پیاسے زیارت پر جاؤ کیوں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام جب شہید ہوئے تو آپؑ غمگین اور حزن و ملال سے نڈھال تھے۔ آپؑ کے بال غبار آلود اور پریشان تھے اور آپؑ بھوکے پیاسے تھے۔ پہلے اپنی حاجات طلب کرو پھر وہاں سے لوٹ آؤ۔ اسے اپنا وطن نہ بناؤ یعنی زیادہ دیر احترام کو مدنظر رکھتے ہوئے نہ ٹھہرو۔"

حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ بعض لوگ جب حضرت اِمام حسینؑ کی زیارت کو جاتے ہیں تو اپنے ساتھ نیاز لے جاتے ہیں، جس میں حلوا (سادہ اور کھجور کا حلوا وغیرہ) ہوتا ہے لیکن اپنے خاندان کی قبروں پر جاتے وقت ایسا کھانا کیوں نہیں لے جاتے؟ اِمامؑ نے فرمایا: قیامِ کربلا کے دوران دودھ اور روٹی کھایا کرو۔"

حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"حضرت اِمام حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت ان کے حق کو پہچان کر کرے گا تو اسے مقبول بیس حج اور بیس مقبول عمروں کا ثواب ملے گا اور حضرت رسولِ خداؐ، اِمام عادل کے ساتھ مل کر کئے جانے والی بیس جنگوں کا ثواب ملے گا۔"

بشیر دہان کہتے ہیں: میں نے حضرت اِمام جعفر صادقؑ سے عرض کیا۔ بسا اوقات حج پر نہیں جا سکتا، اگر روزِ عرفہ قبرِ حسینؑ پر چلا جاؤں تو کیسا ہے؟ فرمایا: اے بشیر! بہت اچھا ہے، جو شخص اِمام حسینؑ کے حق کی معرفت کے ساتھ، عید کے دن کے علاوہ قبر کی زیارت کرے تو اس کے لئے بیس مقبول حج اور بیس مقبول عمرے اور پیغمبرؐ مرسل یا اِمام عادل کی ہمراہی میں بیس جنگیں لکھی جائیں گی اور جو عید والے دن زیارت کو جائے تو ایک سو عمرے اور پیغمبر مرسل یا اِمام عادل کی ہمراہی میں ایک سو جنگیں لکھی جائیں گی اور عرفہ کے دن اس کے حق کو پہچانتے ہوئے زیارت کو جائے تو ایک ہزار حج اور ہزار مقبول عمرے اور پیغمبر مرسل یا اِمام عادل کی ہمراہی میں ایک ہزار جنگیں لکھی جائیں گی۔ میں نے عرض کیا: میں عرفات میں وقوف کے ثواب کو کس طرح حاصل کر سکتا ہوں؟ حضرت نے فرمایا: اے بشیر! جب کوئی مومن یوم عرفہ اِمام حسینؑ کی قبر کی زیارت کو جانے لگے تو پہلے دریائے فرات میں غسل کرے پھر زیارت کو جائے تو اس کے ہر قدم پر مناسک کے ساتھ ایک حج کا ثواب ملے گا۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام، حضرت اِمام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور حضرت اِمام علی رضا علیہ السلام سے فرماتے ہوئے سنا ہے:

"جو عرفہ کے دن حضرت اِمام حسینؑ کی قبر کی زیارت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے تسکین قلب کے ساتھ واپس لوٹائے گا۔"

حسین بن ثویر کہتے ہیں کہ حضرت اِمام جعفر صادقؑ نے مجھے فرمایا:

"اے حسین! جو حضرت اِمام حسین علیہ السلام کے مرقد کی زیارت کا قصد کرتے ہوئے گھر سے نکلے وہ جتنا بھی چلے گا اللہ ہر قدم پر ایک نیکی لکھے گا، ایک گناہ مٹائے گا، اگر وہ سوار ہے تو اللہ سواری کے ہر قدم پر نیکی لکھے گا اور گناہ مٹائے گا، یہاں تک کہ وہ کربلا پہنچ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے فلاح اور نجات پانے والوں میں لکھے گا اور جب وہ اعمال زیارت بجالائے گا تو اللہ اسے کامیاب لوگوں میں لکھے گا۔ جب وہ واپسی کا ارادہ کرے گا تو ایک فرشتہ آ کر کہے گا: حضرت رسولِ خداؐ نے تجھے سلام کہا ہے اور فرمایا ہے: "تمہارے گذشتہ گناہ معاف ہو گئے ہیں"۔

حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: "جب کوئی شخص حضرت اِمام حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے لئے گھر سے نکلے اور اپنے خاندان کو الوداع کرنے کے بعد پہلا قدم رکھے گا اس کے گناہ معاف ہو جائینگے اور قبرِ حسینؑ تک جونہی مسلسل قدم اُٹھاتا جائے گا پاک سے پاک تر ہوتا جائے گا۔ جب مزار مقدس پر پہنچ جائے گا تو خدا اس سے مناجات کرتے ہوئے فرمائے گا: میرے بندے مجھ سے مانگ میں تجھے عطا کروں گا۔ مجھے پکار میں تجھے جواب دوں گا۔ مجھ سے طلب کر میں حاجت پوری کروں گا۔ اپنی حاجات کا مجھ سے سوال کر میں بر لاؤں گا۔ راوی کہتا ہے: حضرت نے فرمایا: یہ اللہ کے ذمہ ہے کہ اس نے جو کچھ خرچ کیا ہے اسے عطا کرے"۔

حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہی قبر اِمام حسینؑ پر فرشتوں کی ڈیوٹی لگائی ہے۔ جب کوئی زیارت پر جانا چاہتا ہے تو جب یہ پہلا قدم اُٹھاتا ہے تو فرشتے اس کے گناہ مٹا دیتے ہیں۔ جب یہ دوسرا قدم اُٹھاتا ہے تو اس کی نیکیاں دوگنی ہو جاتی ہیں، یہاں تک کہ اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے، پھر فرشتے اس کے اردگرد آ کر اسے مقدس بناتے ہیں اور ملائکہ آسمان پر ندا دیتے ہیں: اے فرشتو! حبیب خدا کے زوار کو پاک کر دو اور جب زائرین غسل کرتے ہیں تو انہیں حضرت رسولِ خداؐ فرماتے ہیں: ''اے مہمان خدا! تجھے بہشت میں میری رفاقت کی بشارت ہو پھر حضرت علیؑ ندا دیں گے۔ میں دُنیا و آخرت میں تیری حاجات اور تجھ سے بلاؤں کے دور ہونے کا ضامن ہوں اور پھر سب فرشتے اس کے دائیں بائیں حلقہ بنا کر اسے اس کے خاندان تک چھوڑ آئیں گے۔''

حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''حضرت اِمام حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت بیس حج کے برابر (بلکہ) بیس حج سے افضل ہے''۔

ابوسعید مدائنی کہتے ہیں کہ میں حضرت اِمام جعفر صادقؑ کی زیارت کو گیا اور ان سے عرض گزار ہوا: میں آپؑ پر فدا جاؤں کیا میں حضرت اِمام حسین علیہ السلام کی قبر کی زیارت کو جاؤں؟ فرمایا: ''ہاں سعید تم حضرت رسولِ خداؐ کے فرزند کی زیارت کو جاؤ کہ جو نیکوں میں نیک ترین پاکوں میں پاک ترین اور نیکوکاروں میں نیک تر تھے جب تم زیارت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تجھے پچیس حجوں کا ثواب عنایت کرے گا۔

شہاب کہتے ہیں کہ حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا: ''اے شہاب! تو نے کتنی دفعہ حج ادا کیا ہے؟ میں نے عرض کیا: انیس بار۔ فرمایا: ایک اور حج بھی بجا

لا تا کہ بیس ہو جائیں تا کہ تجھے حضرت اِمام حسینؑ کی ایک زیارت کا ثواب بھی مل جائے"۔

حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جو حضرت اِمام حسین علیہ السلام کے حق کی معرفت کے ساتھ ایک مرتبہ زیارت کرے گا تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو سو مرتبہ پیغمبر اسلامؐ کے ساتھ حج بجالایا ہو"۔

حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جو حضرت اِمام حسین علیہ السلام کی زیارت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اسی (۸۰) قبول شدہ حج لکھے گا"۔

موسیٰ بن قاسم حضرمی کہتے ہیں کہ منصور دوانیقی کی حکومت کے آغاز میں حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام نجف تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا: اے موسیٰ! شاہراہ پر جاؤ، راستہ میں کہیں رکنا اور دیکھنا ایک شخص جلد ہی قادسیہ سے تیری طرف آئے گا، جب تیرے پاس پہنچے تو اس سے کہنا: اولادِ رسولِ خداؐ سے ایک شخص تجھے ملنا چاہتا ہے وہ تیرے ساتھ ہی میرے پاس آئے گا۔

راوی کہتا ہے: میں گیا اور انتظار کرنے لگا۔ بہت گرمی تھی۔ میں نے اتنی دیر انتظار کیا کہ قریب تھا کہ میں اِمامؑ کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے لوٹ آؤں۔ اچانک مجھے اونٹ پر سوار شخص نظر آیا۔ میں مسلسل اس کی طرف دیکھتا رہا یہاں تک کہ وہ میرے نزدیک آیا۔ میں نے اس شخص سے کہا: اے شخص! یہاں اولادِ رسولؐ میں فلاں نے تمہیں بلایا ہے۔ اُنہوں نے ہی مجھے تیرے متعلق بتایا تھا اس نے کہا: مجھے ان کے پاس لے جا۔

جب ہم خیمہ کے پاس پہنچے تو اس نے اونٹ کو بٹھایا۔ حضرت نے اسے اندر آنے کا کہا تو وہ اعرابی اندر آ گیا۔ میں خیمے کے دروازے پر آ کر ان کی گفتگو سننے لگا۔ حضرتؑ نے اس سے فرمایا: تم کہاں سے آئے ہو؟ کہا: یمن کی دور ترین جگہ سے۔

فرمایا: تم یمن میں فلاں جگہ کے رہنے والے ہو۔ کہا: جی ہاں میں فلاں جگہ پر

رہتا ہوں۔ فرمایا: اس طرف کیوں آئے ہو؟ کہا: حضرت اِمام حسینؑ کی زیارت کیلئے۔ حضرتؑ نے پوچھا: تجھے زیارت کے علاوہ اور کوئی کام نہیں ہے؟ کہا: مجھے اور کوئی کام نہیں ہے۔ میں تو فقط اس لئے آیا ہوں کہ وہاں نماز پڑھوں، زیارت کروں، ان پر درود وسلام بھیجوں اور اپنے گھر لوٹ جاؤں۔ فرمایا: تجھے حضرت کی زیارت کا کیا فائدہ ہوگا؟ کہا: میرا عقیدہ ہے کہ ان کی زیارت میرے، میرے گھر والوں، بیٹوں، اموال اور میری زندگی کے لئے باعثِ برکت ہے اور اس سے ہماری حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: اے یمنی بھائی! کیا چاہتے ہو کہ میں تجھے اور فضائل بھی بتاؤں؟ کہا: اے فرزند رسولؐ! بتایئے۔ فرمایا: حضرت اِمام حسینؑ کی زیارت ایک مقبول، اور پاکیزہ حج کے برابر ہے، جو حضرت رسولِ خداؐ کی ہمراہی میں ادا کیا جائے۔ اس نے تعجب کے ساتھ حضرتؑ کو دیکھا تو آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم یہ تو ان دو مقبول و پاکیزہ حجوں کے برابر ہے جو حضرت رسولِ خداؐ کی ہمراہی میں ادا کئے جائیں۔ اس نے پھر تعجب کیا حضرت مسلسل زیادہ ثواب بیان کرتے رہے یہاں تک کہ فرمایا: حضرت رسولِ خداؐ کے ساتھ ادا کئے گئے تیس مقبول اور پاکیزہ حجوں کے برابر ہے"۔

راوی کہتا ہے: میں حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ تھا ہمارے نزدیک سے چند خچر سوار گزرے۔ حضرت نے پوچھا: یہ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: شہداء کی قبور پر۔ فرمایا: یہ شہید اور غریب حضرت اِمام حسینؑ کی قبر کی زیارت کو کیوں نہیں جاتے؟

اہلِ عراق کے ایک شخص نے پوچھا: کیا ان کی زیارت واجب ہے؟ فرمایا: ان کی زیارت حج، عمرہ، حج یہاں تک کہ بیس حجوں اور بیس عمروں سے بہتر ہے۔ پھر فرمایا: سب کے سب مقبول حج اور عمرے ہوں، تب زیارت کے برابر ہیں، راوی کہتا ہے: خدا کی قسم، ہمارے اُٹھنے سے پہلے ایک شخص آ کر حضرت سے کہنے لگا میں نے انیس حج کئے ہیں۔ آپؑ اللہ سے دُعا کریں تا کہ بیس پورے ہو جائیں۔ فرمایا: کیا تم نے حضرت اِمام حسینؑ کی قبر کی

رہے ہیں؟ کیا تم نہیں چاہتے کہ تم ان لوگوں میں سے ہو کہ جن سے روز قیامت فرشتے مصافحہ کریں؟ کیا تم نہیں چاہتے کہ تم ان لوگوں میں سے ہو کہ جو قیامت میں آئیں تو ان کے ذمہ کوئی گناہ نہ ہوگا؟ آیا تم نہیں چاہتے کہ تم ان لوگوں سے ہو کہ جن سے حضرت رسولِ خداؐ قیامت کے دن مصافحہ کریں گے۔

راوی کہتا ہے: میں نے حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

''زمین و آسمان پر کوئی ایسا فرشتہ نہیں ہے جو اللہ سے اجازت لے کر حضرت اِمام حسینؑ کی زیارت کو نہ جائے۔ مسلسل فرشتوں کا ایک گروہ زیارت کے لئے نیچے آتا ہے اور نیچے سے ایک گروہ اُوپر جاتا ہے''۔

راوی کہتا ہے: میں نے حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا:

''خدا کی کوئی مخلوق فرشتوں سے زیادہ نہیں ہے اور ہر رات ستّر ہزار فرشتے زمین پر آتے ہیں اور ساری رات خانہ کعبہ کا طواف کرتے رہتے ہیں۔ طلوع فجر کے وقت حضرت رسولِ خداؐ کی قبر مطہر پر آکر سلامی دیتے ہیں۔ پھر حضرت امیر المومنینؑ کی قبر پر سلام کرتے ہیں اور پھر حضرت اِمام حسنؑ کی قبر پر سلام کرتے ہیں اور آخر میں حضرت اِمام حسینؑ کی قبر پر آکر سلام کرتے ہیں اور سورج طلوع ہونے سے پہلے آسمان پر چلتے جاتے ہیں۔

پھر ستر ہزار فرشتے دن کے وقت زمین پر آتے ہیں۔ سارا دن کعبہ کا طواف کرتے رہتے ہیں اور غروبِ آفتاب کے وقت حضرت رسولِ خداؐ کی قبر پر آکر سلام کرتے ہیں، پھر حضرت امیر المومنینؑ کی قبر پر آکر سلام کرتے ہیں پھر حضرت اِمام حسنؑ کی قبر پر آکر سلام کرتے ہیں اور پھر حضرت اِمام حسینؑ کی قبر کا سلام کرتے ہیں اور سورج غروب ہونے سے پہلے آسمان کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔''

رہتا ہوں۔ فرمایا: اس طرف کیوں آئے ہو؟ کہا: حضرت اِمام حسینؑ کی زیارت کیلئے۔ حضرتؑ نے پوچھا: تجھے زیارت کے علاوہ اور کوئی کام نہیں ہے؟ کہا: مجھے اور کوئی کام نہیں ہے۔ میں تو فقط اس لئے آیا ہوں کہ وہاں نماز پڑھوں، زیارت کروں، ان پر درود وسلام بھیجوں اور اپنے گھر لوٹ جاؤں۔ فرمایا: تجھے حضرت کی زیارت کا کیا فائدہ ہوگا؟ کہا: میرا عقیدہ ہے کہ ان کی زیارت میرے، میرے گھر والوں، بیٹوں، اموال اور میری زندگی کے لئے باعثِ برکت ہے اور اس سے ہماری حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: اے یمنی بھائی! کیا چاہتے ہو کہ میں تجھے اور فضائل بھی بتاؤں؟ کہا: اے فرزند رسولؐ! بتایئے۔ فرمایا: حضرت اِمام حسینؑ کی زیارت ایک مقبول، اور پاکیزہ حج کے برابر ہے، جو حضرت رسولِ خداؐ کی ہمراہی میں ادا کیا جائے۔ اس نے تعجب کے ساتھ حضرتؑ کو دیکھا تو آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم یہ تو ان دو مقبول و پاکیزہ حجوں کے برابر ہے جو حضرت رسولِ خداؐ کی ہمراہی میں ادا کئے جائیں۔ اس نے پھر تعجب کیا حضرت مسلسل زیادہ ثواب بیان کرتے رہے یہاں تک کہ فرمایا: حضرت رسولِ خداؐ کے ساتھ ادا کئے گئے تیس مقبول اور پاکیزہ حجوں کے برابر ہے"۔

راوی کہتا ہے: میں حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام کے ساتھ تھا ہمارے نزدیک سے چند خچر سوار گزرے۔ حضرت نے پوچھا: یہ لوگ کہاں جارہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: شہداء کی قبور پر۔ فرمایا: یہ شہید اور غریب حضرت اِمام حسینؑ کی قبر کی زیارت کو کیوں نہیں جاتے؟

اہلِ عراق کے ایک شخص نے پوچھا: کیا ان کی زیارت واجب ہے؟ فرمایا: ان کی زیارت حج، عمرہ، عمرہ، حج یہاں تک کہ بیس حجوں اور بیس عمروں سے بہتر ہے۔ پھر فرمایا: سب کے سب مقبول حج اور عمرے ہوں، تب زیارت کے برابر ہیں، راوی کہتا ہے: خدا کی قسم، ہمارے اُٹھنے سے پہلے ایک شخص آکر حضرت سے کہنے لگا میں نے انیس حج کئے ہیں۔ آپ اللہ سے دُعا کریں تاکہ بیس پورے ہوجائیں۔ فرمایا: کیا تم نے حضرت اِمام حسینؑ کی قبر کی

زیارت کی ہے؟ کہنے لگا: نہیں۔ فرمایا: ان کی زیارت بیس حجوں سے بہتر ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت اِمام جعفر صادقؑ کو فرماتے ہوئے سنا یقیناً حضرت اِمام حسین علیہ السلام کی قبر کی جگہ باعث احترام اور معروف ہے۔ اگر کوئی معرفت کے ساتھ وہاں پناہ لے تو اسے پناہ ملے گی۔ میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں مجھے اس جگہ کے متعلق بتائیں کہ کتنی ہے؟ فرمایا: آج ان کی قبر مشخص ہے۔ اس قبر کے سر، پاؤں، دائیں، بائیں ہر طرف سے پچیس ہاتھ کا فاصلہ مقام قبر ہے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت اِمام جعفر صادقؑ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت اِمام حسین علیہ السلام کی قبر کا مقام، دفن ہونے والے دن سے جنت کے باغوں میں ایک باغ ہے اور پھر فرمایا: حضرت اِمام حسینؑ کی قبر بہشت کے گلستانوں میں سے ایک گلستان ہے۔

معاویہ بن وہب نے کہا: ایک موقع پر میں حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ کو مصلے پر مشغولِ عبادت دیکھا۔ میں وہاں بیٹھا رہا یہاں تک کہ آپؑ نماز سے فارغ ہوئے۔ میں نے آپؑ کو اپنے پروردگار سے راز و نیاز فرماتے ہوئے سنا کہ اے پروردگار! تو نے ہمیں اپنی طرف سے خاص بزرگیاں عطا فرمائیں اور ہمیں یہ وعدہ دیا کہ ہم شفاعت کریں گے۔ ہمیں علوم نبوت دیئے اور پیغمبروں کا وارث بنایا اور ہماری آمد پر سابقہ اُمت کا دور ختم کر دیا، تو نے ہمیں پیغمبر اکرمؐ کا وصی بنایا اور گذشتہ و آئندہ کا علم بخشا اور لوگوں کے دل ہماری طرف مائل کر دیے۔ میرے بھائیوں اور ہمارے جد سید الشہداء اِمام حسینؑ کے زائروں کو بخش دے اور ان لوگوں کو بھی بخش دے جو اپنا مال صرف کر کے اور اپنے شہروں کو چھوڑ کر حضرت کی زیارت کو آئے ہیں۔ وہ ہم سے نیکی طلب کرنے تجھ سے ثواب حاصل کرنے، ہم سے متصل ہونے، تیرے پیغمبرؐ کو خوش کرنے اور ہمارے حکم کی اطاعت کرنے آئے ہیں۔

اے اللہ! تو ہی اس کے بدلے میں انہیں ہماری خوشنودی عطا فرما، دن اور رات میں ان کی حفاظت کر، ان کے خاندان اور اولاد کا نگہبان رہنا کہ جن کو وہ اپنے وطن میں چھوڑ

آئے ہیں، ان کی مدد کر ہر جابر و دُشمن اور جن و انس کے شر کو ان سے دور رکھ، ان کو اس سے کہیں زیادہ عطا فرما جس کی وہ تجھ سے اُمید رکھتے ہیں، جب وہ اپنے وطن، اپنے خاندان اور اپنی اولاد کو ہماری خاطر چھوڑ کر آ رہے تھے تو ہمارے دُشمن ان کو طعن و ملامت کر رہے تھے۔

خدایا! ان کے چہروں پر رحم فرما، جن کو سفر میں سورج کی گرمی نے تبدیل کر دیا، ان رُخساروں پر رحم فرما! جو قبرِ حسینؑ پر ملے جا رہے تھے۔ ان آنکھوں پر رحم فرما جو ہمارے غم پر رو رہی ہیں، ان آہوں اور چیخوں پر رحم فرما جو ہماری مصیبتوں پر بلند ہوتی ہیں۔

خدایا! میں ان کے جسموں اور جانوں کو تیرے حوالے کر رہا ہوں کہ تو انہیں اس وقت حوضِ کوثر سے سیراب کر جب لوگ پیاسے ہوں گے۔ آپؑ بار بار سجدے کی حالت میں یہی دُعا کرتے رہے۔ جب آپؑ فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا: جو دُعا آپؑ فرما رہے تھے اگر یہ دُعا اس شخص کے لئے بھی کی جائے جو اللہ تعالیٰ کو نہ جانتا ہو۔ فرمایا: ''تو بھی میرا گمان ہے کہ جہنم کی آگ اُسے نہ چھوئے گی۔

بخدا اس وقت میں نے آرزو کی۔ کاش میں نے بھی حضرت اِمام حسینؑ کی زیارت کی ہوتی؟ آپؑ نے فرمایا: تم حضرت کے روضۂ اطہر کے نزدیک ہی رہتے ہو پس تمہیں ان کی زیارت کرنے میں کیا رکاوٹ ہے؟ اے معاویہ ابنِ وہب! تم آنجنابؑ کی زیارت ترک نہ کیا کرو۔ تب میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں! میں نہیں جانتا تھا کہ آنحضرتؑ کی زیارت کی فضیلت اس قدر ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اے معاویہ! جو لوگ اِمام حسینؑ کے زائرین کے لیے زمین میں دُعا کرتے ہیں ان سے کہیں زیادہ مخلوق آسمان میں ان کے لیے دُعا کرتی ہے۔

اے معاویہ! زیارت اِمام حسینؑ کو کسی خوف کی وجہ سے ترک نہ کیا کرو، کیونکہ جو شخص کسی کے خوف کی وجہ سے آپؑ کی زیارت ترک کرے گا اُسے اس قدر حسرت اور شرمندگی ہو گی کہ وہ تمنا کرے گا کہ کاش میں ہمیشہ آپؑ کے روضہ پر رہتا اور وہیں دفن ہوتا۔ کیا تجھے یہ بات پسند نہیں کہ حق تعالیٰ تجھ کو ان لوگوں کے درمیان دیکھے جن کیلئے حضرت رسولِ خداؐ دُعا کر

رہے ہیں؟ کیا تم نہیں چاہتے کہ تم ان لوگوں میں سے ہو کہ جن سے روزِ قیامت فرشتے مصافحہ کریں؟ کیا تم نہیں چاہتے کہ تم ان لوگوں میں سے ہو کہ جو قیامت میں آئیں تو ان کے ذمہ کوئی گناہ نہ ہوگا؟ آیا تم نہیں چاہتے کہ تم ان لوگوں سے ہو کہ جن سے حضرت رسولِ خداؐ قیامت کے دن مصافحہ کریں گے۔

راوی کہتا ہے: میں نے حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

''زمین و آسمان پر کوئی ایسا فرشتہ نہیں ہے جو اللہ سے اجازت لے کر حضرت اِمام حسینؑ کی زیارت کو نہ جائے۔ مسلسل فرشتوں کا ایک گروہ زیارت کے لئے نیچے آتا ہے اور نیچے سے ایک گروہ اُوپر جاتا ہے''۔

راوی کہتا ہے: میں نے حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا:

''خدا کی کوئی مخلوق فرشتوں سے زیادہ نہیں ہے اور ہر رات ستّر ہزار فرشتے زمین پر آتے ہیں اور ساری رات خانہ کعبہ کا طواف کرتے رہتے ہیں۔ طلوع فجر کے وقت حضرت رسولِ خداؐ کی قبر مطہر پر آ کر سلامی دیتے ہیں۔ پھر حضرت امیر المومنینؑ کی قبر پر سلام کرتے ہیں اور پھر حضرت اِمام حسنؑ کی قبر پر سلام کرتے ہیں اور آخر میں حضرت اِمام حسینؑ کی قبر پر آ کر سلام کرتے ہیں اور سورج طلوع ہونے سے پہلے آسمان پر چلتے جاتے ہیں۔

پھر ستر ہزار فرشتے دن کے وقت زمین پر آتے ہیں۔ سارا دن کعبہ کا طواف کرتے رہتے ہیں اور غروبِ آفتاب کے وقت حضرت رسولِ خداؐ کی قبر پر آ کر سلام کرتے ہیں، پھر حضرت امیر المومنینؑ کی قبر پر آ کر سلام کرتے ہیں پھر حضرت اِمام حسنؑ کی قبر پر آ کر سلام کرتے ہیں اور پھر حضرت اِمام حسینؑ کی قبر کا سلام کرتے ہیں اور سورج غروب ہونے سے پہلے آسمان کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔''

حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"حسین ابنِ علیؑ کی قبر سے ساتویں آسمان تک فرشتوں کی آمد و رفت کا مرکز ہے"۔

راوی کہتا ہے: میں نے حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام سے مدینے میں پوچھا: شہداء کی قبریں کہاں ہیں؟ آپؑ نے فرمایا: "کیا تیرے نزدیک حضرت اِمام حسینؑ شہداء میں سے افضل ترین نہیں ہیں؟ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے حضرت کی قبر کے اردگرد چار ہزار ملائکہ سر میں خاک ڈال کر قیامت تک گریہ کرتے رہیں گے۔

ام سعید حمسیہ کہتی ہیں کہ میں حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر تھی کہ میں نے کسی کو کرائے پر سواری لانے کے لئے بھیجا تا کہ شہداء کی قبروں کی زیارت پر جاؤں۔ حضرت نے فرمایا: سیدالشہداءؑ کی زیارت کیلئے کیوں نہیں جاتی؟ میں نے عرض کیا: آپؑ پر قربان جاؤں سیدالشہداءؑ کون ہیں؟ فرمایا: سیدالشہداءؑ حضرت اِمام حسین علیہ السلام ہیں۔ کہنے لگی: جو ان کی زیارت کرے گا اس کا کیا ثواب ہے؟ فرمایا: ایک حج اور ایک عمرہ اور ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا: ان فضائل کے تین برابر ثواب ہے۔

حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام روایت کرتے ہیں کہ حضرت اِمام حسینؑ نے فرمایا:

"میں شہید اشک ہوں غم واندوہ کی حالت میں شہید کیا گیا ہوں، جو میری زیارت کے لئے غم واندوہ کے ساتھ آئے گا اللہ تعالیٰ اسے اپنے اہل وعیال کی طرف خوش حال اور مسرور لوٹائے گا"۔

⚬.....⚬.....⚬

حضرت امام موسیٰ کاظم، حضرت امام محمد تقی
حضرت امام محمد نقی، حضرت امام حسن عسکری علیہم السلام
چار آئمہ علیہم السلام کے زمانوں میں عزاداری کا لائحہ عمل

حضرت اِمام موسیٰ کاظم علیہ السلام، حضرت اِمام محمد تقی علیہ السلام، حضرت اِمام علی نقی علیہ السلام، حضرت اِمام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانوں میں عباسی حکمرانوں کی طرف سے اتنی شدت سے ان پر پابندی رہی کہ یا تو ان کو قید میں رکھا گیا یا ان کے گھروں میں نظر بند کیا گیا یا ان سے کسی بھی ان کے محب کو ملنے پر پابندی لگا دی یا حکومتِ وقت کے کارندے ان پر خود نگران رہے۔ ان معصومین علیہم السلام نے ہر قسمی جبر و تشدد کے باوجود جس انداز میں عزاداری فرمائی، کربلا اور کربلا والوں کو صرف یاد ہی نہیں کیا بلکہ اپنے اپنے عمل سے اپنے ماننے والوں کے لئے اس کا اظہار بھی فرمایا۔

آیت اللہ خامنہ ای اپنے خطابات ''ہمارے آئمہؑ اور سیاسی جدوجہد'' کے ص ۱۷ پر فرماتے ہیں:

> ''۲۰۴ ہجری میں مامون رشید کے بغداد چلے جانے کے بعد اسلامی جدوجہد کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ دراصل مامون کی خلافت کے ابتدائی آئمہ طاہرین علیہم السلام کی زندگی کے نہایت دشوار اور آزمائش و مصائب کے دن ہیں، اگرچہ اس دور میں شیعیت ہمیشہ سے زیادہ پھیلی۔ یہ سلسلہ ۲۰۴ ہجری سے یونہی جاری رہتا ہے یہاں تک کہ ۲۶۰ ہجری میں ایام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت اور غیبت صغریٰ کی ابتدا ہو جاتی ہے۔''

ہم نے ان ادوار پر لکھی جانے والی حاصل ہونے والی کتب کی ورق گردانی کی تو جو

کچھ حاصل ہوا اسے معزز قارئین کی نذر کرتے ہیں۔

معصومین علیہم السلام کا محرم کے دوران لائحہ عمل

تمام معصومین علیہم السلام کو حاکمان جور وستم سے واسطہ رہا، جن کا تشدد ڈھکا چھپا نہیں۔ گیارہ معصومین علیہم السلام کا انجام شہادت قرار پایا۔ ان معصومین علیہم السلام کا لائحہ عمل تمام مؤرخین نے یہی لکھا ہے:

- دُعاؤں کی تعلیمات فرماتے تاکہ لوگ ان کی اِمامت سے آگاہ ہو کر تعلیمات الٰہی پر عمل پیرا ہوں۔
- الٰہی ایام میں مخصوص دُعاؤں کے ذریعے جو معصومینؑ شہید ہو چکے تھے ان کی قبروں کی زیارات کی ترغیب دے کر دُعائیں تعلیم فرماتے تاکہ نسل در نسل یہ سلسلہ جاری رہے اور لوگ ان حضرات علیہم السلام کے الٰہی منصب سے آگاہ ہو سکیں۔
- زیارتِ کربلا کی اہمیت مزید اُجاگر کرنے کیلئے اس کے بے بہا اجر وثواب کا ذکر فرمانا اور احادیث پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگاہ فرمانا۔
- معصومین پر گزرنے والے مصائب پر رونے کے ثواب بیان کر کے اُموی اور عباسی حکمرانوں کی عیاری اور بدکرداری ثابت کر کے ان سے نفرت دلانا۔

اپنے حق اور امر کی ترویج

تمام معصومین علیہم السلام کا اپنے اپنے ادوار میں اپنے غصب شدہ حقِ اِمامت و ولایت وخلافت الٰہی کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنا۔ محرم الحرام میں سیاہ لباس پہننا، پانی پیتے وقت اِمام حسین علیہ السلام اور شہدائے کربلا کی پیاس کو یاد کرنا۔

باب الحوائج حضرت اِمام موسیٰ کاظم علیہ السلام

حضرت اِمام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی زندگی سانحات وحادثات سے دوچار رہی۔

دوسرے آئمہ طاہرینؑ کی طرح آپؑ کو مختلف زندانوں میں رکھا گیا یا حکومت کے نگران آپؑ پر مقرر رکھے گئے۔ آپؑ کے دورِ زندگی کا ایک اجمالی جائزہ لیں تو مختصراً یوں بنتا ہے۔

حضرت اِمام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی زندگی کا دورانیہ

آپؑ کی ولادت مروان الحمار کے دورِ حکومت ۱۲۸ھ میں ہوئی۔ تین سال کے بعد اس کی آبائی حکومت کا خاتمہ ہوگیا اور بنی عباس کا پہلا بادشاہ سفاح تخت نشین ہوا۔

۱۳۲ھ سے ۱۳۶ھ تک اس کا دورِ حکومت رہا۔ ۱۳۶ھ میں منصور دوانیقی حاکم بنا، جس نے ۱۴۸ھ میں حضرت اِمام جعفر صادق علیہ السلام کو زہر سے شہید کرادیا اور بیس سال کی عمر سے اِمام موسیٰ کاظمؑ کا دورِ قیادت شروع ہوا۔

۱۵۸ھ میں منصور کی جگہ پر مہدی عباسی آیا۔ جس نے دس سال حکومت کی اور ۱۶۹ھ میں اس کی جگہ ہادی کو ملی جو ایک سال سے زیادہ نہ چل سکا اور پھر ۱۷۰ھ میں ہارون تخت نشین ہوگیا۔ جس نے ۱۸۳ھ میں حضرت اِمام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو زہر دے کر شہید کرادیا۔ اس وقت آپؑ کی حیات مقدس ۵۵ سال کی تھی۔ جس میں سے بیس سال والد بزرگوار حضرت اِمام جعفر صادقؑ کے زیرِ سایہ گزرے اور ۳۵ سال آپؑ کا دورِ اِمامت رہا۔ (نقوش عصمت علامہ ذیشان جوادی ص ۴۷۱)

ہارون عباسی، حضرت اِمام موسیٰ کاظمؑ سے خوف زدہ رہتا تھا

مامون الرشید خود بیان کرتا ہے کہ میرے باپ ہارون نے تمام لوگوں کو پانچ پانچ ہزار اور دس دس ہزار دینار، عطیہ و بخشش کے طور پر دیئے اور حضرت اِمام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو دو سو دینار دیئے۔

مامون کہتا ہے: میں نے اپنے باپ سے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا: جو رقم مجھے ان کو دینی چاہیئے تھی اگر دے دوں تو مجھے خدشہ ہے کہ چند دن کے بعد وہ اپنے دوستوں اور شیعوں میں سے ایک لاکھ شمشیر زن میرے خلاف کھڑے کردیں گے۔ (صحیفہ سادات ص ۳۵۲)

اس روایت سے ظاہر ہے کہ اہلِ بیتِ رسولؐ کے معاشی حالات کو قطعی طور پر اچھے نہ ہونے دینا ہر وقت کے حاکم کا لائحہ عمل رہا ہے۔

فدک کی حدود بیان فرمانا

جب حضرت اِمام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ہارون الرشید نے فدک کی حدود بیان کرنے کے لئے کہا تو آپؑ نے اس پر واضح کر دیا کہ ہمارا حق ایک علاقہ کا نہیں بلکہ ہمارا حق پورے عالمِ اسلام پر ہے۔ جس پر جابروں، آمروں اور ظالموں نے قبضہ کر رکھا ہے۔ اس نکتہ نظر بیان کرنے میں کس قدر وسعت ہے کہ آپؑ اپنی غصب شدہ سب سے بڑی جائیداد کا ذکر فرماتے ہیں اور یہیں سے ہارون آپؑ کی جان لینے کے در پے ہوا۔ جب بھی حضرت اِمام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو موقع ملتا یا تنہائی میں ایسے شیعہ ملتے جن پر آپؑ کو اعتماد ہوتا تو اُن کو کربلا معلیٰ جانے کے لئے کہتے اور انہیں زیارت اِمام حسینؑ کی افادیت اور اہمیّت سے آگاہ فرماتے۔

آپ لوگوں کو کربلا جانے کی بار بار تاکید فرمایا کرتے

ان معصومین علیہم السلام کا زیارت اِمام حسینؑ کے لئے لوگوں کو اس کے زیادہ سے زیادہ اجر و ثواب بتانے کا مقصد بھی انہیں اس پر آمادہ کرنا تھا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ کربلا جائیں اور انہیں واقعاتِ کربلا سے بھی آگاہی ہو سکے اور عزاداری بپا کر سکیں۔

کامل الزیارات تالیف ابنِ قولویہ، باب ۵۴ ص ۲۹۲ تا ۲۹۶ پر حضرت اِمام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی بیان کردہ احادیث نقل ہیں ان تمام روایات میں آپؑ کی طرف سے کربلا جانے والوں کے لئے گذشتہ اور آئندہ گناہوں کی بخشش کے الٰہی عطیہ کی نوید اس لئے سنائی گئی کہ زیادہ سے زیادہ لوگ کربلا جائیں اور انہیں حق و باطل کا واضح فرق معلوم ہو سکے۔

محرم میں عزاداریِ امام حسینؑ، گریہ کر کے بپا کرتے رہے

کتاب السعیہ ص۸۱ پر یہ روایت حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے۔
آپؑ ارشاد فرماتے ہیں:

"جب محرم کا چاند نظر آتا تو میرے والد گرامی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
پر رنج و غم کا غلبہ ہوا کرتا تھا۔ آپؑ کو تبسم تک فرماتے نہ دیکھا گیا اور
جب روزِ عاشور ہوتا تو آپؑ سارا دن گریہ وزاری میں گزار دیتے۔
اب ظاہر ہے کہ آپؑ کے اس لائحہ عمل سے اہلِ خانہ، اصحاب اور دیگر
ملاقات کرنے والے، حتیٰ کہ آپؑ کی نگرانی کرنے والے، یا زندان
کے داروغہ اس سے بے خبر تو نہ ہوتے تھے۔"

مصائب کربلا بیان کرنے کا انداز

خصائص حسینیہ میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بارے میں روایت ملتی ہے کہ جب آپؑ سے پوچھا گیا کہ روزِ عاشور شہادت امام حسینؑ، آپ کے اہلِ بیتؑ پر کیا گزری؟ تو آپؑ جواب میں تاراجی خیام کا ذکر خصوصی طور پر کرتے ہوئے فرماتے:

"یہ کیفیت نہ تو بیان کی جا سکتی ہے اور نہ ہی سننے والا اسے برداشت
کر سکتا ہے۔ یہ صرف اُنہیں معلوم ہے جن پر یہ کیفیت گزر گئی"۔

نوٹ:۔ ہم نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے بارے میں ان کے لائحہ عمل کو "ماتم" کے باب میں بھی لکھا ہے۔ اس کی طرف رجوع کیا جائے۔ (مرتب)

حضرت امام علی نقیؑ اور حضرت امام حسن عسکریؑ کے ادوار

ان دو آئمہ طاہرین علیہم السلام کے دور میں ایام عزا میں مومنین کے گھروں کے

پردوں کا رنگ سیاہ ہوتا تھا تا کہ محسوس ہو کہ یہ سوگواروں کا گھر ہے۔

تمام شہید آئمہ طاہرین علیہم السلام کے مزاروں پر سرخ پرچم لہرایا جاتا تھا تا کہ دیکھنے والا محسوس کرے کہ اس کا بدلہ نہیں لیا گیا یا بدلہ لینے والا کوئی نہ تھا۔

حضرت اِمام علی نقیؑ کا اپنے لئے دُعا کرنے کیلئے ایک مومن کو کربلا بھیجنا

الکافی ج ۴ ص ۵۶۷، ۵۶۸ کے حوالے سے بحارالانوار ج ۹ مترجم طبع کراچی ص ۲۲۵؛ ۲۲۶ پر علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ابو ہاشم سے روایت ہے:

''حضرت ابوالحسن اِمام علی نقی علیہ السلام کی طبیعت ناساز ہوئی۔ آپؑ نے میرے اور محمد بن حمزہ کے پاس آدمی بھیجا، محمد بن حمزہ مجھ سے پہلے آپؑ کی بارگاہِ عصمت میں پہنچ گئے۔ اُنہوں نے مجھے بتایا کہ اِمام علی نقی علیہ السلام مجھے یہ مسلسل فرما رہے ہیں کہ میری صحت کی دُعا کے لئے کسی کو کربلا معلّی بھیجو تا کہ حضرت سیدالشہدا اِمام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک پر دُعا کرے۔ محمد بن حمزہ تیار ہو گئے۔ میں بارگاہ اِمام علی نقیؑ میں پہنچا تو میں نے گزارش کی کہ فرزندِ رسولؐ کربلا معلّی میں جاؤں گا۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا: مگر اس کے متعلق خوب سوچ لو اس لئے کہ متوکل نے زیارت قبرِ اطہر اِمام حسین علیہ السلام کے متعلق حکمِ امتناعی جاری کر دیا ہے۔ پھر آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''محمد بن حمزہ کا جانا ٹھیک ہے''۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے اس کا تذکرہ علی بن بلال سے کیا تو اس نے کہا کہ انہیں کربلا معلّی کسی کو بھیجنے کی کیا ضرورت ہے؟ کیونکہ وہ خود بھی اِمامِ وقت اور فرزندِ رسولؐ ہیں۔ میں سرمن رائے گیا تو اِمام علی نقی علیہ السلام کے ہاں حاضر ہوا تو میں نے علی بن بلال کی بات کا تذکرہ کیا۔ حضرت اِمام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا: پھر تم نے اسے یہ جواب کیوں نہیں دیا کہ ''پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ کا طواف بھی فرمایا کرتے تھے اور حجرِ اسود کو بوسہ

بھی دیا کرتے تھے، حالانکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حُرمت خانہ کعبہ سے کہیں زیادہ بڑی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مقام عرفہ میں وقوف کا حکم دیا اور یہ وہ مقامات ہیں جہاں اللہ عزوجل چاہتا ہے کہ اس کا تذکرہ کیا جائے۔ اس لئے میں بھی چاہتا ہوں کہ میرے لئے وہاں دُعا کی جائے جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ بندے وہاں جا کر اس سے دُعا مانگیں"۔

حضرت اِمام علی نقیؑ کی شہادت پر حضرت اِمام حسن عسکریؑ خود کربلا کے زائر کو اخراجات عطا فرماتے ہیں

کتاب "مختار الخراج" ص ۲۱۵ کا حوالہ دے کر علامہ محمد باقر مجلسی علیہ الرحمہ بحارالانوار مترجم کے ص ۲۵۴، ۲۵۵ پر یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ ابوالقاسم حبشی سے روایت ہے کہ ان کا بیان ہے: میرا دستور تھا کہ میں ہر سال اول ماہِ شعبان کے آغاز میں سرمن رائے (سامرہ) میں اِمام علی نقی علیہ السلام کی قبرِ اطہر کی زیارت کو جایا کرتا اور نیمہ شعبان میں زیارت قبرِ حسین علیہ السلام کیا کرتا تھا۔

ایک سال کا ذکر ہے کہ میں شعبان سے پہلے ہی سامرہ پہنچ گیا اور خیال تھا کہ اب حسب دستور شعبان میں کربلا معلّیٰ کی زیارت کو نہ جا سکوں گا۔ پھر سوچا کہ میں ہمیشہ شعبان میں کربلا جاتا ہوں، چونکہ میں سامرہ کے نزدیک رہتا تھا اس لئے یہ سوچا کہ اس بار کسی کو نہ ملوں گا حالانکہ میں اپنے دوستوں کو پہلے کسی رقعہ یا خط کے ذریعے آگاہ کر دیا کرتا تھا مگر اب خیال تھا کہ صرف سامرہ کی زیارت کر کے واپس آ جاؤں گا۔ جس دوست کے ہاں سامرہ میں ٹھہرا اس کو کہہ دیا کہ میرے آنے کی کسی کو اطلاع نہ دینا۔ جب میں سامرہ میں زیارت کے لئے رات قیام کر چکا اور کربلا معلّیٰ جانے کے لئے تیار ہوا تو گھر کا مالک مسکرا دیا اور دو دینار لے کر آیا۔ اس کو خود حیرت تھی کہ وہ کہہ رہا تھا کہ حضرت اِمام حسن عسکری علیہ السلام نے یہ دو دینار میرے پاس بھیجے ہیں اور کہا ہے: "یہ ابوالقاسم حبشی کو دے دو اور کہو کہ جو اللہ کی اطاعت

میں مصروف رہتا ہے اس کی حاجت اللہ عزوجل خود پوری فرماتا ہے"۔

حضرت حجت آلِ محمدؑ کا خون کے آنسو رونا

اُستاد العلماء علامہ محمد باقر چکڑالوی اعلی اللہ مقامہ "مجالس المرضیہ" کے ص۲۲۱ پر فرماتے ہیں:

"اگر مجھے زمانہ نے آپؑ سے موخر کر دیا اور تقدیر نے مجھے آپؑ کی نصرت سے روک دیا اور میں آپؑ پر حملہ کرنے والوں اور دشمنوں سے جہاد نہ کر سکا اب آپؑ کے غم میں صبح و شام گریہ کروں گا اور آنسو کے بدلہ خون روؤں گا"۔

○......○......○

برزخ، بہشت اور عرش پر حضرت سیدالشہداءؑ کا مقام اور مجالس عزا کا انعقاد

دُعائے فاطمہ زہراؑ سے ہم تخلیق ہوتے ہیں
اسی بَل پر ہمیں جنت میں ماتم کی اجازت ہے
ریحان اعظمی

سید محسن نقوی شہید کا نذرانہ عقیدت

اس واسطے جنت کی فضا حق ہے ہمارا
شبیرؑ تیرے غم میں عزادار بھی ہم ہیں

جنت میں بھی شبیرؑ ترے غم کی قسم ہے
ماتم نہ کریں ہم تو عزادار نہ کہنا

جنت میں کون جائے گا تیری رضا بغیر
جنت بھی اے حسینؑ تیری سلطنت میں ہے

عالم برزخ میں سیدالشہداء علیہ السلام کا مقام

عالم برزخ میں سیدالشہداء علیہ السلام کے مقام سے متعلق ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے:
''آپ عرش کی دائیں جانب سے اپنی قتل گاہ پر نظر ڈالتے ہیں اور ان

شہداء کو دیکھتے ہیں جو قتل گاہ میں دفن ہیں پھر اپنی قبرِ اطہر پر نظر ڈالتے ہیں پھر اپنے زُوّار کو دیکھتے ہین۔ آپؑ اُن کو اچھی طرح پہچانتے ہیں اور اُن کے آباؤ اجداد کے نام سے بھی واقف ہیں اور خدا کے نزدیک آپ میں سے ہر ایک کے مقام و منزلت کو بھی پہچانتے ہیں۔ وہ گریہ کرنے والوں کو بھی دیکھتے ہیں تو اس کے لئے خود طلب استغفار کرتے ہیں اور اپنے آباؤ اجداد سے اس کی بخشش کے لئے سفارش بھی کرتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں: اے رونے والے! اگر تجھے معلوم ہوتا کہ خدائے تبارک و تعالیٰ نے تیرے گریہ کی کیا جزا مقرر کی ہے؟ تو تیری غم واندوہ سے زیادہ خوشی میں اضافہ ہوتا۔" (خصائص حسینیہ طبع کراچی ص ٦٧)

○......○......○

عرش کے نیچے اِمام حسینؑ کے سامنے مجلس برپا ہوگی جس میں آپؑ کو رونے والے تمام موجود ہوں گے

آیت اللہ جعفر شوستری اعلیٰ اللہ مقامہ "الخصائص حسینیہ" طبع کراچی کے ص ۶۷ پر لکھتے ہیں: روایات میں نقل ہے کہ روزِ محشر عرش کے نیچے آپ کے لئے مجلسِ عزا برپا کی جائے گی۔ اس مجلس کی خصوصیت یہ ہوگی کہ اس میں آپؑ پر تمام رونے والے اور آپ کی زیارت کرنے والے نہایت اطمینان کے ساتھ شرکت کریں گے اور ان کی مجلس سنیں گے۔ مجلس میں شرکت کرنے والے جب آپؑ سے گفتگو کر رہے ہوں گے اس وقت بہشتِ عنبر سرشت سے ان کی اَرواح ان کے لئے پیغام بھیجیں گی کہ ہم آپ کے مشتاق ہیں جلد واپس آئیں لیکن وہ بہشت میں جانے سے انکار کریں گے اور حسین علیہ السلام سے گفتگو کو ترجیح دیں گے اور ان کی ہم نشینی کو بہشت کی لذّت سے زیادہ اہمیت دیں گے۔

روایات میں عرصۂ محشر کی ایک اور منظر کشی یوں کی گئی ہے جسے دیکھ کر اہلِ محشر بے چین ہو جائیں گے۔ وہ یہ ہے سید الشہداء اِمام حسین علیہ السلام محشر میں کھڑے ہوں گے اور آپؑ کی گردن کی رگوں سے خون اُچھل رہا ہوگا، یہاں تک کہ جناب فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا آپ کو اس حالت میں دیکھیں گی تو فریاد، گریہ اور آہ و فغاں کریں گی۔

بہشت میں سید الشہداء علیہ السلام کا بلند مقام

"مجالس الحسینیہ" ص ۶۷، ۶۸ پر لکھتے ہیں: معلوم ہوا کہ ہر اِمامؑ کے لئے بہشت میں مخصوص مقام مقرر ہے۔ جبکہ حسین علیہ السلام کے لئے مقام اِمامت کے علاوہ مزید

درجات مخصوص ہیں۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"یا حسینؑ تیرے لئے بہشت میں درجات مقرر ہیں جنہیں تو فیضِ شہادت کے ساتھ ہی حاصل کر سکتا ہے"۔

ان درجات کی بنا پر آپ بہشت میں ہر مقام کی زینت ہیں۔ گویا حسین علیہ السلام بہشت میں ہر مقام پر موجود ہوں گے اور پورا بہشت صرف انہیں کے لئے مخصوص ہے"۔

وہ جو رنگیں ہوا خونِ شبیرؑ سے
آسمان سے بھی اونچا وہ پرچم کرو
کربلا سے یہی آ رہی صدا
زندگی چاہتے ہو تو ماتم کرو
(محسن نقوی شہید)

روزِ محشر عزاداروں کی شفاعت کے سلسلے میں سیدۃ النساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی فرمودہ دُعائیں اور آپؑ سے منسوب تمام روایات

خدا ہمیں سرِ محشر یہ کہہ کے بخشے گا
سکون کچھ تو ضروری ہے فاطمہؑ کے لئے

عرفان حیدر عابدی

محشر میں اپنے محبین کی شفاعت کیلئے دُعا

روایت ہے کہ روزِ قیامت ایک فرشتہ جناب زہراؑ کی خدمت میں آئے گا، جو اس سے پہلے کسی کے پاس نہیں گیا ہوگا اور بعد میں بھی کسی کے پاس نہیں جائے گا اور آ کر کہے گا۔ آپؑ کے پروردگار نے آپؑ پر سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے: آپؑ مجھ سے مانگیں تا کہ آپؑ کو عطا کروں، تو پھر حضرت سیدہ فاطمۃ زہراؑ یوں عرض کریں گی: ''اپنی نعمتوں کو مجھ پر تمام کیا اور کرامت وعزت کو میرے لئے متبرک کیا، اور اپنی جنت سے مجھے نوازا۔ میں اپنے فرزندان اوران کی اولادوں اوران سے محبت کرنے والوں کیلئے جنت کی طلب گار ہوں۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؑ اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گی: آپ نے اپنی نعمتوں کو مجھ پر تمام کیا، اور اپنی بہشت سے مجھے نوازا، اور مجھے اپنی کرامات سے عزت بخشی، اور تمام خواتین پر مجھے فضیلت دی، لہٰذا آپ سے سوال کرتی ہوں کہ اپنے

فرزندوں اوران کی نسل اوران سے محبت کرنے والوں کے لئے مجھے شفیع قرار دیں۔ پھر اللہ تعالیٰ عز وجل آپؑ کے فرزندان اوران کی اولادوں اوران سے محبت کرنے والوں کی حفاظت حضرت زہراؑ کے سپرد کردے گا، تو حضرت زہراؑ فرمائیں گی: ''تمام تعریفیں اس ذات کے لئے خاص ہیں جس نے ہم سے دکھ، درد کو روکا اور میری آنکھوں کو ٹھنڈک عطا کی''۔ (تفسیر فرات: ص ۱۶۹، بحار: ج ۴۳، ص ۲۲۴)

اللہ تعالیٰ سیدہ پاکؑ کے شیعوں اور عقیدت رکھنے والوں کو بخش دے گا

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک دن پیغمبرؐ اسلام، حضرت زہراؑ کے پاس تشریف لائے۔ اس حال میں کہ حضرت زہراؑ مغموم اور غم زدہ تھیں۔ پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا: بیٹی! کس چیز سے پریشان ہو؟

آپؑ نے کہا: ''اے میرے بابا! محشر اور اس میں لوگوں کی بے بسی سے پریشان ہوں''۔

پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا: وہ دن بہت عظیم ہے، اس وقت فرمایا: پھر جبرئیلؑ کہیں گے: اے فاطمہؑ! اپنی حاجت کہو تو ''اس وقت کہنا: پروردگار! مجھے حسنؑ وحسینؑ کو دکھا۔ اس وقت وہ دونوں آپ کے پاس لائے جائیں گے، اس حال میں کہ سیدالشہداءؑ کے گلوئے مبارک سے خون بہہ رہا ہوگا۔ پھر جبرئیلؑ بولیں گے: اے زہراؑ! اپنی حاجت بیان کریں۔ اس وقت کہنا: ''اے پروردگار! میرے شیعہ''۔ اس وقت ارشاد قدرت ہوگا ''ان کو بخش دیا ہے''۔

پھر کہنا: ''میرے فرزندوں کے شیعہ''۔

پروردگار عالم کہے گا: ''ان کو بھی بخش دیا''۔

پھر کہنا: ''پروردگار! میرے شیعوں کے شیعہ''۔

ارشاد پروردگار ہوگا: ''انہیں آزاد کیا، جو بھی آپؑ سے عقیدت رکھتا ہوگا وہ جنت میں آپ کے ساتھ ہوگا'' (تفسیر فرات: ص ۱۷۱، بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۷۲)۔

اے اللہ! میری اولاد کی مدد کرنے والوں کو بخش دے......
حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا کی دُعا

حضرت امام سید الساجدین علیہ السلام سے روایت ہے کہ قیامت کے دن منادی نداد ے گا: آج آپؑ پر غم اور ملال نہیں، پھر ندا دے گا: یہ فاطمہؑ پیغمبرؐ اسلام کی بیٹی ہیں، وہ اور جو بھی ان کے ساتھ ہے جنت میں جائے گا، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ فرشتے کو بھیجے گا: اے فاطمہؑ! اپنی حاجت کو بیان کریں، تو وہ یوں عرض کریں گی: اے پروردگار! میری حاجت یہ ہے کہ میری اولاد کی مدد کرنے والوں کو بخش دے (تفسیر فرات: ص ۲۶۰۔ بحار: ج ۴۳، ص ۲۲۲)۔

اے اللہ! میرے اور میرے بیٹوں سے محبت کرنے والوں کی شفاعت فرما

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ فرماتے ہیں: میں نے جابرؓ بن عبداللہ انصاریؓ کو فرماتے ہوئے سنا ہے، کہہ رہے تھے کہ پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا: قیامت کے دن حضرت فاطمہؑ عرش الٰہی کے سامنے آ کر یوں فرمائیں گی۔ اے میرے پروردگار! اے میرے مولا! میرے اور مجھ پر ظلم کرنے والوں کے درمیان فیصلہ فرما! پروردگار! میرے اور میرے حسینؑ کے قاتلوں کے درمیان فیصلہ فرما۔

اتنے میں خداوند تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ندا آئے گی: ''اے میری حبیبہ! اور میرے حبیب کی حبیبہ! مجھ سے مانگو تا کہ میں آپؑ کو عطا کروں۔ آپؑ شفاعت کریں تا کہ میں قبول کروں۔ مجھے اپنی عزت اور جلالت کی قسم، ظلم کرنے والے میری نگاہوں سے مخفی نہیں رہیں گے، تو پھر حضرت زہراؑ یوں عرض کریں گی: اے میرے پروردگار! اور میرے آقا و مولا! میرے بیٹوں اور میرے پیروکاروں اور میرے فرزندوں کے پیروکاروں اور میرے محبّوں اور میرے فرزندوں کے محبّوں کو بخش دے''۔

اسی دوران اللہ تعالیٰ کی جانب سے ندا آئے گی: کہاں ہیں فرزندانِ فاطمہؑ؟ اوران

کے پیروکار اور محبین؟ اوران کے فرزندوں کے محبین؟ اتنے میں وہ فرشتگانِ رحمت الٰہی جوان کے اطراف میں کھڑے ہوں گے حرکت میں آئیں گے۔ جب کہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراؑ ان کے آگے آگے چلیں گی، یہاں تک وہ بہشت میں داخل ہوں گے (امالی۔ص ۲۵، غایۃ المرام: ص ۵۹۴، حدیث: ۴۵)۔

اللہ تعالیٰ میرے فرزند کے غم میں رونے والوں کی شفاعت فرمائے گا

حضرت علی علیہ السلام پیغمبر اسلام سے روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن عرش الٰہی سے منادی ندا کرے گا: اے اہلِ محشر! اپنی آنکھیں بند کرلو، کیونکہ فاطمہؑ بنت محمدؐ اپنے حسینؑ کی خون آلودہ قمیض لے کر گزر رہی ہیں۔ پھر حضرت فاطمہؑ عرش الٰہی کا پایا پکڑ کر کہیں گی: اے پروردگار! تو قدرت والا اور عادل ہے، میرے اور میرے بیٹے کے قاتلوں کے بارے میں فیصلہ فرما۔

رب کعبہ کی قسم! اللہ تعالیٰ میری بیٹی کے حق میں فیصلہ دے گا، پھر حضرت زہراؑ یوں عرض کریں گی: اے پروردگار! مجھے ان لوگوں کے لئے شفیع قرار دے، جو میرے فرزند کے غم میں روتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ انہیں شفیع قرار دے گا۔ رب کعبہ کی قسم! اللہ تعالیٰ روزِ محشر میری بیٹی کے حق میں فیصلہ دے گا (ینابیع المودۃ: ص ۲۶۰)۔

پیغمبرؐ اسلام سے روایت ہے: میری بیٹی فاطمہ زہراؑ قیامت کے دن اس طرح آئیں گی کہ خون آلودہ قمیض ہاتھ میں ہوگی عرش الٰہی کے ایک ستون کے ساتھ کھڑے ہوکر کہیں گی: اے عادل! اے قادر! میرے اور میرے فرزند کے قاتلوں کے درمیان فیصلہ فرما۔

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے: اے حاکم! میرے اور میرے فرزند کے قاتلوں کے درمیان فیصلہ فرما، رب کعبہ کی قسم! خدا میری بیٹی کے حق میں فیصلہ کرے گا (عیون الاخبار الرضا: ج ۲، ص ۸و۲۵)۔

سیدہ زہراؑ کا امام حسینؑ کا خون آلود کرتہ لے کر احتجاج کرنا

"امالی شیخ مفیدؒ" تالیف محدث علامہ شیخ مفید رضوان اللہ، مترجم ص ۲۱۵ پر یہ حدیث نقل ہے: حضرت امام ابوعبداللہ جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں: جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ تمام اوّلین و آخرین کو ایک میدان میں جمع فرمائے گا، ایک منادی آواز دے گا: اے اہلِ محشر! "اپنی اپنی آنکھوں کو بند کرو اور اپنے سر جھکا لو تا کہ حضرت فاطمہ علیہا السلام بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پُل صراط سے گزر جائیں"۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ساری مخلوق اپنی اپنی آنکھیں بند کر لے گی۔ پس جناب فاطمہ علیہا السلام جنت کے ایک ناقہ پر سوار ہو کر تشریف لائیں گی۔ ان کے پیچھے ستّر ہزار فرشتے ہوں گے۔ وہ ناقہ قیامت کے بہترین مقاموں میں سے ایک مقام پر کھڑا ہو گا۔ پھر بی بی پاکؑ اس ناقہ سے نیچے تشریف فرما ہوں گی اور آپؑ حسینؑ بن علیؑ کی قمیض جو آپؑ کے پاک خون سے غلطاں ہوگی کو ہاتھ میں لے کر بارگاہِ خدا میں آواز دیں گی: اے میرے پروردگار! یہ میرے بیٹے کی قمیض ہے اور تو جانتا ہے کہ میرے بیٹے کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا تھا؟ پس خداوند کریم کی طرف سے آواز آئے گی:

اے فاطمہؑ! آج میں آپ کو خوش کروں گا۔ پس بی بی پاکؑ عرض کریں گی:

اے میرے رب! میرے بیٹے کے قاتلوں سے آج میرے لئے بدلہ لے۔ اللہ تعالیٰ آگ کی ایک لمبی گردن والے جانور کو حکم دے گا اور وہ جہنم سے باہر آئے گا۔ پس وہ امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں کو محشر سے اس طرح چُن لے گا جیسے پرندہ، دانہ چُن لیتا ہے۔ پھر وہ جانور ان سب کو ساتھ لے کر جہنم میں چلا جائے گا، پس وہاں ان کو مختلف قسم کے عذاب میں سے ان کو عذاب دیا جائے گا۔

پھر بی بی پاکؑ کو دوبارہ اپنے ناقہ پر سوار ہو کر جنت میں جائیں گی اور ان کے ساتھ فرشتے ہوں گے اور آپؑ کی ذرّیت پاک آپ کے سامنے ہو گی اور لوگوں میں سے

آپؑ کے شیعہ آپؑ کے دائیں بائیں ہوں گے۔

حضرت سیدہؑ کا بروزِ محشر گریہ

جنابِ بتولؑ معظمہ کا حسینؑ پر آخر گریہ بروزِ محشر ہوگا جب حاضرِ بارگاہِ توحید ہوں گی اور حکم ہوگا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ...... پس عرض کریں گی: میں اُس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوتی جب تک میرے حسینؑ کے قتل کا فیصلہ نہ ہو! پس حکم ہوگا کہ وسطِ محشر میں نگاہ کریں تو دیکھیں گی کہ حسینؑ بغیر سر کے موجود ہیں اور کٹی ہوئی رگوں سے خون جاری ہے پس گریں گی اور ناقۂ جنت سے نیچے عرصۂ محشر پر آ جائیں گی اور تمام اہلِ محشر میں آہ و گریہ بلند ہو گا...... پس بی بیؑ اپنے فرزند کے غم میں رونے والوں کے حق میں شفاعت کریں گی اور وہ ان کی شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے۔ (مجالس المرضیہ، ص۱۶۲)

عزاداروں کی شفاعت حضرت سیدہ زہراؑ فرمائیں گی

استاد العلماء علامہ اختر عباس نجفی اعلی اللہ مقامہ "خطبات شیخ الجامعہ" کے ص ۱۰۱ پر فرماتے ہیں: مسلمانو! ہم کیوں نہ روئیں؟ ہم پر ظلم اس لئے کرتے ہو کہ ہم اس کی بیٹی پر رو رہے ہیں جو قیامت کے روز شفیعہ ہوگی؟ وہ قیامت کے روز شفاعت کرنے والی ہے، میں نے یہ روایت پڑھی تھی کہ جب جناب زہراؑ دروازۂ جنت پر آئیں گی تو رُک جائیں گی۔ حکم ہوگا کہ اے زہراؑ! جنت میں داخل ہو جا۔ جناب زہراؑ کھڑی ہو جائیں گی، خدا کا حکم ہوگا زہراؑ کیا دیکھتی ہیں؟ جناب زہراؑ عرض کریں گی: خدایا! میں کیسے جاؤں؟ جبکہ وہ لوگ میرے ساتھ نہیں جو میرے بیٹے کو رویا کرتے تھے۔ اس کے احکام بجا لایا کرتے تھے، اس کے مصائب پر عزاداری کرتے تھے، خدا کا حکم ہوگا زہراؑ جا جس جس کی شفاعت کرے گی میں اسے جنت میں بھیجوں گا۔ امامؑ فرماتے ہیں: وہ کوئی شقی شیعہ ہوگا جو اس دن زہراؑ کی شفاعت پر نہ بخشا جائے۔ ایسے چُن لے گی جیسے مرغ ریت سے دانہ چُن لیتا ہے۔

o......o......o

مراجع عظام، مجتہدین کرام کے عزاداری سیدالشہداء اِمام حسین علیہ السلام کے بارے میں نظریات اور فتاویٰ

دعوتِ فکر

مندرجہ ذیل دو کتب ہر بڑے شہر کے کتب خانے سے مہیا ہیں:

عزاداری از دیدگاہ مرجعیت

یہ کتاب حجۃ الاسلام آقای علی ربانی خلخالی کی تالیف ہے مترجم مولانا کاظم حسین اثیر جاڑوی شہید ہیں۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۸۸ء میں شائع ہوا تھا۔ عالمِ اسلام کے تمام مراجع عظام، مجتہدین کرام کے فتاویٰ پر مشتمل ہے۔

تاریخچہ عزاداری حسین علیہ السلام

اس کتاب کے مؤلف اُستاد علامہ آقای صالح شہرستانی ہیں۔ مترجم مولانا حافظ اقبال حسین جاوید ہیں۔ یہ کتاب حضرت آدم علیہ السلام سے تاحال عزاداری کی تاریخ ہے۔
یہ دونوں کتابیں سید شبر عباس مرحوم نے شائع کی تھیں۔

مرجع تقلید اُستاد المجتہدین محمد حسین نائینی رضوان اللہ کا تاریخی فتویٰ

یہ فتوی ۵ ربیع الاول ۱۳۴۵ ہجری میں شائع ہوا تھا۔ بصریٰ (عراق) کے باشندوں نے آپ سے عزاداری اِمام حسین علیہ السلام کے بارے میں سوالات کئے تھے، ہم صرف جوابات لکھ رہے ہیں سوالات ان جوابات سے خود بخود معلوم ہو جائیں گے۔ یہ فتاویٰ اس کتاب "عزاداری از دیدگاہ مرجعیت" کے ص ۷۰ تا ۷۱ پر درج ہیں۔

آیت اللہ العظمیٰ کے فتویٰ کا متن

ذکرِ حسینؑ میں اس حد تک طمانچے مارنے اور سینہ زنی کرنے میں بھی کوئی اشکال

نہیں ہے کہ چہرہ اور سینہ سُرخ یا سیاہ ہو جائیں جبکہ کندھوں اور پُشت پر زنجیر زنی بھی جائز ہے۔ جہاں تک پیشانی سے تلوار وغیرہ سے خون نکالنے کا تعلق ہے تو اقویٰ یہ ہے کہ یہ جائز ہے بشرطیکہ اس کے ضرر سے محفوظ رہا جائے (باقی تفصیلات کتاب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں)۔

اس فتویٰ کے تصدیق کرنے والے مراجع عظام

آیت اللہ العظمیٰ سید عبدالہادیؒ شیرازی

- آقای نائینی رضوان اللہ نے جن اُمور کا تذکرہ فرمایا ہے انشاء اللہ دُرست ہیں۔

آیت اللہ العظمیٰ آقای سید محسن الحکیم رضوان اللہ

- جو مطالب اُستاد محترم نے تحریر فرمائے ہیں انتہائی واضح اور غیر مبہم ہیں حتیٰ کہ ان امور کے لئے میرے کسی فتویٰ کی ضرورت بھی نہیں۔ (۲ محرم ۱۳۶۷ ہجری)

آیت اللہ العظمیٰ سید جمال الدین موسوی

جو کچھ آیت اللہ نائینی نے اپنے فتویٰ میں تحریر فرمایا ہے حرف بہ حرف دُرست اور ہمارے فتویٰ کے مطابق ہے۔

نوٹ: اس فتویٰ کی تائید میں پچاس سے زائد مراجع عظام اور مجتہدین کے فتاویٰ کتاب میں نقل کئے گئے ہیں۔

"ایک آنسو کے اجر" کے بارے میں

ولی العصرؑ آقای بحر العلوم سے فرماتے ہیں:

تشیع کی معروف شخصیت علامہ بحر العلوم سامراء جارہے تھے اور راستے میں گریہ امام حسینؑ پر ثواب (تمام گناہوں کی بخشش) کے بارے میں سوچتے جارہے تھے کہ اسی اثناء میں ایک عرب جو ایک سواری پر سوار تھا آپ کے پاس پہنچا اور اس نے آپ پر سلام کیا اور پوچھا: اے سید! میں آپ کو فکر مند دیکھ رہا ہوں اگر کوئی علمی مسئلہ ہے تو مجھے بیان کریں شاید میں کچھ

کہہ سکوں۔ سید بحر العلوم نے کہا: "میں یہ سوچ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کیسے، امام حسینؑ کے زائرین اور گریہ کرنے والوں کو اتنا زیادہ ثواب دیتا ہے؟ جیسے یہ کہ زائر کو ہر قدم کے بدلے ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب ملے گا۔ ایک آنسو کے قطرے کے بدلے اس کے تمام صغیرہ و کبیرہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے؟

اس عرب سوار نے کہا: تعجب نہ کرو میں تمہیں ایک مثال دیتا ہوں جس سے تمہاری مشکل حل ہو جائے گی۔ ایک بادشاہ شکار کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے جدا ہو گیا، وہ بھوک اور پیاس سے نڈھال ہو چکا تھا۔ بیابان میں سے ایک خیمہ نظر آیا وہ وہاں خیمہ کے اندر داخل ہوا، اس نے دیکھا کہ ایک بڑھیا اپنے بیٹے کے ہمراہ خیمے کے اندر بیٹھی ہے، ان کے پاس صرف ایک ہی بکری تھی جس سے ان کی روزی چلتی تھی۔ اس کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ اس بڑھیا نے وہی بکری ذبح کر دی اور بادشاہ کو کھانا کھلایا۔

وہ بڑھیا اس بادشاہ کو جانتی نہیں تھی۔ صرف مہمان کے احترام میں اس نے یہ کیا۔ بادشاہ رات وہیں رہا، واپس آ کر عمومی دربار میں اس نے یہ واقعہ ذکر کیا کہ کیسے میں اپنے لشکر سے جدا ہو گیا؟ اور بھوکا پیاسا اس خیمے تک پہنچا۔ وہ بڑھیا مجھے پہچانتی نہیں تھی۔ اس نے اپنا پورا سرمایہ یعنی بکری میرے لئے خرچ کر دیا۔ اب آپ لوگ بتائیں، اس بڑھیا اور اس کے بیٹے کی اس محبت و ایثار کے بدلے میں اسے کیا دُوں کہ اس عمل کی تلافی ہو سکے؟ کسی نے کہا: سو بکریاں دے دیں۔ کسی نے کہا: سو بکریاں اور سو اشرفیاں دے دیں۔ کسی نے کہا: فلاں زمین دے دیں۔ بادشاہ نے کہا: یہ صحیح نہیں، ہاں میں اگر اسے پوری سلطنت دے دُوں تو یہ تلافی ہوگی کیونکہ ان کے پاس جو کچھ تھا اُنہوں نے وہ مجھ پر نثار کر دیا۔ اب میرا فرض بنتا ہے کہ میرے پاس جو کچھ ہے میں وہ سب انہیں دے دوں۔

اس کے بعد آپؑ نے بحر العلوم سے فرمایا: "سید الشہداءؑ کے پاس بھی جو کچھ تھا مال، اہل و عیال، بھائی، بیٹے، سر اور جسم مطہر، وہ سب کے سب راہِ خدا میں نثار کر دیئے اب رضائے خدا یہ ہے کہ وہ اس کی زیارت کرنے والوں اور اس پر گریہ کرنے والوں کو یہ سب

اجر و ثواب دے۔ وہ عرب یہ کہہ کر سید بحر العلوم کے سامنے غائب ہو گئے"۔ (العبقری الحسان ج ۱ ص ۱۹۹، محرم الحرام، اہلِ فکر و نظر کے سوالات اور اُن کے جوابات، ناشر دانش کدہ، اسلام آباد ص ۱۹۱ تا ۱۹۳، تاریخ علماء ج ۱، گفتار و سخن علامہ صادق حسن، مرتب رائے افتخار حیدر کھرل، ص ۱۴۱ تا ۱۴۳۔ اُنہوں نے یہ واقعہ علامہ حلی اعلیٰ اللہ مقامہ کے حوالے سے بیان کیا ہے)۔

مجھے آنکھوں کی بیماری سے نجات اِمام حسینؑ کے توسل اور ماتمی کے پاؤں کی خاک سے ملی...... آیت اللہ العظمیٰ حسین بروجردیؒ

مندرجہ ذیل واقعہ "عزاداری از دیدگاہ مرجعیت کے ص ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰" پر تحریر ہے جو کتاب "البکاء الحسینؑ" سے نقل کیا گیا ہے ہم اس طویل روایت کا مفہوم نقل کر رہے ہیں یہ واقعہ ۱۳۸۰ ہجری قمری کا ہے۔

جشن میلاد حضرت ابی عبد اللہ الحسین علیہ السلام کے سلسلے میں قم المقدسہ کے ذاکرین اور واعظین کی طرف سے مسجد اعظم میں محفل تھی۔ اس محفل میں آیت اللہ العظمیٰ سید حسین طباطبائی بروجردی رضوان اللہ تعالیٰ نے شرکت فرمائی۔ محفل کے دوران آقای بروجردی اعلیٰ اللہ مقامہ کے قصے کو بیان کیا گیا کہ اُن کی آنکھوں کی بینائی متاثر ہوئی، اور وہ مطالعہ میں بڑی دِقت محسوس کرتے تھے اور پھر اِمام حسین علیہ السلام کے توسّل سے آنکھیں دُرست ہو گئیں۔

یہ واقعہ خود آقای بروجردی کی زبانی یوں بیان ہوا ہے:

"میں بروجرد میں تھا اور میری آنکھوں میں شدید درد کی اذیت نے مجھے پریشان کر رکھا تھا۔ علاج سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوا۔ محرم کے ایام میں آیت اللہ فقید کے ہاں ماتمی دستے سینہ زنی کرتے آ رہے تھے۔ عاشور کے دن ایک ماتمی دستہ ہمارے گھر بھی آیا۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں اس ماتمی دستہ کے تمام افراد یا اُن کی اکثریت، سادات اہلِ علم اور ارباب شرف تھے۔ اُنہوں نے اپنی کمر میں سفید کمر بند باندھ رکھے تھے، سینہ زنی کر رہے تھے۔ سر کا

ماتم کر رہے تھے اور سروں میں خاک ڈال رکھی تھی، انتہائی رقّت آمیز ماحول تھا، جب یہ ماتمی دستہ ہمارے گھر میں داخل ہوا تو عزاداروں میں غم واندوہ کا ایک عظیم سیلاب آ گیا۔

آقای بروجردی اعلیٰ اللہ مقامہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک کونے میں بیٹھا غمِ حضرت سیدالشہداءؑ میں آنسو بہا رہا تھا کہ اس پورے خاک بسر، دستہ میں سے ایک ماتمی کے پاؤں کی جگہ سے مٹی لے کر میں نے درد سے شُعلہ بار آنکھوں میں ڈال دی۔ اسی وقت میری آنکھوں کا درد ختم ہو گیا اور اس دن سے لے کر آج تک نہ صرف یہ کہ میری آنکھوں میں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی بلکہ آج بھی میں حضرت سیدالشہداءؑ کی برکت سے عینک کا محتاج نہیں ہوں"۔

کتاب کے مصنف کا کہنا ہے کہ پھر ہم نے دیکھا کہ آقای بروجردیؒ کے تمام اعضائے بدن از حد کمزور ہو چکے تھے، لیکن ان کی بصارت میں ذرّہ بھر بھی فرق نہیں آیا تھا۔ پھر وہ اکثر فرماتے تھے کہ اگر لوگ جانتے کہ خاندانِ عصمت وطہارت کو بارگاہ ایزدی میں کیا مقام حاصل ہے؟ موجودہ عزت واحترام سے کئی سو گنا زیادہ اہلِ بیت علیہم السلام کی تعظیم کرتے۔

۱۳۶۷ ہجری کے یومِ عاشور کو جب مراجع عظام اور علماء کرام کا ایک ماتمی جلوس قم المقدس کے مدرسہ فیضیہ سے حرم سیدہ معصومہ سلام اللہ علیہا کی طرف تعزیت کے لئے روانہ ہوا تو آقای بروجردیؒ خاک آلودہ ہو کر ماتم کرتے ہوئے جلوس کے آگے حلقہِ ماتم میں موجود تھے (یہ تصویر "عزاداری از دیدگاہ مرجعیت کے ص ۱۴۱" پر شائع ہو چکی ہے)۔

امام خمینیؒ کا عزاداری امام حسینؑ کے بارے میں عقائد ونظریات

عزاداری سے مذہب کا تحفظ کریں

- کچھ لوگ کہتے ہیں کہ غم حسینؑ میں رونا بے سود ہے، کیا یہ صرف گریہ ہے؟ ہرگز ہرگز ایسا نہیں۔
- یہ ایک معاشرتی اور اجتماعی مسئلہ ہے، بھلا کیا حضرت سیدالشہداء امام حسینؑ ہمارے

گریہ کے محتاج ہیں؟

- آخر ہمارے آئمہ طاہرین علیہم السلام نے عزاداری کے بارے میں اتنی تاکید کیوں کی ہے کہ مجالس عزا برپا کرو؟
- حضرت سیدالشہداءؑ کی غربت پر آنسو بہانے کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم عزاداری کے ذریعہ شیعہ مذہب کا تحفظ کریں۔ (ص ۱۴)

عزاداری، سینہ زنی، ماتم اور نوحہ خوانی کے ساتھ برقرار رکھیں

- یومِ عاشور کے کسی بھی عزاداری کے جلوس میں کسی قسم کی تبدیلی کے سوچنے کا بھی خیال نہ کرنا۔
- ان عزاداری کے جلوسوں کو کسی قسم کے لانگ مارچ کی شکل میں مت بدلنا، عزاداری اِمام حسین علیہ السلام کو اپنی سابقہ طریقوں اور روایات کے مطابق منائیں۔ اسی طرح سینہ زنی، ماتم اور نوحہ خوانی کے ساتھ اسے برقرار رکھیں بلکہ اگر ہو سکے تو سابقہ روایات سے بھی زیادہ پُرعظمت طریقہ سے برقرار رکھا جائے، یہی کامیابی کا راز ہے۔
- لانگ مارچ ایک سیاسی مقام ہے۔ اسے الگ رہنے دیں۔ پورے ملک کو اِمام بارگاہ ہونا چاہیے۔ ہر شخص کو ذاکر اور ہر شخص کو عزادار ہونا چاہیے۔ عزاداری سے زیادہ اتحاد کہاں ملے گا؟ دُنیا میں کون ایسی قوم ہے جو ہماری طرح متحد ہو؟ یہ اتحاد کی اصل وجہ کیا ہے؟

یہ حضرت سیدالشہداء اِمام حسین علیہ السلام کی ہی تو کرم نوازی ہے۔

یاد رکھیں کہ اگر قیامت تک حضرت سیدالشہداء علیہ السلام کے مصائب پر آنسو بہاتے رہیں تو بھی حضرت اِمام حسین علیہ السلام کو تو اس کا کوئی فائدہ نہیں، البتہ ہمیں ضرور فائدہ پہنچے گا۔

آخرت کے نفع کو الگ رکھیں صرف دُنیاوی فائدہ ہی دیکھ لیں، ہمارا اتحاد اسی سیدالشہداء علیہا السلام کی غربت اور تنہائی پر رونے کی وجہ ہے۔ (ص ۱۴، ۴۷)

استعماری ایجنٹ عزاداری چھینناچاہتے ہیں

اب ان استعماری ایجنٹوں کی کوشش ہے کہ یہ مورچہ ہم سے چھین لیں۔ ظاہراً یہ لوگ ہم میں سے ہیں جو اُن کے فریب میں آچکے ہیں۔ استعمار انہی لوگوں کے ہاتھ سے ہمیں ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتے ہیں۔ (ص ۱۶)

بڑے، چھوٹے ذاکرین اور نوحہ خوانوں کے بیش بہا اثرات ہوتے ہیں

بڑے بڑے خطیبوں سے لے کر چھوٹے چھوٹے ذاکرین، نوحہ خوانوں تک ہر ایک کا اپنا مقام اور اپنا اثر ہے۔ ایسے افراد جو مجلسِ عزا میں کھڑے ہو کر اشعار پڑھتے ہیں یا جو منبر سے خطاب کرتے ہیں۔ ہر ایک کا اپنے مقام پر خاص اثر ہے اور یہ اثر جعلی نہیں ہے بلکہ فطری اور طبعی اثر ہے ممکن ہے ان پڑھنے والے افراد میں، وہ خود اپنے اثر سے آشنا نہ ہوں۔ (ص ۲۷)

ہمارے آنسو نہ دیکھو، اس کے اثرات دیکھو

اے لوگو! ہمارے آنسوؤں کو نہ دیکھو بلکہ ان کے اثر کو دیکھو، اگر ہم چاہیں تو ہماری آنکھ سے گرنے والا ایک قطرہ، سیلاب بن کر ڈھائی ہزار سالہ شہنشاہی کے محلات کو غرق کر دے۔ (ص ۲۸)

علم مبارک کے بارے میں اِمام خمینیؒ فرماتے ہیں

قیامِ عاشور، اس کتاب میں اِمام خمینیؒ کے عزاداری پر دیئے گئے خطبات ہیں ان کے اقتباس جن میں "علم" کا ذکر ہے ملاحظہ فرمائیں:

- ص ۲۷ پر فرماتے ہیں: "اگر یہ وعظ و خطابت اور سوگواری کی مجلسیں اور اجتماعات نہ ہوتے تو ہمارا ملک کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ سب نے حضرت اِمام حسینؑ کے علم کے نیچے جمع ہو کر قیام کیا۔
- آج بھی حضرت اِمام حسین علیہ السلام کا پرچم سربلند ہے اور یزید کا نام ونشان بھی

نہیں (ص ۱۶۱)۔

- ہمارے آئمہؑ نے ابتدائے اسلام میں جو منصوبہ بنایا تھا وہ قیامت تک کے لئے ہے۔ وہ منصوبہ یہ تھا کہ ایک مقصد کو لے کر ایک علم کے نیچے جمع ہوں اور حضرت سیدالشہداءؑ کی عزاداری سے زیادہ کوئی چیز اس کے لئے مؤثر نہیں ہے۔ (صحیفہ نور ج ۱۶، ص ۲۱۸)
- اس گریہ نے مکتب سیدالشہداءؑ کو زندہ رکھا ہے۔ مصائب کے یہ تذکرے ہیں، جنہوں نے مکتب امام حسین علیہ السلام کو زندہ رکھا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے ایک شہید کے لئے جو ہم سے جدا ہوتا ہے...... علم اُٹھائیں نوحہ خوانی کریں۔

عزاداریٔ اِمام حسینؑ، دین ہے...... آیت اللہ گلپائیگانی رضوان اللہ تعالیٰ

عزاداریٔ اِمام حسین علیہ السلام لوگوں کا دین بن چکی ہے۔ عزاداری دین ہے۔ عزاداری لوگوں کے گوشت پوست اور خون میں شامل ہو چکی ہے۔ (ص ۱۹)

لوگ آگ پر ماتم بھی صرف اِمام حسینؑ کیلئے کرتے ہیں

ہم نے مسلسل سنا ہے کہ ہندوستان اور پاکستان میں عزادار "یا حسینؑ" کہہ کر دہکتے انگاروں پر چلے جاتے ہیں اور ان کے پاؤں پر آگ کی معمولی سی نشانی بھی نظر نہیں آتی۔ آگ میں داخل ہونے کے اس حیرت انگیز کام سے لوگوں کے دلوں میں ظلم کے خلاف نفرت پیدا ہوتی ہے۔ بھلا یہ لوگ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ اور کس لئے کرتے ہیں؟ اس سوال کا صرف اور صرف ایک جواب ہے اور وہ یہ کہ صرف اِمام حسین علیہ السلام کے لئے کرتے ہیں۔ آگ پر ماتم کیوں کرتے ہیں؟ صرف اس لئے کہ اِمام حسین علیہ السلام نے ظلم کے خلاف قیام کیا ہے اور ظلم کے چہرے سے نقاب کو نوچ لیا ہے۔

عزاداری کو دیکھ کر لوگ شیعہ ہو جاتے ہیں

مگر آج ہم سنتے ہیں کہ ان مراسم عزا کا مذاق کیا جاتا ہے کہ کیا ماتم اور آنسو بہا کر ظلم

کا مقابلہ کریں؟ اگر ہم عزاداری کے تمام انفرادی اور اجتماعی مفادات کو نظرانداز بھی کر لیں تو کیا یہی فائدہ کم ہے؟ کہ ہر سال عزاداری سے متاثر ہو کر کتنے لوگ شیعہ ہو جاتے ہیں۔ بعض مقامات پر خاص طور پر اتنے معجزے ہوتے ہیں جن سے انہیں ہمارے شیعہ مذہب کی سچائی کا یقین ہو جاتا ہے۔ (عزاداری از دیدگاہ مرجعیت، ص ۱۹)

عزاداری کی مخالفت استعمار کے ایجنٹ کرتے ہیں

ہمارے بعض عزیز نوجوان جو خود فریب خوردہ ہیں دوسروں کو فریب دیتے ہیں کہ عزاداری نہ واجب ہے نہ مستحب۔ یاد رکھو! اگر کوئی شخص منبر پر جائے اور مصائب نہ پڑھے تو وہ منکر کا مرتکب ہوا، اسے ملامت کریں اس کی سرزنش کریں۔ بطور نہی عن المنکر سے منع کر کے اس سے بازپرس کریں کہ آپ نے مصائب کیوں نہیں پڑھا؟

یاد رکھیں سابقہ روایات کے مطابق بلکہ ان سے زیادہ عظمت و شکوہ سے مجالس عزا کا انعقاد کرتے رہنا۔ نئی نسل کو خوش اخلاقی سے اپنے قریب کر کے سمجھایئے کہ عزاداری کی مخالفت، استعماری طاقتوں کی طرف سے کی جا رہی ہے وہ لوگ چاہتے ہیں کہ عزاداری ختم ہو جائے۔ آپ ان سادہ لوح طبقے کو بیدار کریں، خصوصاً مجالس میں آئمہ طاہرین علیہم السلام کے مصائب کو بیان کریں، کیونکہ مصائب بیان کرنے سے معصومین علیہم السلام کا حکم اور امر زندہ ہوتا ہے۔ (ص ۲۰)

مجالس عزا، ماتم اور زنجیر زنی سب کچھ کیا جائے......
آیت اللہ آقای سید شہاب الدین مرعشی نجفی رضوان اللہ

''عزاداری از دیدگاہ مرجعیت'' مترجم طبع لاہور، ۱۹۸۸ء کے ص ۱۵۹ پر آقای مرعشی لکھتے ہیں (یہ فتویٰ ۲۱ ذوالحجہ ۱۳۹۹ ہجری کو لکھا گیا): ''سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کا قیام الٰہی قیام ہے۔ اُمتِ مسلمہ نے آپؑ پر مظالم کی انتہا کر دی ہے، لہٰذا ماضی کی طرح معمول کے مطابق مجالس عزا کا انعقاد، آلِ محمد علیہم السلام پر ہونے والے مصائب کا تذکرہ، سینہ زنی،

زنجیر زنی وغیرہ سب کچھ کیا جائے...... تا آخر۔

آیت اللہ آقای حاج سید ابوالقاسم موسوی خوئی کا نظریہ

آپ لکھتے ہیں: ''شعائر مذہبیہ جن میں سے مراسم عزائے کربلا بھی ہیں، سے منع کرنے کی کوئی اساس اور بنیاد نہیں ہے بلکہ فطرت کے قانون کے بھی خلاف ہے۔ حضرت سید الشہداءؑ اور آئمہ اہلِ بیت علیہم السلام کا مشن بیان کرنے اور ان کے مصائب بیان کرنے میں کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ ان کے مصائب کا تذکرہ اور اظہار، حزن و ملال ان کے عمل ہی کا حصہ ہے، کیونکہ ظالموں کے ظلم کا بیان اور مظلوم کی مظلومیت کا اعلان دین ہے''۔ (عزاداری از دیدگاہ مرجعیت ص ۱۵۵، ۱۶ رجب ۱۳۹۹ ہجری)

آیت اللہ آقای ضیاء الدین عراقی

حضرت سید الشہداءؑ کی عزاداری میں جلوس ہائے عزا کا سڑکوں پر آنا اور گریہ کرتے ہوئے بازاروں میں نکلنا، سینہ زنی اور زنجیر زنی وغیرہ کرنا سب جائز ہے، بشرطیکہ ضرر نہ ہو۔ اسی طرح جلوس میں ذوالجناح کا لانا جو موجب غم و اندوہ ہوتا ہے جیسا کہ نجف اشرف اور دیگر شیعہ شہروں میں رسم ہے، سیاہ علم اُٹھانا جو غم و اندوہ کی علامات سے ہیں، بھی جائز ہیں۔ (عزاداری از دیدگاہ مرجعیت ص ۱۳۵)

آیت اللہ العظمیٰ سید عبداللہ شیرازی رضوان اللہ فرماتے ہیں

جب حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید عبداللہ شیرازی قدس سرہ سے سوال کیا گیا کہ اب جبکہ عاشورہ محرم کا واقعہ گزرے ایک طویل مدت گزر چکی ہے اور جب نہ حسینؑ زندہ ہیں اور نہ یزید باقی ہے، آپ کیوں محرم کی مجالس پر اصرار کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا تھا کہ ''اس لئے کہ کہیں واقعہ غدیر خم کی طرح واقعہ کربلا بھی تاریخ کے صفحات میں دفن ہو کر نہ رہ جائے اور لوگ اصل واقعہ ہی سے منکر نہ ہو جائیں''۔

مجھے خواب میں کہا گیا کہ مجلس پڑھنا ہرگز نہ چھوڑو......آیت اللہ شہید مطہریؒ

مقتلِ مطہر میں آیت اللہ شہید مطہریؒ ص ۱۰۸ پر اپنا خواب بیان کرتے ہیں:

''سوگوارانِ مظلوم کربلا! آج کل ہم سب استقبال محرم کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ فاطمہؑ کے لال کا غم منانے کے لئے عزا خانے سج رہے ہیں۔ عجیب اتفاق ہے ۱۹۶۲ء میں یعنی جس سال آقائے بُروجردی فوت ہوئے تھے میں نے انہیں خواب میں دیکھا (آقائے بُروجردی شوال میں فوت ہوئے تھے) لیکن اس کی کیفیت اور تفصیل ایسی تھی کہ میں خود اس خواب کی تعبیر نہ سمجھ سکا۔''

منبر کو نہ چھوڑنا

اُس زمانے میں جناب حاجی احمد قمی مرحوم، خواب کی حیرت انگیز تعبیر بیان کرنے میں شہرت رکھتے تھے، یہاں تک کہ کبھی کبھی آیت اللہ بروجردی بھی اپنے دیکھے ہوئے خواب کی تعبیر موصوف سے دریافت کرتے تھے۔ چنانچہ میں نے جناب قمی کو فون کر کے اُن سے اپنے خواب کی تعبیر معلوم کی۔ سچی بات یہ ہے کہ خود مجھے سمجھ نہیں آیا کہ میں نے جو خواب دیکھا تھا اُس میں کون سی بات ایسی تھی؟ جس سے جناب احمد قمی نے یہ تعبیر بتائی (اُس زمانے میں، میں نے منبر پر جانا اور مجلس پڑھنا ترک کر رکھا تھا)۔ اُنہوں نے مجھ سے کہا: اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تم منبر کو ہرگز نہ چھوڑو۔ اب اُنہوں نے یہ تعبیر کہاں سے نکالی؟ اس کے متعلق میں کچھ نہیں جانتا۔ مجھے بس اتنا یاد ہے کہ اُنہوں نے کہا تھا اِمام حسینؑ کی نوکری کو ہرگز ترک نہ کرنا۔ چنانچہ جیسا کہ اُنہوں نے کہا تھا میں نے اُسی کے مطابق عمل کیا اور اُن کی بتائی ہوئی تعبیر کو حقیقت میں ڈھالنے کی کوشش کرتا رہا۔

حضرت سیدالشہداءؑ کی نوکری

کل صبح میں حسب معمول نماز فجر کے بعد کچھ دیر کے لئے سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑی مجلس ہو رہی ہے جس میں علماء تشریف فرما ہیں اور سب آقائے بروجردیؒ کی آمد کے منتظر ہیں۔ کچھ دیر نہ گزری تھی کہ وہ تشریف لے آئے، مجلس میں موجود تمام لوگ اپنی اپنی جگہ سے اُن کے احترام میں اُٹھ کھڑے ہونے لگے، بالکل ویسے ہی جیسے ان کی زندگی میں ہوا کرتا تھا۔ جلدی سے اُٹھنے کی کوشش میں میری عبا میرے ہاتھ اور پاؤں میں اُلجھ گئی۔ میں نے خود کو ایک طرف کر کے اپنی عبا کو دُرست کیا اور کھڑا ہو گیا۔ ٹھیک اسی لمحے آقا اسی جگہ پہنچے جہاں میں بیٹھا ہوا تھا، میں نے فوراً وہ جگہ اُن کیلئے خالی کر دی جیسے مجھے یقین ہو کہ وہ اسی جگہ تشریف فرما ہوں گے۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ کرسی پر جا کر بیٹھ گئے ہیں اور ایسے معلوم ہوا جیسے وہ درس نہیں دینا چاہتے بلکہ مجلس پڑھنا چاہتے ہیں۔ اُنہوں نے "منبر" پر بیٹھے ہی فرمایا: "ہم ذاکرین!" خواب کے عالم میں ہی مجھے یہ الفاظ سُن کر بے حد تعجب ہوا۔ میں نے دل میں کہا کہ آقائے بروجردی نے خود کو "ذاکر" کیوں کہا ہے؟ (حالانکہ میں جانتا ہوں کہ وہ اپنے زمانہ "مرجعیت" میں بھی بروجرد شہر میں رمضان کے دوران کبھی کبھی مجلس سے خطاب فرمایا کرتے تھے اور زیب منبر ہوا کرتے تھے۔ بہر حال وہ ایک مرجع تقلید تھے نہ کہ ذاکر۔

پھر میں نے دیکھا کہ ان کے سر پر سفید شال ہے تو مجھے مزید حیرت ہوئی۔ چونکہ خواب میں منظر بدلتے رہتے ہیں تو میں نے ایک دوسرے شہر میں انہیں زیب منبر ہوتے دیکھا لیکن اُسی احترام کے ساتھ جو انہیں ایک "مرجع تقلید" کی حیثیت سے حاصل تھا۔ اس کے بعد میں نے انہیں ایک سرسبز و شاداب باغ میں دیکھا پھر اچانک میں نے دیکھا کہ وہ بہتے ہوئے پانی کے کنارے اسی طرح بیٹھے ہوئے ہیں، گویا وضو کرنا چاہتے ہیں۔ خواب کے

عالم میں ہی مجھے یاد آیا کہ ہم ایک زمانے میں اُن کے شاگرد رہ چکے ہیں تو میں جلدی سے اُن کی دست بوسی کے لئے آگے بڑھا۔ جونہی میں ان کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ بیحد صاف شفاف پانی کی ایک نہر میں ان کا نصف چہرہ پانی کے اندر اور نصف پانی کے باہر ہے۔ اُنہوں نے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں گویا وہ ایک عارف کی مانند استغراق میں ڈوبے نظر آئے۔

پھر ایک دم اُنہوں نے دل کی دھڑکنوں کے ساتھ شدّت سے گریہ کرنا شروع کیا اور حضرت سیدالشہداءؑ کا نام لے کر فریاد بلند کی یاحسینؑ! یاحسینؑ بن علیؑ! یاابنِ زہراؑ!

اسی طرح خود ہی نام لیتے ہیں اور خود ہی مصروف بکا ہیں یعنی خود ہی مصائب پڑھ رہے ہیں اور خود ہی رو رہے ہیں۔ گریہ و بکا بھی کس طرح کا؟ یہ گریہ وہ نہیں تھا جس کا اثر اُن کے اشکوں سے نمایاں معلوم ہو رہا ہو بلکہ اُن کی مثال ایک ایسے گریہ کرنے والے کی تھی جسے اس امر کا احساس ہی نہ ہو کہ اس کے اردگرد بھی کوئی دُنیا موجود ہے یعنی وہ غم حسینؑ میں دُنیا و مافیہا سے بے خبر ڈوبے ہوئے تھے۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

اُس وقت مجھے یاد آیا کہ چند سال پہلے بھی میں نے ماہ محرم سے دو تین دن قبل ایک خواب دیکھا تھا اور اب بھی میں اس وقت خواب دیکھ رہا ہوں جبکہ محرم کی آمد آمد ہے۔

میں نوحہ خوانی، ماتم اور زنجیر زنی سب کے حق میں ہوں

مقتل مطہر مترجم ص ۲۶۹ طبع کراچی پر شہید مرتضیٰ لکھتے ہیں:

''امام حسینؑ کی عظمت الگ چیز ہے اور ہم لوگ بالکل الگ چیز ہیں۔

امام حسینؑ کے شعار بھی بالکل الگ قسم کے ہیں۔

جب ہم ماتم کرتے ہیں اور نوحہ پڑھتے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ ہمارے نوحوں کے بول بھی حسینی شعار کی مانند ہوں۔ نوحہ اور مرثیہ پڑھنا نہایت ہی بہترین کام ہے۔

آئمہ طاہرینؑ شاعروں کو بلوا بھیجتے تھے تاکہ وہ مجلس حسینؑ میں مصائب بیان کریں۔ چنانچہ شعراء آتے تھے، مرثیہ پڑھتے تھے اور آئمہ طاہرینؑ گریہ فرماتے تھے۔ میں نوحہ خوانی، سینہ زنی اور زنجیر زنی، سب کے حق میں ہوں لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس میں جو شعار دیے جائیں وہ خودساختہ نہ ہوں بلکہ حسینی شعار ہوں"۔

دیگر مراجع عظام کے چند فتاویٰ

نوٹ: مندرجہ ذیل فتاویٰ انتصار المظلوم سے نقل کیے گئے ہیں:۔

آیت اللہ العظمیٰ شیخ جواد تبریزی (مدظلہ العالی)

سوال: کیا غیر خدا کے لیے نذر کرنا جیسے علم کے سامنے نذر کرے کہ اگر یہ کام ہو گیا تو یہ کروں گا آیا جائز ہے؟

جواب: علم کے سامنے مالی نذر، منت جائز ہے۔

سوال: مراسم عزاداری میں علمِ عباسؑ، تعزیہ مبارک، ذوالجناح اور ماتم، ارکان عزاداری سمجھے جاتے ہیں کیا ان ارکان عزاداری کا احترام ضروری ہے۔

جواب: عزاداری اِمام حسینؑ و آئمہ اطہارؑ مستحب ہے اور موجب اجر ہے مذکورہ چیزیں ارکان عزاداری شمار ہوتی ہیں اس لئے مستحب ہے۔

سوال: کیا علم و ضریح پر چراغ روشن کرنا جائز ہے؟

جواب: جائز ہے۔

آیت اللہ العظمیٰ آقای علوی مدظلہ العالی

سوال: اگر کوئی شخص عَلم یا ضریح کے پاس یہ کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو دنبہ ذبح کروں گا کیا یہ منتِ دُرست ہے؟

جواب: صاحب عَلم یا صاحب ضریح کو واسطہ سمجھے اور خدا کے حضور منت مانے تو جائز ہے اور منت کا پورا کرنا واجب ہے۔

سوال: کیا عَلم پر چراغ جلانا جائز ہے؟

جواب: روشنی کے لئے عَلم پر چراغ جلانا، کوئی ممانعت نہیں۔

آیت اللہ العظمیٰ حافظ بشیر حسین نجفی مدظلہ العالی

سوال: اگر کوئی شخص عَلم یا شبیہ کے سامنے کھڑا ہو کر زیارت پڑھے تو جائز ہے؟

جواب: اگر اس کا ارادہ معصومینؑ کی زیارت کا ہو تو جائز ہے اور اگر امرِ زیارت کی بجا آوری کے لئے زیارت پڑھتا ہے تو وہ بہت بڑا مطیع ہے اور مستحق ثواب ہے۔

سوال: کیا عزاداری میں عَلم اور دیگر تبرکات عزاداری، یہ سب شعائر حسینی سے ہیں؟

جواب: جو سب چیزیں ذکر ہوئی ہیں بنیادی شعائر حسینی سے ہیں۔

○......○......○

معروف کتب پر مبنی کمپیوٹر ڈی وی ڈی

بیادِ سید وصی حیدر رضا زیدی

کتابوں کی لسٹ ڈی وی ڈی کور کی پشت پر ملاحظہ فرمائیں۔

خصوصی تعاون: حجتہ الاسلام سید نوبہار رضا نقوی (فاضل مشہد، ایران)

سگ درِ بتولؑ: سید علی قنبر زیدی ۔ سید علی حیدر زیدی

التماس سورہ فاتحہ برائے ایصالِ ثواب سید وصی حیدر رضا زیدی ابنِ سید حسین احمد زیدی (مرحوم)

معروف کتب پر مبنی کمپیوٹر ڈی وی ڈی ● التماس سورہ فاتحہ برائے ایصالِ ثواب سید وصی حیدر رضا زیدی ابنِ سید حسین احمد زیدی (مرحوم)
DVD DOLBY DIGITAL